يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ

جن سے اُمّتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا

تالیف الشیخ علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
احادیثِ ضعیفہ کا مجموعہ
جلد سوم
جن سے اُمتِ مسلمہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا
تالیف
علامہ محمد ناصر الدین البانی
ترجمہ
مولانا محمد صادق خلیل
تحقیق و نظر ثانی
عبد الحفیظ مدنی
حافظ عبد الخبیر اویسی
حافظ ابو بکر ظفر
ناشر
مکتبہ محمدیہ
قذافی سٹریٹ
الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
MOb:0300- 4826023,042-37114650

نام کتاب: **احادیث ضعیفہ کا مجموعہ**

باہتمام ---------------- عبدالرحمان عابد

طبع سوم ---------------- جنوری 2012ء

تعداد ---------------- 1100

قیمت ---------------- -/200

اسٹاکسٹ

مکتبہ اہل حدیث' امین پور بازار فیصل آباد
041-2629292,2624007

اسلامی کتب خانہ' ڈاک خانہ بازار' چیچاوطنی' ضلع ساہیوال
0346-7467125,0301-4085081

مکتبہ عائشہ صدیقہ' اقبال مارکیٹ' کمیٹی چوک' راولپنڈی
051-5551014, 0321-5075075

ضیاء السنۃ ادارۃ الترجمۃ والتالیف رحمت آباد (حاجی آباد) فیصل آباد
Mob.: 0322- 6054145

E:mail;maktabah_muhammadia@yahoo.com
&maktabah_m@hotmail.com
Ph.:042-37114650,Mob.: 0300- 4826023

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

قارئین کرام: والد المکرم محترم مولانا محمد صادق خلیل (رحمہ اللہ) نے پچاس سالہ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور ترجمہ میں بہت زیادہ اہل اسلام کی خدمت کی ہے کسی خاص موضوع پر کتاب کو تالیف کرنا آسان ہے، لیکن ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بہت ہی مشکل ہے، لیکن شیخ الحدیث مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کی بنا پر اس پرخار وادی میں قدم رکھا تو اہل علم کے ساتھ عوام الناس نے بھی ان کے اس شگفتہ اور رواں دواں قلم کے انداز کو سراہا اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک نے آپ کی کتابوں کے آرڈر دے کر (اردو داں طبقہ میں) مفت تقسیم کیا تاکہ ان کو پڑھ کر کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کو سمجھا جاسکے۔

اس سے مولانا کو عربی زبان سے اردو زبان میں تراجم کرنے کا شوق پیدا ہوا اور اپنی زندگی کو دین اسلام کی ترویج کیلئے وقف کر دیا۔ اس سلسلہ میں مولانا (رحمہ اللہ) نے آج سے تقریباً پندرہ سال قبل علامہ البانی (رحمہ اللہ) کی اہم کتاب "الاحادیث الضعیفة والموضوعة" کی دو جلدوں (ہر جلد پانچ سو احادیث پر مشتمل ہے) کا ترجمہ کیا اس کے بعد تیسری جلد لکھنے کا کام جاری تھا کہ مولانا چھ فروری ۲۰۰۴ء بروز جمعۃ المبارک فجر کے وقت اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔

اس کتاب میں ضعیف احادیث اور من گھڑت روایات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان احادیث اور روایات کو دشمنانِ اسلام اور بعض علماء سوء نے عوام الناس میں اس انداز کے ساتھ تشہیر کر دی کہ عام لوگ ان احادیث کو معتبر سمجھنے لگے ہیں اور ایسی احادیث کا زیادہ تر حصہ اسرائیلی روایات سے بھرا پڑا ہے یا پھر واعظین، صوفیاء اور حد سے بڑھے ہوئے شیعہ لوگوں کا بیان کردہ ہے۔

علامہ البانی (رحمہ اللہ) نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے صحیحین کے علاوہ سنن اربعہ اور باقی کتب حدیث میں ان احادیث کو تلاش کر کے ان کا پوسٹ مارٹم کیا ہے اور ان کی تحقیق کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا اور انہیں فن جرح و تعدیل کے قواعد کو سامنے رکھتے ہوئے ان پر ضعیف اور موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

یہ کتاب اہل علم، خطباء، واعظین، اساتذہ کرام اور ائمہ عظام کے علاوہ عوام الناس کے لئے بھی بہت مفید اور ضروری ہے، خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو فن حدیث سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کتاب کی مذکورہ احادیث کو اچھی طرح پڑھیں اور ان ضعیف اور فتنہ پھیلانے والی من گھڑت احادیث سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں تا کہ ہمیں دین حق کی صحیح رہنمائی حاصل ہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حافظ و نگہبان ہو، آمین۔

اس کتاب کی جلد اوّل ایک سو اور جلد دوم دو سو احادیث پر مشتمل ہے، جو کہ آج سے تقریباً پانچ سال قبل ادارہ ضیاء السنہ سے شائع ہوئی تھی، اس کے کئی ایک ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں اور جو شائع ہونے کے فوراً بعد فروخت ہو جاتے ہیں چنانچہ اس پذیرائی کو دیکھتے ہوئے اب اس کی تیسری جلد جو دو سو احادیث (۳۰۱ تا ۵۰۰) پر مشتمل ہے طبع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جن قارئین نے اس کتاب کی جلد اول کو نہیں پڑھا وہ اس کو ضرور پڑھیں، اس لئے کہ اس میں علامہ البانی (رحمہ اللہ) کے تین اہم مقدمات اور مترجم (رحمہ اللہ) کا ایک مقدمہ اور اصول حدیث کے قوانین شامل ہیں، اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو جلد دوم اور سوم میں شامل نہیں کیا جا رہا، اس کے بعد جلد چہارم بھی کمپوز ہو چکی ہیں جو جلد شائع کر دی جائے گی، ان شاء اللہ۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، مترجم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اس کے ساتھ ساتھ ناشر و جملہ معاونین کی کوششوں کو قبول فرماتے ہوئے ان کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنائے آمین۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

عبدالحفیظ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

۲۰ ستمبر ۲۰۰۴ء

فہرست

مرض الموت میں سورہ اخلاص

(۳۰۱) مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ فِي مَرَضِهِ الَّذِي يَمُوتُ فِيهِ لَمْ يُفْتَنْ فِي قَبْرِهِ، وَأَمِنَ فِي ضَغْطَةِ الْقَبْرِ وَحَمَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَكُفِّهَا حَتّٰى تُجِيزَهُ مِنَ الصِّرَاطِ إِلَى الْجَنَّةِ۔

''جس شخص نے اپنی اس بیماری میں جس سے وہ موت سے ہم کنار ہوا اس میں قل ھو اللہ احد کی تلاوت کی تو وہ قبر میں فتنے سے اور قبر کے دباؤ سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن فرشتے اس کو اپنی ہتھیلیوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ اس کو پل صراط سے گزار کر جنت میں پہنچائیں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابونعیم نے اس حدیث کو (۲/ ۲۱۳) میں نصر بن حماد البلخی سے روایت کیا ہے، اس نے کہا ہمیں مالک بن عبداللہ ازدی نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں یزید بن عبداللہ بن الشخیر العنبری نے بیان کیا، اس نے اپنے باپ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کی سند موضوع ہے نصر (راوی) اس حدیث کے بارے میں تہمت زدہ ہے اور ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ اس کے استاذ مالک بن عبداللہ ازدی کو میں نہیں پہنچانتا۔

آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی میں نبی تھا

(۳۰۲) كُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ۔

''میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے اور اس جیسی حدیث آگے آرہی ہے۔

پانی اور مٹی سے پہلے بھی میں نبی تھا

(۳۰۳) كُنْتُ نَبِيًّا وَلَا آدَمُ وَلَا مَاءَ وَلَا طِينَ۔

''میں اس وقت بھی نبی تھا، جب کہ آدم علیہ السلام تھا نہ پانی تھے اور نہ مٹی۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اور اس سے پہلی حدیث کو الاحادیث الموضوعۃ کی ذیل (ص ۲۰۳) پر ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے اور اس کا اقرار کیا ہے

جب کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الرد علی البکری کے (صفحہ ۹) پر اس کو ذکر کیا ہے اور اس کو بے بنیاد قرار دیا ہے، یہ حدیث عقل و نقل کے خلاف ہے اس لیے کہ محدثین رحمہ اللہ میں سے کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا اور معنوی لحاظ سے اس کا باطل ہونا ظاہر ہے کہ آدم علیہ السلام کبھی بھی پانی اور مٹی کی حالت میں نہ تھے کیونکہ الطین سے مقصود پانی اور مٹی ہے، اور تو روح اور جسم کے درمیان تھے، مزید برآں اس قسم کے گمراہ لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود تھے اور آپ کی ذات کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا تھا اور اس پر ایسی احادیث کے ساتھ استشھاد پیش کرتے ہیں جن کو وضع کیا گیا ہے، مثال کے طور پر یہ حدیث جس میں وارد ہے کہ آپ عرش کے اردگرد نور تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے جبریل! یہ نور میں تھا۔ اسی گروہ میں سے بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے حافظ تھے جب کہ ابھی آپ کے ہاں جبریل علیہ السلام نہیں آئے تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ آپ روح اور جسم کے درمیان تھے، اشارہ کرتا ہے کہ اس حدیث میں یہی صحیح ہے جب کہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ''میں نبی تھا جب کہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے'' اور اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ میں نے اس کی صحت کو ایک مقالہ میں واضح کیا ہے جس کو **مجلة التمدن الاسلامی** نے شائع کیا ہے اور زرقانی نے شرح المواہب (۱/۳۳) میں ان دو احادیث ذکر کرنے کے بعد کہا ہے:

''امام سیوطی رحمہ اللہ نے الدرر میں صراحت کی ہے کہ ان دونوں کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ دوسری روایت میں عوام کی زیادتی ہے اور اس سے پہلے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے دونوں الفاظ کے بطلان کا فتویٰ دیا ہے نیز یہ کہ وہ دونوں جھوٹ ہیں اور علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے کلام پر اعتماد کیا ہے بلکہ موافق و مخالف سبھی نے اس کا اقرار کیا ہے، اور اس نے کہا ہے کہ اس طرح کے مسئلہ میں کیسے اس کے کلام پر اعتماد نہ کیا جائے جب کہ اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ متون کے بارے میں اسْتِحْضَار اور نسبت کے لحاظ سے اس سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا، یوں دکھائی دیتا ہے کہ سنت کا ذخیرہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہے اور بیان کرنے کے لحاظ سے اس کی زبان کے کنارے پر ہے وہ اس کو نپے تلے انداز میں بیان کرتا ہے جب کہ اس کی نظر جاذب ہوتی ہے۔

بوڑھے آدمی کی عزت کرنا

(۳۰۴) مَا أَكْرَمَ شَابٌّ شَيْخًا لِسِنِّهِ إِلَّا قَيَّضَ اللّٰهُ لَهُ مَنْ يُكْرِمُهُ عِنْدَ سِنِّهِ.

''جو بھی نوجوان کسی بوڑھے انسان کی عزت و اکرام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت

نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت میں ایسے شخص کا تعین فرماتے ہیں جو کہ اس کی عزت واکرام میں انہماک اختیار کرتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۵۲/۳) اور ابو بکر الشافعی نے الرباعیات (۱/۱۰۶/۱-۲) میں اور عقیلی نے (۴۵۵) میں اور ابوالحسن النعالی نے اپنی حدیث کے ایک جز (۱۲۴-۱۲۵) میں اور ابن بشران نے الامالی (۱/۶/۱۸، ۱/۲۲، ۱/۶۰) میں اور القطیعی نے جزء الالف دینار (۱/۳۵) میں اور ابونعیم نے اخبار اصبھان (۱۸۵/۲) میں اور زاھر الشحامی نے السباعیات (ج ۷/۱۲/۲) میں اور ابو بکر بن النقور نے الفوائد (۱/۱۴۹/۱) میں اور ابن شاذان نے المشیخۃ الصغریٰ (۲/۵۳) میں اور خطیب نے المتفقہ والمختلفۃ (۱/۲۷۷) میں اور عبداللہ بن عثمانی الدیباجی نے الأمالی (۱/۵۶/۱) میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ (۲/۲۴۹/۱۴) میں اور الضیاء المقدسی نے المنتقیٰ من مسموعاتہ بمرو (۱/۳۳) میں، ان سب نے اس حدیث کو یزید بن بیان المعلم سے روایت کیا ہے اس نے ابوالرحال سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے اور مزید وضاحت کی ہے کہ ہم اس حدیث کو صرف اسی شیخ سے پہچانتے ہیں، مقصود یزید بن بیان ہے جب کہ عقیلی نے ذکر کیا کہ اس حدیث کی متابعت نہیں ہے نیز یہ حدیث صرف اسی راوی کے ساتھ ہی معروف ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی ضعیف ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں ذکر کیا ہے کہ دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس میں نظر ہے، بعد ازاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن عدی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس کا استاذ ابوالرحال بھی اس جیسا ہے جیسا کہ ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے بلکہ منکر الحدیث ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ یہ راوی عجائبات لاتا ہے، مزید برآں ابن النقور نے اس کے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے اور اس نے حدیث کے ذکر کے بعد واضح کیا ہے کہ یہ حدیث ابوالرحال کی مفردات سے ہے اس کا نام خالد بن محمد انصاری ہے اور اس سے سوائے یزید بن بیان کے کوئی روایت نہیں کرتا، جب کہ ان دونوں میں تامل ہے، اس کے علاوہ ابوالرحال کی انس سے صرف یہی ایک حدیث معلوم ہے جب کہ یہ راوی بہت قلیل روایات بیان کرنے والا ہے اور اس سے صرف پانچ احادیث مروی ہیں۔

دُم بنناسر نہ بننا

(۳۰۵) كُنْ ذَنَبًا وَلَا تَكُنْ رَأْسًا۔

''آپ دُم تو بنیں البتہ سر نہ بنیں۔''

تحقیق: جس قدر مجھے معلوم ہے اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، امام سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد الحسنة (ص۱۵۴) میں بتایا ہے کہ یہ دراصل ابراہیم بن ادہم کا قول ہے جس نے اپنے بعض رفقاء کو اس کی وصیت کی تھی، بعدازاں میں نے اس حدیث کو مسند احمد باب الزھد (۱/۸۰/۲۰) میں دیکھا کہ یہ شعیب راوی کا قول ہے، جو ابن حرب المدائنی الزاھد ہے وہ ۱۹۷ ہجری میں فوت ہوا، جب کہ یہ ایسا کلام ہے کہ میرا ذوق اسے مکروہ خیال کرتا ہے اور میرا دل اس کو صحیح قرار دینے کی شہادت نہیں دیتا بلکہ اس کا مفہوم تو اس حقیقت شرعی کے مخالف ہے جس کو ہم شریعت سے سمجھتے ہیں اور شریعت تو بلند معاملات کے لئے رغبت دلاتی اور عزیمتوں کے اختیار کرنے کا حکم دیتی ہے۔ پس آپ بھی غور فرمائیں:

دوسرے کی شرمگاہ دیکھنا

(۳۰۶) لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ إِلٰى عَوْرَةِ الْمُؤْمِنِ وَالْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ۔

''اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے جو کسی ایماندار کی شرمگاہ کو دیکھتا ہے نیز جس کی شرم گاہ کو دیکھا جا رہا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (۲/۱۵) میں اسحاق بن نجیح (راوی) سے، اس نے عباد بن راشد منقری سے، اس نے حسن سے اس نے عمران بن حصین سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور کہا کہ اسحاق بن نجیح ضعیف راویوں میں سے ہے اور اس کا ضعف واضح ہے، اس کے علاوہ یہ ان راویوں میں سے ہے جو حدیث کو وضع کرتے تھے۔ ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے عباد بن راشد سے ہے، وہ حسن سے روایت کرتا ہے۔ جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص۱۴۹) پر ذہبی کی میزان میں سے اتباع کرتے ہوئے اسحاق (راوی) کی باطل احادیث سے ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کے ذکر سے اللہ کے نبی کا یہ ارشاد مستغنی کر دیتا ہے، ملاحظہ فرمائیں: «احفظ عورتك الا من زوجتك وما ملكت يمينك» ''آپ اپنی شرمگاہ کو سوائے اپنی بیوی اور لونڈی کے محفوظ رکھیں کوئی دیکھنے نہ

پائے۔"اس حدیث کی سند حسن ہے جب کہ میں نے اس حدیث کو آداب الزفاف من السنة المطهرة (ص۳۴/۳۵ دوسرے ایڈیشن) میں بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دینا

(۳۰۷) لَاَنْ اُطْعِمَ اَخاً لِّیْ فِی اللّٰهِ لُقْمَةً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِدِرْهَمَیْنِ، وَلَدِرْهَمَانِ اُعْطِیْهِمَا اِیَّاهُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِعِشْرِیْنَ، وَلَعِشْرُوْنَ دِرْهَمًا اُعْطِیْهِمَا اِیَّاهُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ رَقَبَةً.

"البتہ یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے بھائی کو ایک لقمہ کھلاؤں یہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں دو درہم کا صدقہ کروں اور دو درہم کا صدقہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بیس درہم کا صدقہ دوں اور بیس درہم کے صدقہ سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں گردن آزاد کروں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن بشران نے اس حدیث کو (۲۶/۱۰۷) میں حجاج کے طریق سے بیان کیا ہے، اس نے کہا کہ ہم کو بشر نے بتایا، اس نے زبیر سے اور اس نے انس سے مرفوعا بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے کا سبب بشر راوی! جو کہ ابن الحسین ہے وہ کذاب ہے اور اس کا تذکرہ زبیر بن عدی کے نسخہ میں ہے، اور یہ حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے جو آگے آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے ایک لقمہ

(۳۰۸) لَاَنْ اُطْعِمَ اَخاً فِی اللّٰهِ مُسْلِمًا لُقْمَةً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِدِرْهَمٍ، وَلَاَنْ اُعْطِیَ اَخاً فِی اللّٰهِ مُسْلِمًا دِرْهَماً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَصَدَّقَ بِعَشَرَةٍ، وَلَاَنْ اُعْطِیَهُ عَشَرَةً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُعْتِقَ رَقَبَةً.

"ضرور یہ کیفیت ہوگی کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی بھائی کو کھلاؤں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک درہم کا صدقہ کروں اور اللہ تعالیٰ کی

خوشنودی کے لئے مسلمان بھائی کو ایک درہم عطا کروں، مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں عام طور پر دس درہم کا صدقہ کروں اور دس درہم کے صدقہ سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک گردن آزاد کروں۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ الجامع الصغیر میں بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث کو ھناد نے روایت کیا ہے جب کہ بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں بدیل سے مرسل بیان کیا ہے اور اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی سند میں حجاج بن فرافصہ راوی کو ابو زرعہ رحمہ اللہ نے کہا قوی نہیں ہے، جب کہ امام ذہبی نے اس کو الضعفاء والمتروکین میں بیان کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس طریق سے اس کو ابوالقاسم حلبی السراج نے حدیث ابن السقاء (۲/۷۶/۷) میں، اس نے ابوالعلاء سے، وہ یزید سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں اور اصل میں اسی طرح ہے جب کہ یزید راوی کو میں نہیں پہچانتا ہوں۔ شاید اس سے مقصود یزید بن عبداللہ بن الشخیر ہے تو اس صورت میں وہ ابوالعلاء سے بدل ہے جو کہ یہ یزید کی کنیت ہے تو اس صورت میں کنیت اور اسم کے درمیان تحریف کی گئی ہے اور بعض راویوں کی جانب سے زائد ہے۔ پھر میں نے اس کو الجامع لابن وھب (ص ۳۳) میں دیکھا کہ وہ حجاج بن فرافصہ سے وہ ابوالعلاء سے آگے نہیں گزرا ہے جب کہ ذہبی نے حجاج کے ترجمہ میں اس سے حدیث ذکر کی ہے، اس نے یزید الرقاشی سے روایت کیا، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ پس شاید اس حدیث کی اسناد میں یزید رقاشی راوی ہے اور حجاج نے اس سے بواسطہ ابوالعلا کے اس کا ذکر کیا ہے، پس اگر معاملہ اس طرح ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے تو یہ حدیث کی دوسری علت ہے کیونکہ یہ رقاشی ضعیف راوی ہے، واللہ اعلم۔

دنیا کا غم اور دنیا سے رغبت کا نتیجہ

(۳۰۹) مَنْ اَصْبَحَ وَالدُّنْيَا اَكْبَرُ هَمِّهِ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِيْ شَيْءٍ وَمَنْ لَمْ يَتَّقِ اللهَ فَلَيْسَ مِنَ اللهِ فِيْ شَيْءٍ وَمَنْ لَمْ يَهْتَمَّ لِلْمُسْلِمِيْنَ عَامَّةً فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔

"جس شخص نے صبح کی اور دنیا اس کا بڑا غم ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز میں نہیں اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا ڈر اختیار نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے کسی چیز میں نہیں اور جس شخص نے عام مسلمانوں کے لئے اہتمام نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے کسی بچاؤ میں نہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس کو حاکم نے (۳۱۷/۴) میں اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۳۷۴/۹) میں پہلے ٹکڑے کو اسحاق بن بشر سے ذکر کیا ہے، اس نے کہا ہمیں سفیان ثوری رحمہ اللہ نے بتایا، اس نے اعمش سے، اس نے شقیق بن سلمہ سے، اس نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور ذہبی نے اس کا تعاقب کیا ہے: میں کہتا ہوں کہ اسحاق راوی معدوم ہے یعنی موجود نہیں اور میں اس خبر کو من گھڑت خیال کرتا ہوں، ان الفاظ میں کہ "میں کہتا ہوں: ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضوعات میں خطیب رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے اور سیوطی رحمہ اللہ نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے اللآلی (۲/ ۳۱۶-۳۱۷) میں دیگر طرق اور شواہد کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے، البتہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مزید دو طرق مروی ہیں، پہلا طریق: ابان ابو العالیۃ سے روایت کرتا ہے، اس نے سیدنا حذیفۃ رضی اللہ عنہ سے میرے خیال کے مطابق مرفوعاً روایت کیا ہے جیسا کہ خطیب کی روایت ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ایسی سند ہے جو استشہاد کے لائق نہیں، اس لئے کہ ابان سے مقصود ابن ابی عیاش ہے جس کو شعبہ اور دیگر اہل علم نے جھوٹا قرار دیا ہے البتہ اس کی متابعت موجود ہے جیسا کہ دو احادیث کے بعد اس کا تذکرہ ہوگا۔ دوسرا طریق: عبداللہ بن سلمۃ بن اسلم سے، اس نے عقبہ سے، اس نے شداد جمحی سے اور اس نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، اس کی سند انتہا درجہ کی ضعیف ہے، اس عبداللہ راوی کو دار قطنی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس کو متروک قرار دیا ہے اور عقبہ (راوی) معروف نہیں ہے جیسا کہ المیزان میں ہے اور اس میں کچھ اور رواۃ ہیں جن کو میں پہچانتا نہیں ہوں جب کہ اس کے شواہد سیدنا ابن مسعود، سیدنا انس اور سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہم سے مروی حدیث ہے اور یہ تمام احادیث صحیح نہیں ہیں میں نے ان کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔

دنیا، معاملہ اور نفس کی ذلت

(۳۱۰) مَنْ أَصْبَحَ وَهَمُّهُ الدُّنْيَا فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ وَمَنْ لَمْ يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ، وَمَنْ أَعْطَى الذِّلَّةَ مِنْ نَفْسِهِ طَائِعًا غَيْرَ مُكْرَهٍ فَلَيْسَ مِنَّهُ

"جس شخص نے صبح کی اور اس کا مقصود دنیا ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کسی چیز میں

نہیں ہے اور جس شخص نے مسلمانوں کے معاملہ کا اہتمام نہ کیا تو وہ ان میں سے
نہیں ہے اور جس شخص کو اس کے نفس کی جانب سے بخوشی ذلت عطا ہوئی تو وہ ہم
میں سے نہیں ہے"

تحقیق: یہ حدیث حد درجہ کی ضعیف ہے، اس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں یزید بن ربیعہ کے طریق سے، اس نے ابوالاشعث صنعانی سے، اس نے ابوعثمان النھدی سے، اس نے ابوذر سے مرفوعاً روایت کیا ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی المصنوعة (۲/۳۱۷) میں ذکر کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (۱۰/۲۴۸) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو طبرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں یزید بن ربیعہ الرحبی (راوی) متروک ہے اور منذری رحمہ اللہ نے (۳/۹) میں اس کے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس کی احادیث کو ابوالاشعث سے منکر قرار دیا ہے جیسا کہ الجرح والتعدیل (۴/۲/۲۶۱) میں ہے اور یہ حدیث بھی ان ہی میں سے ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں اور جوزجانی نے کہا ہے مجھے خدشہ لاحق ہے کہ اس کی احادیث موضوع ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا

(۳۱۱) مَنْ أَصْبَحَ وَهَمُّهُ غَيْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ وَمَنْ لَمْ يَهْتَمَّ لِلْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔

"جس شخص نے اس کیفیت میں صبح کی جب کہ اس کا مقصود اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور ہے تو اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہرگز کچھ نہیں ہے اور جو شخص مسلمانوں کا کچھ خیال نہیں کرتا تو اس کا شمار مسلمانوں میں نہیں ہے"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن بشران رحمہ اللہ نے الأمالی (۱/۱۰۵/۷) اور (ج ۱۹/ ۲/۳) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۴/۳۲۰) میں اسحاق بن بشر کے واسطہ سے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں مقاتل بن سلیمان نے بتایا، وہ حماد سے حماد ابراہیم سے، وہ عبدالرحمن بن یزید سے، وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتا ہے اور اس حدیث کے بارے میں حاکم نے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ ابن بشران رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں حکم لگایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس

حدیث کا راوی اسحاق بن بشر متفرد ہے جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص المستدرك میں کہا ہے کہ اسحاق اور مقاتل دونوں راوی نہ ثقہ ہیں اور نہ سچے ہیں۔

میں کہتا ہوں اسحاق بن بشیر ابو حذیفہ البخاری ہے، اسے ابن مدینی رحمہ اللہ اور دار قطنی رحمہ اللہ نے جھوٹا قرار دیا ہے جیسا کہ یہ بات المیز ان میں موجود ہے۔ اس کی یہ حدیث بیان کی پھر اس کے بعد فرمایا: مقاتل بھی ہلاک ہونے والا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی ابن سلیمان بلخی ہے، وکیع نے بتایا ہے کہ یہ راوی کذاب تھا اس کے علاوہ یہ حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، چنانچہ ابو حامد الحضرمی نے جو حدیث کے بیان کرنے میں ثقہ ہے، (۲/۱۵۶) اس نے بتایا کہ ہمیں سلیمان بن عمر نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں وہب بن راشد نے بتایا، وہ فرقد سبخی سے وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتا ہے اور اسی طریق سے اس حدیث کو المخلص نے الفوائد المنتقاۃ (۲/۱۹۳/۹) میں بیان کیا ہے اور ابو نعیم نے (۳/۴۸) میں، نیز بتایا کہ اس حدیث کو انس سے فرقد راوی کے علاوہ کسی نے بیان نہیں کیا ہے اور فرقد سے صرف وہب بن راشد نے بیان کیا ہے جبکہ وہب اور فرقد دونوں راوی ایسے ہیں، جو قابل حجت نہیں ہیں اس کے علاوہ وہ دونوں متفرد ہیں۔

میں کہتا ہوں: فرقد راوی ضعیف ہے اس کا حافظہ درست نہ تھا اور وہب بن راشد سے مقصود الرقی ہے اس کے بارے میں ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۴/۲/۲۷) میں ذکر کیا ہے کہ میرے والد سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا کیونکہ اس نے باطل احادیث کو بیان کیا ہے اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ ہرگز استدلال کے لائق نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: پس اس حدیث میں اس پر محمول کرنا جب کہ اس سے روایت کرنے والا سلیمان بن عمر الرقی ہے جس کے احوال کو ابن ابی حاتم نے (ج ۲ ق ا ص ۱۳۱) میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا۔ جب کہ اس کا ایک اور طریق ہے جس کو علامہ سیوطی نے اللآلی المصنوعة (۲/۳۱۶) میں ذکر کیا ہے، یہ حدیث سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شاہد ہے جس کا ذکر پہلے ابن النجار کی روایت میں گزر چکا ہے کہ وہ عبداللہ بن زبید الایامی سے وہ ابان سے وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتا ہے جب کہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے حالانکہ وہ عمدہ نہیں ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ عبداللہ بن زبید عدالت کے لحاظ سے معروف نہیں ہے اس کو ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل (۲/۲/۶۲) میں ذکر کیا اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس کے شیخ ابان بن ابی عیاش ہیں جس کو شعبہ اور اس کے سوائی اور ائمہ رحمہ اللہ نے کذاب قرار دیا ہے

تو اس قسم کاروائی اس لائق نہیں کہ اس کو بطور استشہاد ذکر کیا جائے، جب کہ اس کا ایک اور طریق ہے جو مختصر ہے اور وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے الفاظ ہیں کہ جس شخص نے صبح کی اور اس کا سب سے بڑا مقصود دنیا ہے تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ حیثیت والا نہیں ہے۔ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا نے ذم الدنیا (۱/٦) میں حارث بن مسلم الرازی سے روایت کیا ہے جب کہ عام طور پر لوگ اس کو ابدال سے شمار کرتے تھے وہ زیاد سے روایت کرتا ہے۔ اس کی سند نہایت کمزور ہے اور یہ زیاد راوی ابن میمون ثقفی ہے جو کہ کذاب ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ نمیری ہو اگر وہی ہے تو پھر وہ ضعیف ہے۔ آپ حدیث نمبر ۲۹۷ ملاحظہ کریں اور حارث راوی کے بارے میں سلیمان نے کہا ہے کہ اس میں نظر ہے جب کہ اس کی شاہد علی سے ہے جس کو ابو بکر الشافعی نے مسند موسیٰ بن جعفر الهاشمی (۱/۷۰) روایت کیا ہے میں اور اس میں موسیٰ بن ابراہیم مروزی (راوی) ہے جس کو یحییٰ بن معین نے کذاب کہا ہے، نیز یہ حدیث سیدنا حذیفہ، سیدنا ابوذر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے ان کے الفاظ پہلے گزر چکے ہیں چنانچہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث (۳۱۲) کے یہ الفاظ ہیں۔

صبح وشام کی کیفیت

(۳۱۲) مَنْ لَا يَهْتَمَّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَا يُصْبِحُ وَيُمْسِي نَاصِحًا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِإِمَامِهِ وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔

”جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا اہتمام نہیں کرتا ہے وہ ان سے نہیں ہے اور جو شخص صبح وشام اس کیفیت کے ساتھ نہیں کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول، اس کی کتاب اور اس کے امام اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں کرتا ہے وہ ان سے نہیں ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کو طبرانی رحمہ اللہ نے الصغیر (ص ۱۸۸) میں اور ان سے ابونعیم نے اخبار اصبهان (۲/۲۵۲) میں عبداللہ بن ابی جعفر الرازی کے طریق سے، وہ اپنے باپ سے، وہ ربیع سے، وہ ابوالعالیہ سے وہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں، اس نے بتایا کہ یہ حدیث سیدنا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی سند کے ساتھ ہی مروی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث عبداللہ بن ابی جعفر اور اس کے باپ کی وجہ سے ضعیف ہے اس لیے کہ وہ دونوں ضعیف ہیں، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے

مجمع (۱/۸۷) میں حدیث کی تضعیف کو صرف بیٹے کے لحاظ سے قرار دیا ہے جب کہ یہ ان کی غلط فہمی ہے، کیونکہ باپ تو بیٹے سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

داؤد علیہ السلام کی غلطی

(۳۱۴) كَانَ خَطِيئَةُ دَاوُدَ عليه السلام النَّظَرُ۔

''داؤد علیہ السلام کی خطا دیکھنا تھا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، دیلمی رحمہ اللہ نے اس کو اپنی سند کے ساتھ مجالد بن سعید سے، وہ شعبی سے شعبی حسن سے اور حسن سیدنا سمرۃ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں عبدالقیس قبیلہ کا وفد آیا جب کہ ان میں ایک لڑکا روشن خدوخال والا تھا یعنی خوبصورت تھا تو نبی ﷺ نے اسے اپنی پشت کے پیچھے بٹھایا اور یہ الفاظ ادا فرمائے۔ علامہ ابن الصلاح نے مشکل الوسیط میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کا اصل نہیں ہے اور زرکشی نے شرح کی احادیث کی تخریج میں اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے کہ اس میں ضعیف اور مجہول رواۃ ہیں، نیز انقطاع ہے اس نے کہا ہے کہ اس حدیث کے بطلان پر نبی ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اپنی پشت کی جانب سے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔ اسی طرح یہ احادیث موضوعۃ کی ذیل میں ہے جو علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی تالیف ہے (ص ۱۲۲-۱۲۳) اور تنزیہ الشریعۃ تالیف ابن عراق (۳۰۸/۱-۲) میں بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: ذکر کردہ استدلال محل نظر ہے کہ نبی ﷺ کا پیٹھ کے پیچھے سے دیکھنا یہ تو صرف نماز کی حالت میں ہے جیسا کہ اس پر وہ احادیث دلالت کر رہی ہیں جو اس باب میں وارد ہیں اور اس مقام سے یہ تو معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ یہ دیکھنا مطلق ہے نماز غیر نماز دونوں کو شامل ہے۔ فتأمل!

اس حدیث کا ایک دوسرا طریق بھی ہے جس کو ابونعیم نے احمد بن نبیط کے نسخہ میں روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ آگے اس کا ذکر (حدیث ۵۶۲) میں آ رہا ہے اور شاید اس حدیث کا اصل اسرائیلی روایات ہیں جن کو بعض اہل کتاب نقل کرتے ہیں تو ان سے بعض مسلمانوں نے اس حدیث کو لیا ہو جب کہ بعض رواۃ نے وہم کرتے ہوئے، اس حدیث کو مرفوع بنا دیا ہے، چنانچہ میں نے اس حدیث کو ابن ابی الدنیا کی تالیف کتاب الورع (۲/۶۲) میں دیکھا ہے کہ حدیث سیدنا ابن جبیر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، اس نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن حسان السمتی نے خلف بن خلیفہ سے، اس نے ابو ہاشم سے اور اس نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ داؤد علیہ السلام کا فتنہ نظر میں تھا جب کہ اس کی

اسناد میں ضعف ہے لیکن اس کے باوجود یہ حدیث مرفوع سے بھی بہتر ہے۔

داؤد علیہ السلام کی نظر کا فتنہ یہ تھا کہ انہوں نے اوریا نامی کمانڈر کی بیوی کی جانب دیکھا، یہ واقعہ مشہور ہے انبیاء علیہم السلام کے واقعات کی کتب اور بعض تفسیر کی کتب میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے اور کوئی عقلمند مسلمان شک نہیں کرسکتا ہے کہ یہ واقعہ جھوٹ کا پلندہ ہے جب کہ اس واقعہ میں انبیاء علیہم السلام کے مقام کے لحاظ سے غیر مناسب باتوں کا تذکرہ ہے مثال کے طور پر داؤد علیہ السلام کا ارادہ کہ کسی نہ کسی طرح اس کے خاوند کو موت سے ہمکنار کیا جائے تاکہ اس کے بعد اس سے نکاح کرے جب کہ واقعہ اختصار کے ساتھ نبی ﷺ سے منقول ہے تو اس کا تذکرہ بھی ضروری ہے اور اس سے ڈرانا بھی ضروری ہے واقعہ کی تفصیل آئندہ حدیث میں دیکھیں۔

داؤد علیہ السلام کا عورت کو دیکھنا

(۳۱۴) إِنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ علیه السلام حِيْنَ نَظَرَ إِلَى الْمَرْأَةِ فَهَمَّ بِهَا قَطَعَ عَلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ بَعْثًا وَأَوْحَى إِلَى صَاحِبِ الْبَعْثِ فَقَالَ: إِذَا حَضَرَ الْعَدُوُّ فَقَرِّبْ فُلَانًا، وَسَمَّاهُ قَالَ: فَقَرَّبَهُ بَيْنَ يَدَيِ التَّابُوْتِ قَالَ: وَكَانَ ذٰلِكَ التَّابُوْتُ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ يُسْتَنْصَرُ بِهٖ فَمَنْ قُدِّمَ بَيْنَ يَدَيِ التَّابُوْتِ لَمْ يَرْجِعْ حَتّٰى يُقْتَلَ أَوْ يَنْهَزِمَ عَنْهُ الْجَيْشُ الَّذِيْ يُقَاتِلُهُ فَقُتِلَ زَوْجُ الْمَرْأَةِ وَنَزَلَ الْمَلَكَانِ عَلَى دَاوُدَ علیه السلام فَقَصَّا عَلَيْهِ الْقِصَّةَ

”داؤد علیہ السلام نے جب عورت کی جانب دیکھا تو اس کے بارے میں ارادہ کیا تو اس نے بنی اسرائیل پر لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا اور لشکر کے رئیس کی جانب پیغام بھیجا کہ جب دشمن ہماری سرحد کے قریب آجائے تو فلاں شخص کو دشمن کے قریب کرنا اور اس کا نام لیا، راوی نے بیان کیا کہ اس شخص کو صندوق کے آگے کریں راوی نے بیان کیا کہ اس زمانہ میں صندوق سے مدد لی جاتی تھی تو جس شخص کو صندوق کے آگے کیا جاتا وہ واپس نہیں آتا تھا یہاں تک کہ قتل ہوجاتا یا اس کے مقابلہ سے لشکر شکست خوردہ ہوجاتا جو اس کے ساتھ لڑائی کررہا ہوتا تھا، چنانچہ عورت کا خاوند فوت ہوگیا اور دونوں فرشتے داؤد علیہ السلام پر اترے تو انہوں نے اس کو واقعہ بتایا۔“

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے نوادر الاصول میں یزید رقاشی کے واسطہ سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو مرفوعاً ذکر کیا ہے جیسا کہ تفسیر قرطبی (۱۵/۱۶۷) میں وارد ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۴/۳۱) میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حدیث یزید رقاشی کی روایت سے ہے، وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور یزید سے روایت کرتا ہے اگرچہ یزید کا شمار صالحین سے ہے لیکن وہ ائمہ کے نزدیک ضعیف الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہے جن کو ان اہل کتاب نے نقل کیا ہے جو انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے قائل نہ تھے یزید رقاشی نے اس کو مرفوع روایت کر کے غلطی کی ہے اور قرطبی نے (۱۵/۱۶۷) ابن العربی المالکی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ان کا یہ کہنا کہ جب وہ عورت اس کو اچھی لگی اور تعجب ہوا تو اس نے حکم دیا کہ اس کے خاوند کو جہاد میں بھیج دیا جائے تا کہ وہ اللہ کے راستہ میں قتل ہو جائے، یہ بات قطعی طور پر باطل ہے اس لئے کہ داؤد علیہ السلام اپنی نفسانی لالچ کے پیش نظر اس کے خون کو ہرگز گرا نہیں سکتے تھے۔

تنبیہ: تفسیر ابن حاتم رحمہ اللہ کی روایت سے ہمیں معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے، جب کہ اس نے تفسیر کے آغاز میں اس کوشش کا ذکر کیا کہ وہ صحیح الاسناد احادیث کو ذکر کرنے کی کوشش کریں گے جو متن کے لحاظ سے بھی درست ہوں گی جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کا ذکر جواب اہل ایمان (ص ۲۶) میں کیا ہے کہ ان کا یہ دعویٰ اپنے عموم کے مطابق نہیں ہے یہ بات ہر ایک کے علم میں ہونی چاہیے۔

مغفور لہ کے ساتھ کھانے کا صلہ

(۳۱۵) مَنْ أَكَلَ مَعَ مَغْفُورٍ لَهُ غُفِرَ لَهُ

"جس شخص نے ایسے شخص کے ساتھ کچھ تناول کیا جسے معاف کیا گیا ہے تو اس کو بھی معاف کر دیا جائے گا"۔

تحقیق: یہ ہے اس کا کوئی اصل نہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ﴾ (التحریم:۱۰)

"اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے جو کافر ہیں، مثال بیان فرمائی کہ نوح اور لوط کی بیوی دونوں ہمارے

بندوں میں سے صالح بندوں کے نکاح میں تھیں پس ان دونوں نے ان کی خیانت کی تو دونوں انبیاء علیہم السلام ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ذرہ برابر بھی روک نہ سکے اور ان (دونوں عورتوں) سے کہا گیا تم دوزخ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔''

اس کی تفسیر میں فرمایا: بعض علماء نے اس آیت کریمہ کے ساتھ حدیث کے ضعیف ہونے پر استدلال کیا ہے جس کو بہت سارے لوگوں نے نقل کیا ہے کہ جو شخص اس انسان کے ساتھ کھانا تناول کرتا ہے جس کو معاف کر دیا گیا ہے تو اس کو بھی معاف کر دیا جاتا ہے لیکن اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، البتہ صالح قسم کے لوگوں سے مروی ہے کہ اس نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس انسان کے ساتھ کھانا تناول کرے جس کو معاف کیا گیا ہے تو اس کو بھی معاف کر دیا جاتا ہے؟ آپ نے نفی میں جواب دیا البتہ اب میں یہ کہتا ہوں۔ المقاصد میں وارد ہے کہ ہمارے شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے بناوٹی ہے اور ان سے پہلے ابن القیم رحمہ اللہ نے المنار (ص ۵۱) میں ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے چند احادیث کے بارے میں آگاہ کیا جن کے بارے میں ان سے دریافت کیا گیا تھا (میرے نسخہ سے حدیث نمبر ۳۲) کے مطابق کہ ''اس کی اہل علم کے نزدیک ہرگز کچھ سند نہیں ہے اور نہ اس کا وجود مسلمانوں کی کتابوں میں ہے اسے یہ لوگ اپنی زبانوں سے بیان کرتے ہیں جب کہ اس کا مفہوم بالکل صحیح نہیں ہے اس لئے کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار اور منافق لوگ بھی کھانا تناول کرتے ہیں۔

آخرت کے بھوکے لوگ

(۳۱۶) إِنَّ أَهْلَ الشَّبَعِ فِي الدُّنْيَا هُمْ أَهْلُ الْجُوْعِ فِي الْآخِرَةِ غَدًا۔

''بلاشبہ جو لوگ دنیوی زندگی میں سیر ہو کر کھاتے ہیں وہ کل اخروی زندگی میں بھوکے ہوں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے (۱/۱۳۲/۳) میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد ملاحظہ کریں: ہمیں جبرون بن عیسیٰ المقری المصری نے بیان کیا، اس نے کہا ہمیں یحییٰ بن سلیمان الحفری القرشی نے بتایا، اس نے کہا ہمیں فضیل بن عیاض نے بتایا، اس نے منصور سے، اس نے عکرمہ سے اور اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ سند بھی حفری کے باعث ضعیف ہے اس میں مقال ہے، جیسا کہ ابونعیم رحمہ اللہ نے

بیان کیا عنقریب اس کا ذکر آئے گا اور اس کے باعث ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو معلول قرار دیا ہے اور اس جبرون کے حالات مجھے نہیں مل سکے، پس منذری کا قول جو اس سے مناوی نے نقل کیا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے ہرگز حسن اچھا ہے۔

نبی کو غیر نبی سے دعا کا حکم

(۳۱۷) إِنَّ مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ مَرَّ بِرَجُلٍ وَهُوَ يَضْطَرِبُ فَقَامَ يَدْعُوا اللّٰهَ لَهُ أَنْ يُعَافِيَهِ فَقِيلَ لَهُ: يَا مُوسَى إِنَّهُ لَيْسَ الَّذِي يُصِيبُهُ خَبَطٌ مِنْ إِبْلِيسَ، وَلٰكِنَّهُ جَوَّعَ نَفْسَهُ لِي فَهُوَ الَّذِي تَرَى، إِنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّاتٍ أَتَعَجَّبُ مِنْ طَاعَتِهِ لِي، فَمُرْهُ فَلْيَدْعُ لَكَ فَإِنَّ لَهُ عِنْدِي كُلَّ يَوْمٍ دَعْوَةً.

”بلا شبہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اضطرابی کیفیت میں تھا تو وہ کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عافیت عطا کرے تو ان کے لئے کہا گیا اے موسیٰ! بلا شبہ یہ شخص وہ نہیں ہے جس کو ابلیس کی جانب سے مخبوط الحواسی ہوئی ہے البتہ اس نے خود کو میری وجہ سے بھوکا رکھا تو وہ ایسا شخص ہے جس کو تو دیکھ رہا ہے بلا شبہ میں اس کی جانب روزانہ کئی بار دیکھتا ہوں میں اس کی اطاعت سے تعجب کرتا ہوں جو میرے لئے کرتا ہے پس تو اس کو حکم دے کہ وہ تیرے لئے دعا کرے پس بلا شبہ اس کے لئے میرے پاس روزانہ دعا کرنا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو (۱/۱۳۲/۳) میں بیان کیا ہے، اس کی اسناد ملاحظہ کریں، وہ کہتے ہیں ہمیں جبرون بن عیسیٰ المقری نے بتایا، اس نے بتایا کہ ہمیں یحییٰ بن سلیمان الحفری نے بتایا، اس نے کہا ہمیں فضیل بن عیاض نے بتایا، اس نے منصور سے، اس نے عکرمہ سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا، نیز اس کے طریق سے ابو نعیم نے الحلیہ (۳/۳۴۵-۳۴۶) میں روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث غریب ہے اسے فضیل سے سوائے یحییٰ کے کسی نے بیان نہیں کیا اور اس یحییٰ میں کلام (ضعف) ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے روایت کرنے والا جبرون راوی ہے اور میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں جیسا کہ پہلے بھی ابھی اس کا ذکر گزر چکا ہے واللہ اعلم

گھر کی زکوٰۃ

(۳۱۸) لِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الدَّارِ بَيْتُ الضِّيَافَةِ

”ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے جب کہ گھر کی زکوٰۃ گھر میں مہمان نوازی کرنا ہے“۔

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں رافعی کی جانب منسوب کیا ہے اور وہ ثابت سے روایت کرتا ہے، مزید برآں اس نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۱۱۴) میں ابی شریح کی روایت سے (جزء مینی) میں ذکر کیا ہے (یہ اسی طرح ہے اور شاید (بیبی) ہو)۔

ہمیں احمد بن عثمان نہروانی نے خبر دی، اس نے کہا مجھے عبداللہ بن عبدالقدوس ابوصالح کرخی نے بتایا، اس نے کہا ہمیں عاصم بن علی نے بتایا، اس نے کہا ہمیں شعبہ نے ثابت سے، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ اور سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو ابوسعید نقاش رحمہ اللہ نے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اس حدیث کو احمد یا اس کے شیخ نے وضع کیا ہے، مزید برآں المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے اور جوزقانی رحمہ اللہ نے اس کو اباطیل میں بیان کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ عبداللہ بن عبدالقدوس راوی مجہول ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کا ایک دوسرا طریق ثابت سے روایت ہے جس کو ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۱۴/ ۱۳/ ۲) میں ابوطالب عیسیٰ بن محمد باقلانی سے روایت کیا ہے اسناد صحیح ہے، اس نے حماد بن سلمہ سے، اس نے اس کو ثابت سے روایت کیا ہے اس کو باقلانی کے حالات میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں جرح تعدیل کا ذکر نہیں کیا، پس یہ اس کی آفت ہے واللہ اعلم۔

پھر اس کے علاوہ پھر مجھے اس کا ایک دوسرا طریق معلوم ہوا جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو جرجانی رحمہ اللہ نے (۳۶۳) میں ابن عدی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، اس نے کہا کہ مجھے محمد بن قاسم بن شریح ابوسعید نے جرجان میں حدیث سنائی اس نے کہا عباس بن محمد دامغانی نے بتایا، اس نے کہا کہ مجھے علی بن حسین کوفی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ مجھے عقبہ بن زبیر نے بتایا، اس نے کہا مجھے علی بن عاصم نے بتایا، اس نے حمید الطویل سے، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے، اس کو بیان کیا، اس نے اس کو اس محمد بن قاسم کے حالات میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں ہے اور ابن عاصم ضعیف ہے جبکہ علی بن حسین رافضی ہے۔

سات جہنمی آدمی

(۳۱۹) سَبْعَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَيَقُوْلُ: اُدْخُلُوا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ: اَلْفَاعِلُ وَالْمَفْعُوْلُ بِهٖ وَالنَّاكِحُ يَدَهٗ وَنَاكِحُ الْبَهِيْمَةِ وَنَاكِحُ الْمَرْأَةِ فِيْ دُبُرِهَا وَنَاكِحُ الْمَرْأَةِ وَابْنَتِهَا وَالزَّانِيْ بِحَلِيْلَةِ جَارِهٖ، وَالْمُؤْذِيْ لِجَارِهٖ حَتّٰى يَلْعَنَهٗ۔

''سات اشخاص کی جانب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہیں دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور (ان سے مخاطب ہو کر) کہے گا کہ تم آگ میں داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ (۱) وہ شخص جو فاعل ہے اور مفعول بہ ہے (۲) اور وہ شخص جو اپنے ہاتھ کے ساتھ نکاح کرنے والا ہے (۳) اور وہ شخص جو چوپائے کے ساتھ وطی کرنے والا ہے (۴) اور وہ شخص جو عورت کے ساتھ دبر میں جماع کرنے والا ہے (۵) اور وہ شخص جو کسی عورت اور اس کی بیٹی کے ساتھ جماع کرنے والا ہے (۶) اور وہ شخص جو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے والا ہے (۷) اور وہ شخص جو اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت کرتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کو ابن بشران رحمہ اللہ نے (۸۶/۱-۲) میں عبداللہ بن لہیعۃ کے طریق سے ذکر کیا ہے، اس نے عبدالرحمان بن زیاد بن انعم سے، اس نے ابو عبدالرحمان حبلی سے اور اس نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ابن لہیعۃ راوی کے باعث ضعیف ہے بلاشبہ وہ دونوں حافظہ کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور منذری نے الترغیب (۱۹۵/۳) میں اس حدیث کے ایک ٹکڑے کو ذکر کیا ہے، نیز اس نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن ابی الدنیا اور الخرائطی نے اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا ہے، مزید برآں اس کے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے۔

جیسے محکوم ویسے حاکم

(۳۲۰) كَمَا تَكُوْنُوْا يُوَلّٰى عَلَيْكُمْ۔

''جس طرح کے تم ہو گے اسی طرح کے تم پر حاکم بنائے جائیں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس کو دیلمی رحمہ اللہ نے یحییٰ بن ھاشم کے طریق سے، اس نے یونس بن ابی اسحاق سے، اس نے اپنے والد سے، اس نے اپنے دادا سے اور اس نے سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں یحییٰ کے طریق سے، اس نے یونس بن ابی اسحاق سے اور اس نے ابو اسحاق سے مرسل روایت کیا ہے، جب کہ یحییٰ راوی کا شمار ان رواۃ میں ہے جو احادیث وضع کیا کرتے تھے لیکن اس کا ایک دوسرا طریق ابن جمیع کے نزدیک اس کی معجم میں اور القضاعی نے اپنی مسند میں (۱/۴۷) میں احمد بن عثمان کرمانی کے طریق سے اس نے مبارک بن فضالۃ سے، اس نے حسن اور اس نے سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ ابن طاہر نے ذکر کیا کہ مبارک کا اگر چہ کچھ ضعف کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جب کہ تہمت اس راوی پر ہے جو اس سے روایت کرتا ہے بلا شبہ ان میں جہالت کا وصف ہے، چنانچہ المناوی میں اسی طرح ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کشاف کی تخریج (۴/۲۵) میں بتایا ہے کہ اس کی اسناد میں مبارک (راوی) تک مجہول رواۃ ہیں۔

میں کہتا ہوں: اور اسی وجہ سے اس کو السلفی نے الطیوریات (۱/۲۸۲) میں ذکر کیا ہے۔ مزید برآں حدیث مفہوم کے لحاظ سے میرے نزدیک مطلقاً صحیح نہیں ہے جب کہ تاریخ اسلامی ہمیں آگاہ کر رہی ہے کہ ایک صالح شخص غیر صالح شخص کے بعد امیر بنا جب کہ قوم ایک ہی ہے۔

بچے کی پیدائش پر کان میں اذان

(۳۲۱) مَنْ وُلِدَلَهُ مَوْلُودٌ فَاَذَّنَ فِيْ أُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَاَقَامَ فِيْ أُذُنِهِ الْيُسْرٰى لَمْ تَضُرُّهُ أُمُّ الصِّبْيَانِ۔

”جس شخص کے ہاں لڑکا جنم لیتا ہے تو اس کے دائیں کان میں اذان دی جائے اور اس کے بائیں کان میں اقامت کہی جائے تو اس کو ام الصبیان کی بیماری لاحق نہیں ہوتی ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن السنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عمل الیوم واللیلۃ (ص ۲۰۰) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۱۸۲/۱۶) میں ابو یعلیٰ رحمہ اللہ کے طریق سے اور ابن بشران رحمہ اللہ نے الأمالی (۱/۸۸) میں اور ابو طاہر قرشی نے ابن مروان انصاری اور اس کے سوا کی حدیث میں (۱/۲) یحییٰ بن علاء رازی کے طریق سے اس نے مروان بن سالم سے اس نے عبداللہ العقیلی سے اور اس نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس کی سند موضوع ہے، یحییٰ بن مروان اور علاء بن سالم دونوں احادیث وضع کرتے تھے مزید برآں ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تحفة الودود (ص۹) میں بیہقی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے اور ساتھ ہی اس نے آگاہ کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس میں تساہل ہے جو پوشیدہ نہیں ہے اور اس طرح کا قول ہیثمی کا المجمع (۵۹/۴) میں ہے کہ اس کو ابویعلی رحمہ اللہ نے روایت کیا اس کی سند میں مروان بن سلیمان غفاری متروک (راوی) ہے جب کہ مناوی رحمہ اللہ نے شرح الجامع الصغیر میں اس کا تعاقب کیا ہے اس کا قول یہ ہے کہ جنابت اکیلے سر کو حاصل ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنابت میں یہ نہیں ہے کہ اس پر اس کے سوا کو محمول کیا جائے جب کہ معاملہ اس کے خلاف ہے اور اس کی سند میں یحییٰ بن علاء بجلی رازی ہے، ذہبی نے الضعفاء والمتروکین میں اس کو ذکر کیا اور المیزان میں ہے کہ احمد کذاب من گھڑت راوی ہے احادیث کو وضع کرتا تھا، بعد ازاں اس کی اخبار کو بیان کیا گیا ہے ان میں سے یہ بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کا موضوع ہونا، ان مؤلفین کی ایک جماعت پر پوشیدہ رہ گیا ہے جنہوں نے اذکار اور اوراد کے بارے میں تصانیف مرتب کی ہیں جیسے امام نووی رحمہ اللہ ہیں جب کہ انہوں نے اپنی کتاب میں ابن السنی رحمہ اللہ کی روایت کے ساتھ اس کو داخل کر دیا ہے اور اس کے ضعف کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا جب کہ اس پر اس کے شارح ابن علان نے (۹۵/۶) میں اس کی سند پر خاموشی اختیار کی ہے اور بعد ازاں امام نووی رحمہ اللہ کے بعد امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ آئے تو انہوں نے اس کو الکلم الطیب میں داخل کیا ہے پھر اس کے بعد ان کے شاگرد ابن قیم رحمہ اللہ آئے تو انہوں نے اس کو الوابل الصیب میں ذکر کیا البتہ ان دونوں نے اس کے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے جب ان دونوں نے اس کو شروع میں ذکر کیا ہے اور یہ کیفیت اگرچہ ان دونوں سے اس کی تضعیف پر خاموشی اختیار کرنے سے اس کو دور کرتی ہے جب کہ اس کے وارد کرنے پر مسئولیت کو بالکل ختم نہیں کر سکتا ہے اس لئے کہ اس میں معلوم کرایا گیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف تو ہے موضوع نہیں ہے، وگرنہ وہ دونوں اس کو مطلقاً وارد نہ کرتے اور یہ ایسی کیفیت ہے جس کو ہر وہ شخص سمجھتا ہے جو ان دونوں کی دونوں کتابوں پر اطلاع رکھتا ہے اور ہرگز پوشیدہ نہیں ہے جو اس میں ہے تو بلاشبہ ان دونوں کے بعد ایسے لوگ آئے ہیں جو ان دونوں کے انداز سے دھوکے میں گرفتار ہو گئے کہ اور وہ دونوں جلیل القدر ائمہ کرام ہیں اس لیے اس نے کہہ دیا ہے کچھ حرج نہیں ہے۔

اور اس طرح ضعیف حدیث فضائل اعمال کے لحاظ سے عمل کے قابل ہوتی ہے یا پھر اس کو دوسری ضعیف حدیث کا مشاہد سمجھا جاتا ہے جو کہ اس کو قوی بنا رہی ہے، اور وہ درحقیقت اس سے غافل ہے کہ

اس میں یا اُس میں شرط لگائی گئی ہے کہ اس کا ضعف زور آور نہ ہو اور میں نے اس شخص کو دیکھا ہے جو ان میں سے کسی چیز میں واقع ہوا جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ضعیف سند کے ساتھ ابو رافع سے ذکر کیا ہے، اس نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں نماز والی اذان کہی جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اس نے جنم لیا اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل ہے، جب کہ اس کے شارح علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ نے اس پر ائمہ کے کلمات کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے جو اس کے راوی عاصم بن عبید اللہ کے بارے میں تھا، اس کی اسناد کے ضعف کو بیان کیا ہے پس اگر آپ کہیں کہ اس حدیث پر عمل کیسے درست ہے جب کہ حدیث ضعیف ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ ہاں! یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس کی تقویت سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ ہو رہی ہے جس کو ابو یعلیٰ موصلی رحمہ اللہ اور ابن السنی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، پس آپ غور کریں کہ کیسے ضعیف حدیث موضوع حدیث کے ساتھ قوی ہوگئی ہے جبکہ حقیقتاً یہ اس وجہ سے ہے کہ اس کے وضع کا علم نہیں اور دھوکہ لاحق ہوا کہ بعض علماء نے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے انہوں نے اس کو ذکر کیا ہے، ہاں! البتہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تقویت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ ممکن ہے کہ نبی ﷺ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کے کلمات کہے، جب وہ پیدا ہوئے اور بائیں کان میں تکبیر کے کلمات کہے اس حدیث کو بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ ان دونوں کے اسناد میں ضعف ہے چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کو التحفة (ص ١٦) میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: شاید اس حدیث کی اسناد حسن کی حدیث کی اسناد سے بہتر ہے اس لحاظ سے کہ یہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث کا شاہد ہے، تو جب معاملہ اس طرح ہے تو وہ اذان کہنے کا شاہد ہے بلاشبہ اس کا تذکرہ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے البتہ رہا اقامت کا مسئلہ، تو وہ غریب اور اجنبی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

میرے اہل بیت اور دوزخ

(٣٢٢) سَأَلْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَنْ لَّا يُدْخِلَ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي النَّارَ فَأَعْطَانِيهَا۔

”میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو دوزخ میں داخل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ مجھے عطا کیا۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن بشران رحمہ اللہ نے الأمالی (۱/۵۶) میں بیان کیا ہے، ہمیں ابوسہل احمد بن محمد بن عبداللہ بن زیاد القطان نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں محمد بن یونس نے بتایا، اس نے کہا کہ ہمیں ابوعلی الحنفی نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں اسرائیل نے ابوحمزہ ثمالی سے، اس نے ابورجاء سے اور اس نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کی سند من گھڑت ہے، ابوحمزہ الثمالی کا نام ثابت بن ابی صفیہ ہے وہ ثقہ راوی نہیں ہے جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور محمد بن یونس کدیمی (راوی) ہے وہ مشہور ہے کہ حدیثیں گھڑتا ہے اور سیوطی رحمہ اللہ نے اچھا نہیں کیا کہ اس حدیث کو الجامع الصغیر میں روایت کیا ہے اور اس پر اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے بھی کچھ کلام نہیں کیا۔ البتہ اتنی قدر کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن سعد رحمہ اللہ نے اور ملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا جب کہ دیلمی رحمہ اللہ اور اس کے لڑکے کے نزدیک یہ حدیث بلا سند ہے۔

ندامت کے بعد معافی

(۳۲۳) مَا عَلِمَ اللّٰهُ مِنْ عَبْدٍ نَدَامَةً عَلٰى ذَنْبٍ اِلَّا غَفَرَ لَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ۔

”اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں کسی گناہ پر ندامت کو معلوم کرنے کے بعد اس کو معاف کر دیتا ہے اس سے پہلے کہ وہ مغفرت طلب کرے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم نے اس حدیث کو ہشام بن زیاد کے طریق سے، اس نے ابوالزناد سے اس نے قاسم بن محمد سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی تلخیص میں اس کا رد کیا ہے، ان الفاظ سے کہ میں کہتا ہوں ”بلکہ ہشام متروک راوی ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ ہشام (راوی) ثقہ قسم کے رواۃ سے موضوع روایات لاتا ہے اس لئے اس کے ساتھ استدلال پکڑنا جائز نہیں ہے جب کہ اس کا ایک اور طریق ہے اس کے الفاظ ہیں ما اذنب عبد ...... اور عنقریب اس کا ذکر آئے گا۔

معاف کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہے

(۳۲۴) مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ لَهُ رَبًّا اِنْ شَاءَ اَنْ يَّغْفِرَهُ لَهُ غَفَرَهُ لَهُ وَاِنْ شَاءَ اَنْ يُّعَذِّبَهُ عَذَّبَهُ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّغْفِرَ لَهُ۔

''جس شخص نے گناہ کیا اور پھر اس کو یقین ہوا کہ یقیناً اس کا پروردگار موجود ہے اگر وہ چاہے گا اس کو معاف کردے گا اور اگر اس کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے گا تو عذاب میں مبتلا کردے گا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہے کہ اس کو معاف کردے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابوالشیخ نے اس حدیث کو اپنی احادیث (۲/۱۸) میں اور طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث میں نسائی رحمہ اللہ سے (۱/۳۱۴) میں اور ابن حبان رحمہ اللہ نے الثقات میں (۲/۱۵۰) اور حاکم رحمہ اللہ نے مستدرك (۴/۲۴۲) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیة (۸/۲۸۶) میں اور مشرق بن عبداللہ الفقیہ نے اپنی حدیث (۲/۶۰) میں جابر بن مرزوق المکی کے طریق سے اس نے عبداللہ بن عبدالعزیز بن سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بن خطاب سے اس نے ابوطوالۃ سے، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے البتہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا رد کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ میں کہتا ہوں: نہیں اللہ کی قسم! جابر یہاں تک کہ حجت ہو بلکہ وہ منکر ہے اور اس کی حدیث بھی منکر ہے اور اس نے جابر کے احوال میں المیزان سے ذکر کیا ہے کہ وہ متہم راوی ہے اس سے قتیبۃ بن سعید اور علی بن بحر نے بیان کیا ہے کہ اس کی حدیث ثقہ راویوں کی حدیث کے مشابہ نہیں ہے، یہ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس حدیث سے وہ حدیث بے پرواہ کرتی ہے، جس کو حاکم نے اس سے ذرا پہلے ابو ہریرہ سے مرفوع بیان کیا ہے کہ بلاشبہ ایک بندے نے گناہ کیا، اس نے دعا کی اے میرے پروردگار میں گناہ کا مرتکب ہوا ہوں تو میرے اس گناہ کو معاف کر تو اس کے پروردگار نے فرمایا کہ میرے بندے کو اس بات کا علم ہے کہ اس کا پروردگار ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور مؤاخذہ بھی کرتا ہے تو اس کو معاف کردیا گیا۔ اور اس نے آگاہ کیا کہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے اور یہ حقیقت ہے جیسا کہ ان دونوں نے کہا ہے۔

استغفار کے بغیر معافی

(۳۲۵) مَنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اِطَّلَعَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ وَاِنْ لَمْ

يَسْتَغْفِرْ۔

”جس شخص نے کوئی گناہ کیا اس کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے گناہ کا علم ہے تو اس کے گناہ کو معاف کر دیا جاتا ہے اگرچہ وہ مغفرت نہ بھی طلب کرے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے کہا ہے (۲۱۱/۱۰) اس کی سند میں ابراہیم بن ہرام راوی متروک ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور دیگر محدثین رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے نیز اس حدیث پر غور کریں جو اس سے پہلے ذکر ہوئی ہے، اور جو چیز ان چاروں احادیث کو باطل قرار دیتی ہے جو شریعت محمدیہ میں متحقق ہے کہ نجات گناہ کے ہوتے ہوئے نہیں ہو سکتی اور نہ صرف اس حقیقت کے جاننے سے کہ اللہ تعالیٰ کو گناہ پر اطلاع حاصل ہے بلکہ خالص توبہ کا ہونا ضروری ہے۔

سو شہیدوں کا ثواب

(۳۲۶) مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ۔

”جس شخص نے میری سنت کے ساتھ تمسک اختیار کیا جب کہ میری امت فساد میں مبتلا ہے تو اس کے لئے ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (۲/۹۰) میں ذکر کیا ہے اور ابن بشران رحمہ اللہ نے الأمالي (۹۳/ ۲ اور ۱۴۱/ ۲) میں حسن بن قتیبہ سے، اس نے بتایا ہمیں عبدالخالق بن منذر نے ابن ابی نجیح سے روایت کیا، اس نے مجاہد سے اور اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ ضعف کا سبب حسن بن قتیبہ (راوی) ہے امام ذہبی نے المیزان میں اس کو (ھالك) کہا ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو گیا ہے، جب کہ دار قطنی نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا ہے اور ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے جب کہ الازدی نے اس کو کمزور حدیث بیان کرنے والا کہا ہے، عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ شخص زیادہ اوہام والا ہے، میں کہتا ہوں کہ اس کا شیخ ابن المنذر معروف نہیں ہے، جب کہ منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کے طریق سے الترغیب (۴۱/۱) میں بیہقی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ یہ حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ جو

اس سے قریب ہیں روایت کی گئی ہے اور یہ حدیث آگے ذکر ہو رہی ہے۔

ایک شہید کا ثواب

(۳۲۷) اَلْمُتَمَسِّكُ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي لَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ۔

''جو شخص میری سنت کے ساتھ تمسک اختیار کرنے والا ہے جب میری امت فساد میں مبتلا ہو تو اس کو ایک شہید کا ثواب حاصل ہوگا۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیۃ میں اس حدیث کو (۲۰۰/۸) میں طبرانی رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے، اس نے کہا کہ ہمیں محمد بن احمد بن ابی خیثمہ نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں محمد بن صالح العذری نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن ابی رواد نے عطاء سے انہوں نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعا کیا اور فرمایا یہ حدیث عبدالعزیز کا عطا سے روایت کرنے کی وجہ سے غریب ہے۔ میں کہتا ہوں: محمد بن صالح العذری کو میں نہیں پہچانتا۔ ہیثمی مجمع (۱۷۲/۱) میں بیان کرتے ہیں! اسے طبرانی رحمہ اللہ نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن صالح العدوی ہے (انہوں نے اسی طرح بیان کیا اور میں نے نہیں دیکھا ہے کہ کس نے اس کے احوال زندگی کو بیان کیا ہے جب کہ اس کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں اور اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ منذری کا قول (۴۱/۱) کہ اس کی اسناد میں کچھ حرج نہیں، انہوں نے یہ مناسب بات نہیں کی۔

تلاشِ علم کی برکت

(۳۲۸) مَنْ غَدَا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَبُورِكَ لَهُ فِي مَعَاشِهِ وَلَمْ يُنْتَقَصْ مِنْ رِزْقِهِ وَكَانَ عَلَيْهِ مُبَارَكًا۔

''جو شخص علم کی تلاش میں صبح سویرے نکلا اس پر فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور اس کے لئے اس کی زندگی میں برکت میسر آتی ہے اور اس کے رزق میں کمی نہیں آتی اور اس پر برکات نازل ہوتی ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، ابن بشران رحمہ اللہ نے (۲/۱۵۴) میں اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ جامع بیان العلم وفضلہ (۴۵/۱) میں معلق بیان کیا، ابوزکریا یحیٰی بن ہاشم کے طریق سے، اس نے کہا ہمیں مسعر بن کدام نے بیان کیا، اس نے عطیہ سے اور اس نے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعا

روایت کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی سند موضوع ہے یحییٰ بن ہاشم کو ابن معین اور دیگر نے کذاب کہا ہے اور عطیہ عوفی (راوی) ضعیف مدلس ہے، پھر مجھے یحییٰ کا ایک نہایت ضعیف متابع میسر آیا جس کو عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (ص۲۶) میں روایت کیا ہے کہ ہمیں عثمان بن صالح نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں اسماعیل بن اسحاق انصاری نے بیان کیا، اس نے کہا کہ ہمیں مسعر بن کدام نے بیان کیا اور عقیلی نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے، جب کہ شیخ انصاری کا شمار ان سے نہیں ہے جو حدیث کو قائم کرتے ہیں اور اسی طریق سے اس کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ذیل الاحادیث الموضوعة (ص۴۳) میں ذکر کیا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اس حدیث کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے العلل الموضوعات میں ذکر کیا ہے۔

[[اصل میں اسی طرح ہے جب کہ میں اس کو غلط باور کرتا ہوں اور درست العلل المتناهية ہے اس لئے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی دو کتابیں ہیں ایک الاحادیث الموضوعة ہے جس پر علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الآلی المصنوعة کی بنیاد رکھی ہے اور دوسری کتاب العلل المتناهية فی الاحادیث الواهية ہے جب کہ اس مقام میں یہ مقصود ہے۔واللہ اعلم]]

ایک سال کی تاخیر

(۳۲۹) رَحِمَ اللّٰهُ أَخِي يُوسُفَ لَوْ لَمْ يَقُلْ: (اِجْعَلْنِي عَلٰى خَزَائِنِ الْأَرْضِ) لَاسْتَعْمَلَهُ مِنْ سَاعَتِهِ وَلٰكِنَّهُ أَخَّرَ لِذٰلِكَ سَنَةً۔

”اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ یہ نہ کہتا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر نگران بنائیں تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کو اس پر متعین کر دیتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سال کے لئے اس کو مؤخر کر دیا۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تخریج الکشاف (۹۰/۴) میں کہا ہے کہ اس حدیث کو ثعلبی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسحاق بن بشر کے طریق سے روایت کیا ہے، وہ جویبر سے، وہ ضحاک سے اور ضحاک اس سے، جب کہ یہ اسناد ساقط ہے اور ثعالبی کے طریق سے اس کو واحدی نے اپنی تفسیر (۱/۹۳) میں بیان کیا ہے۔

امت کو ذلت سے بچانے کے لیے

(۳۳۰) سَأَلْتُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَ حِسَابَ أُمَّتِي إِلَيَّ لِئَلَّا تَفْتَضِحَ عِنْدَ الْأُمَمِ،

فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيَّ: يَا مُحَمَّدُ بَلْ اَنَا اُحَاسِبُهُمْ فَاِنْ كَانَ مِنْهُمْ زَلَّةٌ سَتَرْتُهَا عَنْكَ لِئَلَّا تَفْتَضِحَ عِنْدَكَ۔

''میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ میری امت کے حساب کو میری جانب کرے تاکہ میری امت دوسری امتوں کے نزدیک ذلیل قرار نہ پائے تو اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی کی اے محمد! بلکہ میں خود ان کا حساب لوں گا اگر ان سے کوئی لغزش ہوئی تو میں اس پر آپ کی وجہ سے پردہ ڈال دوں گا تاکہ امت آپ کے ہاں ذلیل نہ ہو۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص۱۷۹) میں دیلمی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر کیا ہے، دیلمی ابوبکر نقاش سے روایت کرتے ہیں، وہ حسن بن صقر سے، وہ یوسف بن کثیر سے، وہ داؤد بن منذر سے، وہ بشر بن سلیمان الاشعی سے، وہ اعرج سے وہ ابوصالح سے اور وہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں، بعدازاں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ نقاش راوی تہمت زدہ ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے باوجود اس نے اس کو اپنی کتاب الجامع الصغیر میں دیلمی کی روایت سے ذکر کیا ہے وہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جب کہ اس پر اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے خاموشی اختیار کی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے اور اس حدیث کو ابن شاذلی اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی روایت کیا ہے، بعدازاں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا ذکر ابن النجار کی روایت سے کیا ہے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کے مثل بیان کیا ہے جب کہ اس کی سند میں محمد بن ایوب الرقی ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ ابن عراق رحمہ اللہ نے بھی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ الموضوعۃ (ق ۱/۴۰۰) میں ذکر کیا ہے۔

دو ذبیحوں کا بیٹا

(۳۳۱) اَنَا ابْنُ الذَّبِيْحَيْنِ۔

''میں دو ذبیح انسانوں کا بیٹا ہوں۔''

تحقیق: ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، جب کہ الکشف (۱/۱۹۹) میں علامہ

زیلعی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے تخریج الکشاف میں وضاحت کی ہے کہ ہم نے اس کو اس لفظ کے ساتھ نہیں پایا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث تخریج الکشاف (۱۴۱/۴) میں ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں صراحت کی ہے کہ اس نے اسی طرح کہا ہے اور بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اصل میں اس کے اس قول کے بعد کہ اس نے اس کو روایت کیا ہے بیاض چھوڑا ہے کہ وہ وہاں پر املا کرانا چاہتا تھا لیکن املا نہ کرا سکا اور گویا کہ اس کا خیال ہے اس کا اصل اس نے اس کو نہیں پایا، واللہ اعلم۔

اور یہ حقیقت ہے کہ میں نے حاکم رحمہ اللہ کو پایا ہے کہ اس نے اس حدیث کو معلق ذکر کیا ہے اور یقین کے ساتھ اس کی نسبت نبی ﷺ کی جانب کی ہے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کو المستدرك (۵۵۹/۲) میں ذکر کیا ہے، اس کے بعد اس نے دو اثر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیے ہیں کہ ذبیح سے مقصود اسحاق علیہ السلام ہیں جب کہ میں نے اپنی جانب کے حدیث کے شیوخ کو دیکھا ہے اور تمام ملکوں میں جہاں سے ہم نے حدیث کا علم سیکھا کہ ان کا اس میں ہرگز اختلاف نہیں کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں اور ان کا انحصار اس کے بارے میں نبی ﷺ کے ارشاد پر ہے کہ میں دو ذبیح انسانوں کا بیٹا ہوں جب کہ اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے کہ آپ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں جب کہ دوسرا ذبیح آپ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں جب کہ اب میں ان ادلہ کے مصنفین کو پاتا ہوں اور وہ اس شخص کے قول کو پسند کرتے ہیں جو کہتا ہے کہ اس سے مقصود اسحاق علیہ السلام ہیں۔

میں کہتا ہوں: شاید حاکم رحمہ اللہ نے ذکر کردہ حدیث کے بارے میں اس حدیث کی جانب اشارہ کیا ہے جو چند صفحات پہلے (۵۵۱/۲) میں عبداللہ بن محمد العتبی کے طریق سے ہے، اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن سعید نے الصنابحی سے بیان کیا، اس نے بیان کیا، ہم سیدنا معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تھے اور لوگوں نے اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ کیا جو ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا ذبیح سے مقصود اسماعیل علیہ السلام ہیں اور بعض نے کہا بلکہ ذبیح تو اسحاق علیہ السلام ہیں، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا واسطہ اس شخص سے پڑا ہوا ہے جو تمہیں اس کے بارے میں آگاہ کرے گا، ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا، اس نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ نے شہروں کو خشک سالی میں مبتلا کر دیا ہے اور پانی بھی خشک ہو چکا ہے جب کہ اہل و عیال بھوک سے دوچار ہیں مال ضائع ہو گیا ہے پس آپ مجھے عطا کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فیء کا مال عطا کیا ہے اے وہ شخص جو دو ذبیح انسانوں کا بیٹا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرا پڑے آپ نے اس کی بات کا برا نہ منایا، تو ہم نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا؟ اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! دو

ذبیح کون ہیں تو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا! کہ عبدالمطلب نے جب زمزم کے کھودنے کا حکم دیا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں نذر مانی اگر اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ کو آسان بنائے گا تو وہ اس کے صلہ میں اپنے ایک لڑکے کو ذبح کرے گا اور اس نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ عبداللہ کے نام نکل آیا چنانچہ اس نے اسے ذبح کرنے کا ارداہ کیا لیکن اس کے ننھیال بنو مخزوم نے اس میں رکاوٹ کھڑی کی اور انہوں نے کہا کہ آپ اپنے پروردگار کو خوش کریں اور اپنے بیٹے کا فدیہ ادا کریں، چنانچہ اس نے اس کا فدیہ سو اونٹ دیئے جب کہ دوسرے ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

حاکم رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے البتہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے جب کہ اس نے کہا ہے کہ اس کی اسناد کمزور ہیں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۱۸/۴) میں بیان کیا ہے اس کے بعد اس نے اس کا ذکر اس انداز سے ابن جویر رحمہ اللہ کی روایت سے کیا ہے کہ یہ حدیث انتہا درجہ کی غریب ہے، البتہ جو **الکشف** میں ہے جو **شرح زرقانی علی المواھب** میں سے نقل کیا ہے کہ حدیث حسن ہے بلکہ حاکم رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ تعدد طرق کے باعث تقویت ہو رہی ہے۔ یہ تو زبردست وہم ہے پس بلاشبہ زرقانی نے کہا کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں اور اس میں اس کے باوجود نظر ہے جیسا کہ اس کا بیان آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

بعد ازاں الکشف کے صاحب نے اس پر تعاقب کیا ہے جو پہلے گزر چکا ہے اس کا قول ملاحظہ کریں۔

''میں کہتا ہوں: اور اس وقت اس کے منافی نہیں ہے جس کو الحلبی رحمہ اللہ نے اپنی سیرت میں سیوطی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں وہ رواۃ ہیں جو غیر معروف ہیں'' میں کہتا ہوں: آپ نے معلوم کر لیا ہے کہ بلاشبہ وہ طرق جن کی جانب زرقانی رحمہ اللہ کے کلام میں اشارہ ہے وہ اس حدیث کے لئے نہیں ہے تو ذہبی رحمہ اللہ اور سیوطی رحمہ اللہ قول اس کے ضعف پر متفق ہو گیا۔

اسحاق علیہ السلام ذبیح

(۳۳۲) اَلذَّبِيْحُ اِسْحَاقُ۔

''جن کو ذبح کیا گیا وہ اسحاق علیہ السلام ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں دارقطنی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے **الأفراد** میں ذکر کیا

ہے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ (راوی) ہیں جبکہ البـــزار اور مردویہ نے اس حدیث کو سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے اور ابن مردویہ نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے جب کہ اس میں تدلیس اور انقطاع ہے اور اس کے الفاظ ((أكرم الناس ....)) ہیں عنقریب اس کا مکمل ذکر آگے آئے گا جب کہ اس کو حاکم رحمہ اللہ نے (۵۵۹/۱) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے اس کے الفاظ الجامع کے ہیں اور اس نے اس حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین قرار دیا ہے جبکہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس کی سند میں سعید بن داؤد (راوی) ہے اور وہ ایسا قوی نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۱۷/۴) میں ذکر کیا ہے بعد اس کے کہ اس نے اس کو موقوف قرار دیا ہے جب کہ اس کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح قرار دیا گیا ہے تو شاید یہ حدیث سعید کے سواسے ہے۔ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو ابوالحسن الحربی نے الثانی من الفوائد (۱۷۰/۲) میں مبارک بن فضالۃ سے اس نے حسن سے اس نے احنف بن قیس سے اس نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے جب کہ اس کی یہ اسناد ضعیف ہے حسن راوی کے باعث وہ مدلس ہے جب کہ اس نے لفظ عَنْ کے ساتھ روایت کیا ہے اور مبارک (راوی) میں ضعف ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ کئی بار پہلے گزر چکا ہے اور اسی وجہ سے ہیثمی نے اس کو معلول قرار دیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ بزار رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں مبارک بن فضالۃ کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے ضعف کے باجود اس کی روایت میں اضطراب ہے کبھی اس کو موفوع روایت کیا ہے جیسا کہ اس کی روایت میں ہے اور کبھی اس کو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف کیا ہے جیسا کہ بغوی رحمہ اللہ نے اس کو علی بن الجعد (۲/۱۴۳/۱۳) سے روایت کیا ہے اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (۱۷/۴) میں ذکر کیا ہے جب کہ یہ زیادہ مناسب اور صحیح ہے۔

زرقانی رحمہ اللہ نے (۹۷/۱) میں کہا ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ مبارک (راوی) نے کبھی اس کو موفوع بیان کیا ہے چنانچہ بزار رحمہ اللہ نے اس کو اس سے مرفوع روایت کیا ہے ، میں کہتا ہوں: یہ تعاقب ضعیف ہے کیوں کہ مبارک ایسا راوی ہے جو حافظ اور ضبط والا نہیں ہے کہ اس کی ذاتی زیادتی کو قبول کیا جائے بلکہ اس کی روایت میں اضطراب کا ہونا اس کے ضعف پر دلیل ہے جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ جب کہ اس کا ذکر ایک دوسرے طریق سے ہے جو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ہے،

عنقریب اس کا ذکر (حدیث نمبر ۳۳۵ میں) آئے گا، اس کے الفاظ ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اپنے آباء کے حق کے ساتھ جب کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے طویل حدیث میں کیا ہے جس کا تذکرہ اس کی علت کے ساتھ ہی عنقریب آئے گا۔

نیز سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت ہے اس کو عقیلی رحمہ اللہ ہی (ص ۲۶۱) میں ذکر کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ حدیث محفوظ نہیں ہے اور ان شاء اللہ اس لفظ کے ساتھ ذکر آئے گا کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا...... خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے سبھی طرق ضعیف ہیں ان میں کوئی بھی استدلال کے لائق نہیں ہے جب کہ کسی میں دوسرے سے ضعف زیادہ ہے، اغلب بات یہ ہے کہ یہ روایات اسرائیلی ہیں جن کو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے بطور رخصت کے ذکر کیا ہے اور ان کو مرفوع قرار دینے میں کچھ ضعفاء نے خطا کی ہے اس ضعف کی جانب قسطلانی رحمہ اللہ نے المواھب میں ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ (اگر یہ صحیح ہے) اور زرقانی رحمہ اللہ نے ان طرق کا تعاقب کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو حاکم رحمہ اللہ نے متعدد طرق کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان دونوں کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے جب کہ اس خیال میں بہت اوہام ہیں ان پر متنبہ کیا جائے گا جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث (ح ۳۳۶) جس کے الفاظ دوسرے ہیں پر بات ہوگی، اس کے بعد زرقانی رحمہ اللہ نے (۹۸/۱) میں واضح کیا ہے یہ ایسی احادیث ہیں جو ایک دوسری کو مضبوط کر رہی ہیں جب کہ حدیث کا کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ وہ حسن ہو تو کس قدر خوش کن بات ہے جب کہ اس حدیث کو حاکم رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار نہیں دیا جب کہ حاکم نے اس کی تصحیح میں وھم کیا ہے عنقریب اس کی وضاحت آئے گی جب کہ حدیث کے طرق میں، ضعف اضطراب اور احتمال ہے کہ متون اسرائیلی ہیں بلکہ اکثر طور پر اسی طرح ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے پس یہ سب روکتے ہیں کہ ان کا بعض دیگر بعض کو مضبوط کرتا ہے بالخصوص جب کہ محقق علماء کرام شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ابن قیم رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ اس طرف گئے ہیں کہ ذبیح کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد (۲۱/۱) میں رقم طراز ہیں کہ یہ بات کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں تو یہ بیس سے زیادہ وجوہ کی بنا پر باطل ہے۔

میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ قول تو اہل کتاب سے اخذ کیا گیا ہے

حالاں کہ یہ باطل ہے ان کی کتاب میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو جو نوجوان ہے اس کو ذبح کریں اور اہل کتاب سمیت سبھی مسلمان اس میں شک نہیں کرتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام ان کے اکلوتے بیٹے تھے تو کیسے جائز ہے کہ کہا جائے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسحاق رحمہ اللہ کی ماں کو اسحاق رحمہ اللہ کی اور اس کے بیٹے یعقوب رحمہ اللہ کی خوشخبری دی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا جب وہ اس کے پاس خوش خبری لے کر آئے کہ آپ خوف زدہ نہ ہوں ہم تو لوط علیہ السلام کی قوم کی جانب بھیجے گئے ہیں جب کہ اس کی بیوی کھڑی تھی تو ہم نے اس کو اسحاق علیہ السلام اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوش خبری دی (ہود:۷۱) تو یہ محال ہے کہ اس کو خوش خبری دیں کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا پھر اس کے ذبح کا حکم دیں...... ''پھر مزید وجوہ کا ذکر کیا ہے جن میں اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار نہیں دیا ہے بلکہ صحیح بات یہی ہے کہ ذبیح اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ جو چاہے اسے دیکھ سکتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسحاق علیہ السلام کی دعا

(۳۳۳) إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى خَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يُغْفَرَ لِنِصْفِ أُمَّتِي، وَبَيْنَ أَنْ تُجِيبَ شَفَاعَتِي فَاخْتَرْتُ شَفَاعَتِي وَرَجَوْتُ أَنْ تَكُونَ أَعَمَّ لِأُمَّتِي وَلَوْ لَا الَّذِي سَبَقَنِي إِلَيْهِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ لَتَعَجَّلْتُ فِيهَا دَعْوَتِي أَنَّ اللهَ تَعَالَى لَمَّا فَرَّجَ عَنْ إِسْحَاقَ كَرْبَ الذَّبْحِ قِيلَ لَهُ يَا إِسْحَاقَ سَلْ تُعْطَ فَقَالَ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَعَجَّلَنَّهَا قَبْلَ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ :اللّٰهُمَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِكَ شَيْئًا فَاغْفِرْ لَهُ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ۔

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ میری آدھی امت کو معاف کیا جائے اور اس کے درمیان کہ میری شفاعت قبول ہو تو میں نے اپنی شفاعت کو ترجیح دی اور مجھے امید ہے کہ میری سفارش میری امت کے لئے عام ہوگی اور اگر نہ ہوتی وہ بات کہ جس کی جانب صالح بندہ مجھ سے سبقت لے گیا تو میں اس میں اپنی دعوت کو جلدی میں پیش کرتا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جب اسحاق سے ذبح کے کرب کو دور کیا تو اس کو کہا گیا اے اسحاق! آپ سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا تو اس نے کہا خبر

دار اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں دعا کو شیطان کے چوکوں سے جلدی کر رہا ہوں، اے اللہ! جو شخص فوت ہوا وہ تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا تھا لہٰذا تو اس کو معاف کر دے اور اس کو جنت میں داخل کر دے۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے بتایا کہ مجھے میرے باپ نے حدیث سنائی، اس نے کہا مجھے محمد بن وزیر دمشقی نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں ولید بن مسلم نے حدیث سنائی، اس نے کہا ہمیں عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے اس نے عطاء بن یسار سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔ اسی طرح تفسیر ابن کثیر (۱۶/۴) میں ہے اور اس نے کہا یہ حدیث غریب منکر ہے اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم (راوی) ضعیف الحدیث ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ حدیث میں کچھ زائد الفاظ مدرج ہوں اور وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب اسحاق علیہ السلام کے کرب وغم کو دور کیا آخر تک، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: ابن کثیر رحمہ اللہ کا خوف زدہ ہونا بعید ہے ظاہر ہے کہ ذکر کردہ زیادتی اس کا پورا تعلق اس کے ماقبل کے ساتھ ہے اور یہ قول ولو لا الذی، الخ، اس کو واضح کر رہا ہے، عبدالرحمٰن بن زید غایت درجہ ضعیف ہے حاکم رحمہ اللہ نے کہا کہ اس نے اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کی ہیں اس شخص پر پوشیدہ نہیں ہے جو اس فن میں ماہر ہے کہ ان کے بارے میں غور وفکر کرے کہ ان کو اس پر محمول کیا جائے۔

میں کہتا ہوں: آدم علیہ السلام کے وسیلہ کی حدیث کا یہی راوی ہے کہ آدم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ پیش کریں گے یہ حدیث موضوع ہے جیسا کہ اس کا بیان حدیث نمبر (۲۵) میں گزر چکا ہے۔ جب کہ میں نے وہاں اس احتمال کا ذکر کیا تھا کہ یہ حدیث اسرائیلی روایات سے ہے، عبدالرحمٰن بن زید نے اسے روایت کرنے میں غلطی کی ہے کہ اسے نبی سے مرفوعاً بیان کر دیا۔ یہاں میں یہ کہتا ہوں کہ حدیث میں یہ زیادتی بھی اسرائیلی روایات میں سے ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کعب احبار نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو احادیث سنائی جیسا کہ حاکم نے اس کا ذکر کیا ہے (۲/۵۵۷) کعب احبار تک اسناد کو پہنچایا ہے بعد ازاں کہا ہے یہ اسناد صحیح ہے اس پر میں کچھ غبار نہیں ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے جب کہ اس سے زیادہ واضح روایت عبدالرزاق کی ہے اس نے کہا ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی اس نے کہا ہمیں قاسم نے خبر دی اس نے کہا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور کعب احبار کسی ایک جگہ میں اکٹھے تھے تو سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کر رہا تھا اور کعب احبار کتابوں سے بیان کر رہا تھا، سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہے ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے جب کہ میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لئے چھپا رکھا ہے تو کعب نے اس سے دریافت کیا آپ نے یہ حدیث نبی ﷺ سے سنی ہے اس نے اثبات میں جواب دیا تو اس نے کہا کیا میں تجھے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں نہ بتاؤں کہ اس نے جب اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کو ذبح کا خواب دیکھا......

میں کہتا ہوں: اس نے واقعہ کو ذکر کیا اور اس میں یہ زیادتی نہیں ہے اسی لئے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بعض آثار کو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا ہے کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہیں کہ یہ سبھی اقوال (اللہ کو خوب علم ہے) کعب احبار سے مأخوذ ہیں اس لئے کہ جب وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی امارت میں مسلمان ہوا تو اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پرانی کتابوں سے احادیث بیان کرنا شروع کر دیں پس بسا اوقات سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سنا تو لوگوں کو رخصت دی کہ ان احادیث کو سنیں جو اس کے ہاں ہیں اور لوگوں نے اس سے نقل کیا جو اس کے پاس تھا، جب کہ اللہ کی قسم! (اللہ جانتا ہے) اس امت کو ایک حرف کی بھی ضرورت نہیں جو اس کے پاس تھا۔

کریمانہ اخلاق کا حامل

(۳۴۴) أَكْرَمُ النَّاسِ يُوسُفُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ إِسْحَاقَ ذَبِيحِ اللّٰهِ۔

”سب لوگوں سے زیادہ کریمانہ اخلاق والا شخص یوسف بن یعقوب بن اسحاق ذبیح اللہ علیہم السلام ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، اس حدیث کو اسی لفظ کے ساتھ طبرانی نے ابو عبیدہ کے طریق سے اس نے اپنے باپ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ سے استفسار کیا گیا لوگوں میں سے کون شخص زیادہ کریمانہ اخلاق والا ہے آپ نے فرمایا یوسف بن یعقوب علیہ السلام...... ہیثمی نے مجمع الزوائد (۸/۲۰۲) میں ذکر کیا ہے کہ اس روایت میں بقیہ (راوی) مدلس ہے اور ابو عبیدہ نے اپنے باپ سے نہیں سنا ہے، میں کہتا ہوں: لیکن بقیہ کی متابعت کی گئی ہے اس حدیث کو ابن المظفر نے غرائب شعبہ (۱/۱۳۸) میں روایت کیا ہے معاویہ بن حفص اور بقیہ دونوں سے انہوں نے شعبہ سے انہوں نے ابو اسحاق سے اس نے ابو عبیدہ سے اس نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: نیز اس حدیث کو شعبہ نے ابی اسحاق سے اس نے ابی الاحوص سے اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود علیہ السلام سے موقوف ذکر کیا ہے، اور یہی بات درست ہے، اسے طبرانی رحمہ اللہ نے کبیر (۳/۱۸/۱) میں اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۴/۱۷) میں ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث سیدنا ابن

مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں: حدیث صحیح مرفوع ہے لیکن اسحاق علیہ السلام اللہ کے ذبیح ہیں یہ زیادتی ہے جس کا انکار کیا جاتا ہے چنانچہ بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۶/ ۳۲۳-۲۲۴) اور مسلم رحمہ اللہ نے (۷/ ۱۰۳) میں سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا لوگوں میں سے کون زیادہ شرف و کرم والا ہے آپ نے فرمایا کہ جو ان میں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو انہوں نے عرض کیا ہم اس کے بارے میں دریافت نہیں کر رہے ہیں آپ نے فرمایا تو پھر سب لوگوں سے زیادہ کریمانہ اخلاق والا شخص یوسف علیہ السلام نبی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے تھے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے نبی کے بیٹے تھے اور خلیل اللہ کے بیٹے تھے اس حدیث میں ذبیح اللہ کا ذکر نہیں ہے اسلئے حدیث منکر ہے اور کچھ احادیث ایسی ہیں جو بتاتی ہیں کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام تھے وہ سب ضعیف ہیں، جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

آباؤ اجداد کا واسطہ

(۳۳۵) قَالَ دَاوُدُ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ فَقَالَ: أَمَّا إِبْرَاهِيمُ فَأُلْقِيَ فِي النَّارِ فَصَبَرَ مِنْ أَجْلِي وَتِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ وَأَمَّا إِسْحَاقُ فَبَذَلَ نَفْسَهُ لِيُذْبَحَ فَصَبَرَ مِنْ أَجْلِي وَتِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ وَأَمَّا يَعْقُوبُ فَغَابَ عَنْهُ يُوسُفُ وَتِلْكَ بَلِيَّةٌ لَمْ تَنَلْكَ۔

"داؤد نے کہا میں تجھ سے اپنے آباؤ اجداد ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں تو اللہ نے کہا لیکن ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں گرایا گیا اس نے میری وجہ سے صبر کیا اور یہ ایسی آزمائش ہے جو تجھے نہیں پہنچی اور اسحاق علیہ السلام نے اپنی جان کی قربانی پیش کی کہ اس کو میری وجہ سے ذبح کیا جائے اس نے میری وجہ سے صبر کیا اور یہ ایسی مصیبت ہے جو تجھے نہیں پہنچی اور یعقوب کا بیٹا یوسف علیہ السلام گم ہو گیا اور یہ ایسی مصیبت ہے جو تجھے لاحق نہیں ہوئی۔"

تحقیق: علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۸/ ۲۰۲) میں اس کو آخری درجہ کی ضعیف حدیث قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس حدیث کو بزار نے عباس سے ابی سعید کی روایت سے انہوں نے علی بن زید سے روایت کیا ہے جب کہ ابو سعید کو میں جانتا نہیں ہوں اور علی بن زید ضعیف

راوی ہے البتہ اس کو ثقہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس ابوسعید سے مقصود حسن بن دینار ہے اور وہ ضعیف راوی ہے چنانچہ ابن جریر نے اس حدیث کو زید بن حباب کے طریق سے اس نے حسن بن دینار سے اس نے علی بن زید بن جدعان سے اس نے حسن سے اس نے احنف بن قیس سے اس نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب سے بیان کیا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (۱۷/۴) میں اسی کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے اس کی اسناد میں دو ضعیف راوی ہیں ان میں سے ایک حسن بن دینار بصری ہے وہ متروک ہے اور علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہے۔ میں کہتا ہوں: حسن بن دینار کی کنیت ابوسعید ہے جیسا کہ المیزان میں ہے البتہ وہ متفرد نہیں ہے بلکہ اختصار کے ساتھ اس کی متابعت موجود ہے اس کے بعد ذکر ہونے والی حدیث ملاحظہ کریں۔ اس حدیث کو ابن مردویہ رحمہ اللہ نے بھی شرح المواہب للزرقانی (۹۸/۱) میں روایت کیا ہے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے القاعدۃ الجلیلہ میں یہ وضاحت کرتے ہوئے بیان کیا کہ یہ اسرائیلی روایات میں سے ہے اور یہی بات درستگی کے زیادہ مشابہ ہے۔

نفس کی سخاوت

(۳۳۶) قَالَ نَبِيُّ اللهِ دَاوُدَ يَا رَبِّ أَسْمِعِ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ رَبِّ إِسْحَاقَ؟ قَالَ: إِنَّ إِسْحَاقَ جَادَ لِي بِنَفْسِهِ۔

”اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار لوگوں کو سنائیں کہ وہ کہیں: اے اسحاق کے پروردگار! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ اسحاق نے میری رضا کے لئے خود اپنے نفس کی سخاوت کی۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مستدرک (۵۵۶/۲) میں زید بن حباب کے طریق سے اس نے حماد بن سلمۃ سے اس نے علی بن زید سے اس نے حسن سے اس نے احنف بن قیس سے اس نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس نے بتایا کہ یہ حدیث صحیح ہے لوگوں نے اس حدیث کو علی بن زید بن جدعان سے روایت کیا ہے جب کہ علی بن زید متفرد ہے۔ میں کہتا ہوں: ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں خاموشی کا اظہار کیا ہے اور اس کے قول سے زیادہ کچھ نہیں کہا ”دیگر لوگوں نے اس حدیث کو ابن جدعان سے روایت کیا“ جب کہ ابن جدعان ضعیف راوی اور منکر الحدیث ہے جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ سے پہلے یہ گزر چکا ہے اس حدیث میں جو اس

سے پہلے ہے اور البتہ زرقانی رحمہ اللہ کا قول شرح المواہب (۱/۹۷) میں ہے کہ ''حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو چند طرق کے ساتھ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس نے کہا ان دونوں کی شرط پر صحیح ہے جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

نیز اس حدیث کو ابن مردویہ نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی سند میں حسن بن دینار راوی متروک ہے اور اس کا شیخ منکر ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں کچھ اوہام ہیں پہلا وہم یہ ہے کہ یہ روایت حاکم رحمہ اللہ کے پاس سوائے اس سند کے نہیں۔ دوسرا یہ کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو مطلق طور پر صحیح کہا ہے، بخاری مسلم رحمہما اللہ کی شرط نہیں لگائی، تیسرا وہم یہ ہے کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے معلول قرار دیا ہے اس بنا پر کہ زرقانی رحمہ اللہ نے اس سے نقل کیا ہے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو جو اس سے پہلے گزر چکی ہے البتہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی علت تو وہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے جیسا کہ تین احادیث قبل گزر چکا ہے۔

شیطان کی ابراہیم علیہ اسلام سے ملاقات

(۳۳۷) اِنَّ جِبْرِیْلَ ذَھَبَ اِلٰی جَمْرَۃِ الْعَقَبَۃِ فَعَرَضَ لَہُ الشَّیْطَانُ فَرَمَاہُ بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ فَسَاخَ فَلَمَّا اَرَادَ اِبْرَاھِیْمُ اَنْ یَّذْبَحَ اِبْنَہٗ اِسْحَاقَ قَالَ لِاَبِیْہِ: یَا اَبَتِ اَوْثِقْنِیْ لَا اَضْطَرِبُ فَیَنْتَضِحَ عَلَیْکَ مِنْ دَمِیْ اِذَا ذَبَحْتَنِیْ فَشَدَّہٗ، فَلَمَّا اَخَذَ الشَّفْرَۃَ فَاَرَادَ اَنْ یَّذْبَحَہٗ نُوْدِیَ مِنْ خَلْفِہٖ (اَنْ یَّا اِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا)۔

''بلاشبہ جبریل ابراہیم علیہ السلام کو لے کر جمرۃ العقبۃ کی طرف گئے تو ابراہیم علیہ السلام کے سامنے شیطان آیا، ابراہیم نے اس کو سات کنکریاں ماریں، پس جب ابراہیم نے ارادہ کیا کہ اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرے تو اسحاق علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا اے میرے ابا مجھے باندھ لیں پھر میں حرکت نہ کروں گا کہ تجھ پر میرے خون کے چھینٹے پڑیں جب آپ مجھے ذبح کرنا چاہیں چنانچہ اس نے اس کو مضبوط باندھا تو جب اس نے چھری کو پکڑا اس کے ذبح کا ارادہ کیا تو اس کو اس کے پیچھے سے آواز آئی اے ابراہیم علیہ السلام! تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔''

تحقیق: یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۷۹۵) میں حماد بن سلمۃ کے طریق سے اس نے سعید بن جبیر سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا یہ سند ضعیف ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں، اس کی علت یہ ہے کہ عطاء بن السائب کو اختلاط ہو گیا تھا اور حماد نے اس سے اس حالت میں سنا اور قبول کیا پس زرقانی رحمہ اللہ کا قول شرح المواھب (۹۸/۱) میں ہے اور شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ نے المسند کی تعلیق میں اسے ذکر کیا کہ اس کی اسناد صحیح ہے، اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا جب کہ شیخ احمد سے معروف بات یہ ہے کہ وہ اس اسناد کی صحت میں استدلال کرتے ہیں کہ حماد نے عطاء کے اختلاط سے پہلے سنا ہے اس کا ذکر المسند وغیرہ میں بہت زیادہ مقامات میں ہے، اور یہ اس سے غفلت ہے جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تھذیب التھذیب میں بعض ائمہ سے ذکر کیا ہے کہ اس نے اس سے اختلاط میں بھی سنا تو اس وقت اس کی اس حدیث کو صحیح قرار دینا جائز نہیں البتہ جب واضح ہو جائے کہ اس نے اس سے اختلاط سے پہلے سنا ہے۔ اس حدیث کو حاکم رحمہ اللہ (۴۶۶/۱) نے دوسرے طریق سے ذکر کیا ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ذبح کے قصہ کے علاوہ مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس کو مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے نیز اس کو احمد (رقم: ۲۷۰۸) نے تیسرے طریق سے زیادہ مکمل ذکر کیا ہے اور اس میں قصہ ہے اور اس میں ذبیح کا نام اسماعیل علیہ السلام ہے اور یہی درست ہے اس کا بیان (ح ۳۳۲) پہلے گزر چکا ہے اس حدیث میں کہ ذبیح اسحاق علیہ السلام ہے۔

اہل عرب سے محبت اور دشمنی

(۳۳۸) إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ سَبْعًا فَاخْتَارَ الْعُلْيَا مِنْهَا فَسَكَنَهَا وَأَسْكَنَ سَائِرَ سَمٰوَاتِهٖ مَنْ شَاءَ مِنْ خَلْقِهٖ ثُمَّ خَلَقَ الْأَرْضِيْنَ سَبْعًا فَاخْتَارَ الْعُلْيَا مِنْهَا فَأَسْكَنَهَا مَنْ شَاءَ مِنْ خَلْقِهٖ ثُمَّ خَلَقَ الْخَلْقَ فَاخْتَارَ مِنَ الْخَلْقِ بَنِيْ آدَمَ وَاخْتَارَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ الْعَرَبَ وَاخْتَارَ مِنَ الْعَرَبِ مُضَرَ، وَاخْتَارَ مِنْ مُضَرَ قُرَيْشًا وَاخْتَارَ مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمَ وَاخْتَارَنِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ، فَأَنَا مِنْ خِيَارٍ إِلٰى خِيَارٍ فَمَنْ أَحَبَّ الْعَرَبَ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَ الْعَرَبَ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ ۔

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کو پیدا کیا ان میں سے سب سے اونچے

آسمان میں خود اقامت اختیار کی اور دیگر آسمانوں میں اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہا آباد کیا پھر ساتوں زمینوں کو پیدا کیا ان میں سے بلند زمین کو سکونت کے لئے پسند کیا تو اس میں جس کو چاہا آباد کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مخلوق سے آدم علیہ السلام کی اولاد کو پسندیدہ قرار دیا اور آدم علیہ السلام کی اولاد سے اہل عرب کو پسند کیا اور اہل عرب سے مضر قبیلہ کو پسند کیا اور مضر قبیلہ سے قریش کو پسند کیا اور قریش سے بنو ہاشم کو پسند کیا اور بنو ہاشم سے مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو پسند کیا تو میں بہت لوگوں میں سے بہتر ہوں اور بہتر لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہوں پس جو شخص اہل عرب سے محبت کرتا ہے تو وہ میری محبت کے سبب ان سے محبت کرتا ہے اور جو شخص اہل عرب سے دشمنی کرتا ہے تو وہ مجھ سے بغض رکھتے ہوئے ان سے بغض رکھتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، طبرانی رحمہ اللہ نے (۳/۲۱۰/۱) میں اس حدیث کو روایت کیا اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۴۵۸) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے (۳/۷۴/۲/۳۰۱/۲) اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ (ص ۱۲) پر اور اسی طرح حاکم رحمہ اللہ نے (۴/۸۶-۸۷) میں اور ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ نے العلو (۱۶۵-۱۶۶) میں اور عراقی رحمہ اللہ نے **محجة القرب الى محبة العرب** (۲/۲۰۱) میں محمد بن ذکوان کے طریق سے اس نے عمرو بن دینار سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ۔ میں کہتا ہوں: اور اس کی اسناد انتہا درجہ کی ضعیف ہے محمد بن ذکوان (راوی) کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے جب کہ دارقطنی رحمہ اللہ اور دیگر نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی متابعت نہیں ہے۔ البتہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو ایک دوسرے طریق سے عمرو بن دینار سے وہ سالم بن عبداللہ سے وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مختصر بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کی اسناد میں ایسے راوی ہیں جن کے حالات سے میں آشنا نہیں ہوں۔ نیز ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو العلل (۲/۳۶۷-۳۶۸) میں پہلے طریق سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ بلاشبہ یہ حدیث منکر ہے جب کہ ذہبی نے اس کا ابن ذکوان کے ترجمہ میں المیزان میں ذکر کیا ہے۔ اور جس چیز کا جاننا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث کا آخری حصہ جو پروردگار کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے نبی کی فضیلت کو متضمن ہے اس کا احادیث صحیحہ میں اثبات ہے جب کہ ہم نے اس کے کچھ حصے

کو موضوع حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے ذکر کیا تھا کہ ''جب عرب لوگ ذلیل ہو جائیں گے تو اسلام ذلیل ہو جائے گا'' اس مقام میں ہم نے عرب کی عجم پر فضیلت کے مسئلہ پر کلام کیا ہے اور اس کی حقیقت کو کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے تو آپ حدیث (نمبر۱۶۳) اور اس کے بعد والی حدیث کی جانب مراجعت کریں۔

ملک الموت کے دوست ادریس علیہ السلام

(۳۳۹) إِنَّ إِدْرِيْسَ كَانَ صَدِيْقًا لِمَلَكِ الْمَوْتِ فَسَأَلَهُ أَنْ يُّرِيَهُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ فَصَعِدَ بِإِدْرِيْسَ فَأَرَاهُ النَّارَ فَفَزِعَ مِنْهَا وَكَادَ يُغْشٰى عَلَيْهِ فَالْتَفَّ عَلَيْهِ مَلَكُ الْمَوْتِ بِجَنَاحِهِ فَقَالَ مَلَكُ الْمَوْتِ: أَلَيْسَ قَدْ رَأَيْتَهَا؟ قَالَ: بَلٰى، وَلَمْ أَرَ كَالْيَوْمِ قَطُّ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِ حَتّٰى أَرَاهُ الْجَنَّةَ فَدَخَلَهَا فَقَالَ مَلَكُ الْمَوْتِ انْطَلِقْ قَدْ رَأَيْتَهَا قَالَ: إِلٰى أَيْنَ؟ قَالَ مَلَكُ الْمَوْتِ: حَيْثُ كُنْتَ قَالَ إِدْرِيْسُ: لَا وَاللّٰهِ لَا أَخْرُجُ مِنْهَا بَعْدَ أَنْ دَخَلْتُهَا فَقِيْلَ لِمَلَكِ الْمَوْتِ: أَلَيْسَ أَنْتَ أَدْخَلْتَهُ إِيَّاهَا؟ وَإِنَّهُ لَيْسَ لِأَحَدٍ دَخَلَهَا أَنْ يُّخْرَجَ مِنْهَا۔

''بلاشبہ ادریس علیہ السلام ملک الموت کے دوست تھے تو انہوں نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کو جنت دوزخ کا مشاہدہ کروائے تو ملک الموت ادریس علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے کر بلند ہوئے تو اس نے اس کو دوزخ کا مشاہدہ کرایا تو وہ اس سے خوف زدہ ہوئے قریب تھا کہ وہ غشی کی زد میں آ جاتے چنانچہ ملک الموت نے اس کو اپنے پیروں کے ساتھ لپیٹ لیا تو ملک الموت نے اس کو مخاطب کر کے دریافت کیا کیا تو نے دوزخ کو پہلے نہیں دیکھا تھا ادریس نے جواب دیا دیکھا ہے لیکن آج کے دن کی طرح کبھی نہیں دیکھا، بعد ازاں اس کو اپنے ساتھ لے کر چلے یہاں تک کہ اس کو جنت کا مشاہدہ کرایا پس وہ اس میں داخل ہوا اس پر ملک الموت نے اس سے کہا اب آپ چلیں آپ نے جنت کو دیکھ لیا ہے، اس نے کہا کدھر؟ ملک الموت نے کہا! جہاں تو پہلے تھا ادریس نے کہا! نہیں اللہ کی قسم! میں ہرگز جنت سے باہر نہیں جاؤں گا جب کہ میں اس میں داخل ہو چکا ہوں تو ملک

الموت سے کہا گیا کیا تو نے خود اس کو جنت میں داخل نہیں کیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کسی شخص کے لئے لائق نہیں کہ وہ جنت میں داخل ہونے کے بعد وہاں سے باہر نکلے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو الاوسط میں ام سیدہ سلمة رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بیان کیا ہے علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے (۸/۱۹۹-۲۰۰) میں کہا ہے کہ اس کی اسناد میں ابراہیم بن عبداللہ بن خالد المصیصی (راوی) متروک ہے، میں کہتا ہوں: کہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں ذکر کہ'' میں کہتا ہوں: یہ شخص زبردست جھوٹا ہے حاکم نے بیان کیا اس کی احادیث موضوع ہیں۔

عطیہ دینے میں اولاد کی برابری

(۳۴۰) سَوُّوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا أَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ۔

''اپنی اولاد کو عطیہ دینے میں برابری کرو اگر میں کسی کو برتری عطا کرتا تو عورتوں کو برتری دیتا۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابوبکر الآجری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الفوائد المنتخبة (۱/۱۰۳/۱) میں اور طبرانی رحمہ اللہ نے (۳/۱۴۲/۲) میں اور حارث بن ابی اسامہ رحمہ اللہ نے المسند (ص۱۰۶، زوائد) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۶/۱۷۷) میں سعید بن منصور کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اسماعیل بن عیاش نے سعید بن یوسف سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے عکرمہ سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ اس کی اسناد ضعیف ہے، ابن یوسف جس کا یہاں تذکرہ ہے اس کے ضعف پر اتفاق کیا گیا ہے اور حافظ ابن عدی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث سے بڑھ کر اس کی کوئی حدیث منکر نہیں ہے اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو التقریب میں ضعیف قرار دیا ہے اور اس سے آپ کو معلوم ہو رہا ہے کہ الفتح میں (۵/۱۶۳) اس کا قول ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے، ہرگز حسن نہیں ہے! جب کہ حدیث کا پہلا حصہ صحیح ہے بخاری رحمہ اللہ، مسلم رحمہ اللہ اور اس کے علاوہ نے اس کے معنیٰ کو سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بعدازاں ہم نے حدیث کو پایا ہے کہ اس کو ابو محمد جوہری رحمہ اللہ نے الفوائد المنتقاة (۲/۷) میں اور اس سے ابن عساکر رحمہ اللہ

نے (۲/۱۸۴/۷) میں اوزاعی کے طریق سے اس نے کہا مجھے یحییٰ بن ابی کثیر نے بتایا اس نے کہا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور یہی حدیث بیان کی۔ جب کہ یہ اسناد **معضل** ہے اور یہی حدیث کا اصل ہے بلاشبہ اوزاعی **ثقة ثبت** راوی ہے تو سعید بن یوسف کی اس سے مخالفت ایسے دلائل سے ہے جو اس کے ضعف کی نشان دہی کرتے ہیں۔

اندھیرے میں روشنی کی طرح دیکھنا

(۳۴۱) كَانَ يَرٰى فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى فِي الضُّوْءِ۔

''آپ کو اندھیرے میں یوں دکھائی دیتا ہے جیسا کہ روشنی میں دکھائی دیتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، اس حدیث کو تمام نے الفوائد (۲۰۷/۱-۲ رقم ۲۲۱۰ میرے نسخہ کے مطابق) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۲۲۱) میں اور ان سے بیہقی رحمہ اللہ نے الدلائل (ج ۲ میں اس چیز کے بیان میں کہ نبی ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی پیٹھ پیچھے سے دیکھتے تھے) اور الخطیب رحمہ اللہ نے التاریخ (۲۷۲/۴) میں اور مکی مؤذن رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۲۳۶) میں اور الضیاء المقدسی رحمہ اللہ نے **المنتقیٰ** ہیں، ابی علی الاوقی کی حدیث سے (۲/۱) میں عبداللہ بن مغیرہ سے اس نے معلیٰ بن ھلال سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ام المومنین سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ بیہقی رحمہ اللہ نے کہا ہے یہ ایسی اسناد ہے جس میں ضعف ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ اس کی آفت یہ ابن المغیرہ ہے، عقیلی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ وہ ایسی احادیث بیان کرتا ہے جن کا اصل نہیں ہے جب کہ ابن یونس رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے جب کہ یہ حدیث ان میں سے ہے اس کے بعد اس نے کہا یہ سب موضوع روایات ہیں بعد ازاں میں نے استدراک کیا تو میں نے محسوس کیا کہ اس حدیث کو ابن المغیرہ کے شیخ پر محمول کرنا جو معلیٰ بن ہلال ہے زیادہ بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ناقدین نے اس کو جھوٹا قرار دینے پر اتفاق کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں کہا ہے، اور اس کی متابعت محمد بن مغیرہ المزنی نے کی ہے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اس کو اپنے باپ سے مرسل روایت کیا ہے، اس حدیث کو ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۱۲۸/۱۷) میں مخلص بن موحد بن عثمان التنوخی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں میرے باپ نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن مغیرہ نے بتایا جب کہ اس موحد (راوی) کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں کیا گیا اور اس محمد بن

مغیرہ کو میں نہیں پہچانتا ہوں ، بعد ازاں بیہقی رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ یہ حدیث ایک دوسرے طریق سے مروی ہے جو قوی نہیں ہے ہمیں ابو عبداللہ الحافظ نے خبر دی اس نے کہا مجھے ابو عبداللہ محمد بن خلیل نیشا پوری نے حدیث سنائی اس نے کہا ہمیں صالح بن عبداللہ نیشاپوری نے حدیث سنائی اس نے کہا ہمیں عبد الرحمن بن عمار الشہید نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں مغیرہ بن مسلم نے اس نے عطاء سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اسناد اندھیرے والی ہے اس لئے کہ جو روایت اس مغیرہ سے نیچے ہیں مجھے ان کے کوائف سے آگاہی حاصل نہیں ہے۔

عبدالحارث کی وجہ تسمیہ

(۳۴۲) لَمَّا حَمَلَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا إِبْلِيْسُ وَكَانَ لَا يَعِيْشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ سَمِّيْهِ عَبْدُ الْحَارِثِ فَسَمَّتْهُ عَبْدُ الْحَارِثِ فَعَاشَ وَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ وَأَمْرِهِ۔

”جب اماں حواء حاملہ ہوئی تو اس کے اردگرد ابلیس نے چکر لگایا جب کہ مائی حواء کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو اس نے کہا اس کا نام عبدالحارث رکھنا تو مائی حواء نے اس کا نام عبدالحارث رکھا چنانچہ وہ زندہ رہا جبکہ یہ بات شیطان کی وحی اور اس کے حکم کے باعث تھی۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ترمذی رحمہ اللہ نے (۲/۱۸۱۔ بولاق) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۲/۵۴۵) میں اور ابن بشران رحمہ اللہ نے الامالی (۲/۱۵۸) میں اور احمد رحمہ اللہ نے (۵/۱۱) میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی عمر بن ابراہیم کے طریق سے بیان کیا ہے کہ وہ قتادہ سے وہ حسن سے وہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کرتے ہیں! امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے ہم سوائے اس سند کہ عمر بن ابراہیم قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ نہیں پہچانتے۔ امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: ایسا نہیں ہے جیسا کہ انہوں نے کہا، حسن کا سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کے بارے میں اختلاف مشہور ہے، پھر وہ مدلس بھی ہے اور یہاں سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح بھی نہیں ملتی، امام

ذہبی رحمہ اللہ المیزان میں اس کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حسن اکثر تدلیس کیا کرتا، پس جب وہ حدیث بیان کرتے ہوئے یہ کہے کہ عن فلان تو اس کو دلیل بنانا کمزور ہے اور جو چیز اس کے ضعف کو واضح کر رہی ہے وہ ہے جس کے ساتھ اللہ پاک کے ارشاد کی تفسیر کر رہی ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا﴾ تو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صالح لڑکا عطا کیا تو ماں باپ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکاء کو کھڑا کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا تھا۔'' ذہن نشین کریں کہ حسن نے خود اس آیت کی تفسیر اس تفسیر کے خلاف کی ہے جو تفسیر اس حدیث میں ہے پس اگر اس کے ہاں حدیث صحیح مرفوع ہوتی تو اس سے کنارہ کشی اختیار نہ کرتا، چنانچہ اس نے اس کی تفسیر میں وضاحت کی ہے کہ یہ صورت حال بعض لوگوں میں تھی جب کہ آدم علیہ السلام کے بارے میں نہیں ہے۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (۲/ ۲۷۴-۲۷۵) میں اس کو چند طرق سے حسن سے ہی بیان کیا ہے، بعد ازاں ابن کثیر رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ اس کی اسانید حسن سے صحیح ہیں، اس نے آیت کی تفسیر اس انداز سے کی ہے جب کہ یہ سب تفاسیر سے احسن ہے اور زیادہ مناسب ہے جس پر آیت کو محمول کیا گیا ہے آپ مکمل کلام کا ملاحظہ کریں بلاشبہ نہایت نفیس ہے، اور اسی طرح علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے البیان فی اقسام القرآن (ص ۲۶۴) پر واضح کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھنے پڑھنے کی تعلیم حاصل کرنا

(۳۴۳) مَامَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی قَرَأَ وَکَتَبَ۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک فوت نہ ہوئے جب تک کہ آپ نے پڑھنا لکھنا معلوم نہ کر لیا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس کو ابوالعباس رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (ج ۳ رقم ۱۵۳ میرے نسخہ کے مطابق) میں اور طبرانی رحمہ اللہ نے ابی عقیل الثقفی کے طریق سے اس نے مجاہد سے بیان کیا کہ مجھے عون بن عبداللہ بن عتبۃ نے اپنے والد سے بیان کیا۔ پھر یہ حدیث ذکر کی۔ امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث منکر ہے اور ابو عقیل (راوی) ضعیف ہے جب کہ اس کا مفہوم کتاب اللہ کے مخالف ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الموضوعات (ص ۵) میں بیان کیا ہے، جب کہ صحیح بخاری (۷/ ۴۰۳-۴۰۹) میں سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے صلح حدیبیہ کے بارے میں ہے تو جب صلح نامہ تحریر کیا گیا اس میں تحریر کیا یہ فیصلہ محمد اللہ کے رسول کا ہے انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو رسول تسلیم نہیں کرتے اگر ہمیں یقین

ہوتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو ہم تجھے ہرگز نہ روکتے جب کہ تو محمد بن عبداللہ ہے، آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کا نبی (ﷺ) ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں، پھر آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میں ہرگز نہیں مٹاؤں گا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مکتوب شدہ کاغذ پکڑا، آپ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے تو آپ نے تحریر کیا، یہ فیصلہ ہے محمد بن عبداللہ کا...... چنانچہ اس کو اس کے ظاہر پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ اس باب سے ہے کہ **بنی الامیر المدینة** اس کا مفہوم یہ ہے کہ امیر نے شہر کی تعمیر کا حکم دیا ہرگز یہ معنیٰ نہیں ہے کہ امیر نے شہر کو بنایا تعمیر کیا اس کی دلیل بخاری کی ایک روایت (۹/۳۵۱-۳۸۱) میں ہے، اسی واقعہ میں سیدنا مسور بن مخرمۃ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ہے الفاظ یہ ہیں اللہ کی قسم! یقیناً میں اللہ کا نبی ہوں اگرچہ تم میری تکذیب کر رہے ہو تو آپ نے لکھنے والوں کو حکم دیا آپ محمد بن عبداللہ تحریر کریں اور اسی طرح **صحیح مسلم** (۵/۱۷۵) میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، اور اسی لئے **سہیلی** رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ سچی بات تو یہ ہے کہ **کُتِبَ** کا معنیٰ ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تحریر کرنے کا حکم دیا جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے **فتح الباری** (۷/۴۰۶) میں نقل کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے اور واضح کیا ہے کہ جمہور علماء کا یہی مذہب ہے اور یہ جملہ کہ آپ نے کاغذ کو پکڑا اس حقیقت کو واضح کر رہا ہے کہ آپ کا یہ حکم دینا کہ آپ یہ مجھے دکھائیں ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ آپ کو کلمہ کی جگہ دکھائے جو مجھ پر دشوار گزر رہا ہے کہ اس کو مٹاؤں اس لئے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے۔

دنیاوی زندگی میں بلندی

(۳۴۴) مَامِنْ عَبْدٍ يُحِبُّ أَنْ يَرْتَفِعَ فِي الدُّنْيَا دَرَجَةً فَارْتَفَعَ إِلَّا وَضَعَهُ اللهُ فِي الْآخِرَةِ دَرَجَةً أَكْبَرَ مِنْهَا وَأَطْوَلَ، ثُمَّ قَالَ: وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا۔

"نہیں ہے کوئی بندہ جو محبوب جانتا ہے کہ وہ دنیوی زندگی میں ایک درجہ بلند ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں ایک درجہ نیچا کرے گا وہ درجہ اس سے بڑا اور لمبا ہوگا بعد ازاں آپ نے فرمایا اور ضرورت آخرت کے لحاظ سے بڑی ہے اور زیادہ فضیلت والی ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴/۳۰۳-۳۰۴) میں ذکر کیا ہے عبد الغفور بن سعد انصاری کے طریق سے اس نے ابو ہاشم الرمانی سے اس نے زاذان سے اس نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد من گھڑت ہے ابن حبان رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے عبد الغفور راوی کا شمار ان سے ہے جو موضوع احادیث گھڑتے تھے جب کہ ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی حدیث کی کچھ حیثیت نہیں ہے اور بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ لوگوں نے اس کے ساتھ تعلق توڑ رکھا تھا۔

کسی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا

(۳۴۵) **يَقُوْمُ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ إِلَّا بَنِيْ هَاشِمٍ فَإِنَّهُمْ لَا يَقُوْمُوْنَ لِأَحَدٍ۔**

"ہر شخص دوسرے شخص کے آنے پر کھڑا ہو، البتہ بنو ہاشم کے لوگ کسی کے آنے پر کھڑے نہ ہوں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو جعفر الرزاز رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الأمالی کتاب کی چھ مجالس میں ذکر کیا ہے (ق ۲/۲۳۲) جعفر بن زبیر سے اس نے قاسم سے اس نے سیدنا ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے جب کہ طبرانی رحمہ اللہ نے بھی اسی طریق سے اس روایت کو ذکر کیا ہے جیسا کہ السمجمع (۸/۴۰ ہیثمی) میں ہے، اور اس نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں جعفر بن زبیر راوی متروک ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ وہ راوی تو کثرت کے ساتھ جھوٹ کہتا تھا احادیث وضع کرتا تھا اس کی کچھ احادیث کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے جن میں اس کو متہم قرار دیا گیا ہے اسی لئے شعبہ نے اس کو کذاب کہا ہے بلکہ اس نے ذکر کیا ہے کہ اس نے چار صد احادیث خود وضع کر کے نبی ﷺ کی جانب منسوب کر دی ہیں۔

بلکہ اس حدیث کے موضوع ہونے پر جو چیز دلالت کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث ایسی کیفیت کو ثابت کر رہی ہے۔ جس کے مخالف نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے بلکہ نبی ﷺ بھی تھے جب کہ آپ کو بنی ہاشم قبیلہ کا سردار تسلیم کیا جاتا ہے پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی آمد پر بھی کھڑے نہیں ہوتے تھے اس لئے کہ وہ اس حقیقت سے آشنا تھے کہ نبی ﷺ اس کیفیت کو ناپسند جانتے تھے جیسا کہ اس کا تذکرہ اس سے بعد والی حدیث میں ہو رہا ہے، مزید برآں بہترین ہدایت کا راستہ محمد ﷺ کی رہنمائی والا ہے، علاوہ ازیں ایسی صورت کا ثبوت بھی ملتا ہے جو اس حدیث کے مخالف ہے جب کہ اس کی اسناد

ہمارے نزدیک ضعیف ہے وہ استدلال کے لائق نہیں چنانچہ اس کے بعد اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ میں نے حدیث کے ایک دوسرے طریق کو بھی معلوم کیا ہے چنانچہ امام ابن قتیبة نے كتاب العرب او الرد على الشعوبية (ص۲۹۲، رسائل بلقاء) سے بیان کیا ہے کہ مجھے یزید بن عمرو نے محمد بن یوسف سے اپنے باپ سے اس نے ابراہیم سے اس نے مکحول سے مرفوعا اس کے مثل بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے دلیل کے لائق نہیں ہے اس لئے کہ اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت اس حدیث کا مرسل ہونا ہے اس لئے کہ مکحول تابعی ہے جب کہ دوسری علت یزید بن عمرو ابن قتیبة کا شیخ ایسا راوی ہے جس کے بارے میں مجھے علم نہیں، بعد ازاں میں نے اس کے ایک دوسرے طریق کو ان الفاظ کے ساتھ پایا ہے کہ کوئی بھی شخص کھڑا نہ ہو اس کا ذکر آئے گا بلکہ اس حدیث کے معارض ایک دوسری حدیث ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

عجمی لوگوں کا تعظیم کے لیے کھڑا ہونا

(۳۴۶) لَا تَقُوْمُوْا كَمَا تَقُوْمُ الْأَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔

”تم اس طرح کھڑے نہ ہو جس طرح عجمی لوگ کھڑے ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، جب کہ اس کی اسناد میں ضعف جہالت اور اضطراب ہے امام ابوداود رحمہ اللہ نے (۳۴۶/۲) میں اس کو ذکر کیا ہے اور احمد رحمہ اللہ نے (۲۵۳/۵) میں عبد اللہ بن نمیر کے طریق سے اور رامہرمزی رحمہ اللہ نے الفاصل (ص۶۴) میں اور تمام رحمہ اللہ نے الفوائد (۲/۴۱) میں اس نے یحییٰ بن ہاشم سے اور یحییٰ اور عبد اللہ دونوں نے مسعر سے اس نے ابوالعنبس سے اس نے ابوالعدبس سے اس نے ابومرزوق سے اس نے ابوغالب سے اس نے سیدنا ابوامامة رضی اللہ عنہ سے اس نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے آپ نے ایک لاٹھی پر ٹیک لگائی ہوئی تھی ہم آپ کی جانب کھڑے ہوئے تو آپ نے ذکر کردہ الفاظ فرمائے۔ پھر اس حدیث کو احمد نے سفیان سے اس نے مسعر سے اس نے اپنے باپ اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے باپ سے ان میں ابوغالب ہے اس نے سیدنا ابوامامة رضی اللہ عنہ سے بیان کیا، نیز عبد الغنی مقدسی رحمہ اللہ نے اس کو الترغیب فی الدعاء (۲/۹۳) میں اس کو سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے اس نے مسعر بن کدام سے اس نے ابومرزوق سے اس نے ابی العنبس سے اس نے ابی العدبس سے اس نے سیدنا ابوامامة رضی اللہ عنہ سے مزید برآں اس کو احمد نے

(۲۵۶/۵) میں اور رویانی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں (۲/۲۲۵/۳۰) میں یحییٰ بن سعید کے طریق سے اس نے مسعر سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہم سے ابو العدبس نے ابو خلف سے بیان کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابو مرزوق نے بتایا اس نے کہا کہ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب کہ الرویانی رحمہ اللہ نے الاعاجم کی جگہ یہود کا لفظ کہا ہے نیز ابن ماجہ (۴۳۱/۲) میں وکیع کے طریق سے اس نے مسعر سے اس نے ابو مرزوق سے اس نے ابو وائل سے اس نے سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے جب کہ یہ تو زبردست قسم کا اضطراب ہے یہ تنہا ہی حدیث کو ضعیف قرار دینے میں کافی ہے تو کیسے ضعیف نہ ہوگی جب کہ ابو مرزوق ضعیف راوی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں بیان کیا ہے کہ:

امام ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جس حدیث کی سند میں وہ منفرد ہو اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں، بعد ازاں اس نے اس کی اس حدیث کو پہلے طریق سے ذکر کیا ہے، پھر ابن ماجہ کی سند بیان کی وہاں صرف یہ کہا ابو وائل کی جگہ ابو العدبس بعد ازاں اس نے اس کو غلط قرار دیا ہے اور حواس باختگی کا نتیجہ قرار دیا ہے جب کہ بعض نسخوں میں ابو السدیس کی جگہ ابو وائل ہے جب کہ ابو العدبس راوی مجہول ہے ،جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں بیان کیا ہے اسی سبب کے باعث حافظ عراقی رحمہ اللہ نے حدیث کو الاحیاء کی تخریج (۱۸۱/۲) میں معلول قرار دیا ہے۔ امام منذری رحمہ اللہ اس حدیث کی حقیقی علت سے بے خبر رہے جب کہ اس علت سے مقصود جہالت ،ضعف اور اضطراب ہے جس کو میں نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے مختصر السنن (۹۳/۸) میں ابو غالب راوی کے باعث اس کو معلول قرار دے رہا ہے اس نے اس میں علماء کے اقوال کا ذکر کیا ہے جو آپس میں مختلف ہیں۔ جب کہ میرے نزدیک ترجیح اس کو ہے کہ وہ حدیث میں حسن ہے جب کہ منذری نے اس مقام میں کسی چیز کو راجح قرار نہیں دیا ہے البتہ الترغیب والترہیب (۲۶۹/۳۔۲۷۰) میں اس نے اس حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا کہ اس کی سند حسن ہے اس میں ابو غالب راوی کے بارے میں طویل کلام ہے میں نے اس کا تذکرہ مختصر السنن وغیرہ کتب میں کیا ہے جب کہ اس کو ثقہ قرار دینا غالب ہے، جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جب کہ حدیث کے ضعیف ہونے کی علت وہ رواۃ ہیں جو ابو غالب کے سوا ہیں جیسا کہ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے البتہ حدیث کا مفہوم صحیح ہے جب کہ

حدیث کھڑے ہونے کی کراہت پر دلالت کر رہی ہے جب کہ کوئی آدمی داخل ہو، مزید برآں اس مفہوم کی حدیث صحیح اور واضح ہے، چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کوئی شخص ان کے نزدیک زیادہ محبوب نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی نسبت اور وہ آپ کے آنے پر کھڑے نہیں ہوتے تھے جب کہ انہیں معلوم تھا کہ نبی ﷺ ان کے کھڑے ہونے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو الادب المفرد (ص ۱۳۶) اور ترمذی رحمہ اللہ نے (۷/۴) میں بیان کیا ہے اور صحیح کہا ہے الضیاء المقدسی رحمہ اللہ نے اس کو الاحادیث المختارۃ میں صحیح قرار دیا ہے نیز امام احمد رحمہ اللہ نے بھی المسند (۱۳۲/۳) میں بیان کیا ہے جب کہ اس کی اسناد مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح ہے۔

پس جب نبی ﷺ اپنی ذات کے لئے کھڑے ہونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں جب کہ آپ شیطان کے چوکوں سے معصوم ہیں تو اس لحاظ سے زیادہ مناسب ہے کہ آپ اپنے سوا کے لئے بھی اس کو مکروہ سمجھیں جب کہ وہاں فتنہ کا اندیشہ ہے تو اکثر مشائخ کا کیا حال ہے جو اس قیام کو سلفیت قرار دیتے ہیں اور اس سے مانوس ہیں گویا کہ یہ کوئی شرعی حکم ہے، ہرگز نہیں! بلکہ کچھ لوگ اس کو مستحب قرار دیتے ہیں وہ آپ ﷺ کے اس ارشاد سے استدلال کرتے ہیں جب کہ آپ نے حکم دیا کہ تم اپنے سردار کی جانب کھڑے ہو جب کہ یہ لوگ غفلت میں ہیں انہیں فرق کرنا چاہئے کہ کھڑا ہونا تو احترام کے پیش نظر ہے وہ مکروہ ہے جب کہ ضرورت کے پیش نظر کھڑے ہونا کہ آنے والے شخص کو سواری سے اتارنا مطلوب ہو اس لئے استقبال کرنا اس حدیث سے مقصود ہے، مزید برآں اس مفہوم پر مسند احمد کی ایک روایت دلالت کرتی ہے، مسند احمد کے الفاظ ہیں کہ تم اپنے سردار کی جانب کھڑے ہو جاؤ اور اس کو سواری سے اتارو جب کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہیں، مزید برآں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو فتح الباری میں قوی قرار دیا ہے جب کہ راقم الحروف نے اس کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ نمبر ۶۶ میں ذکر کیا ہے جب کہ شیخ قاضی عزالدین عبدالرحیم بن محمد القاہری الحنفی (۸۵۱) نے اس موضوع پر ایک رسالہ تحریر کیا اس کا نام تذکرۃ الانام فی النھی عن القیام رکھا میں اس رسالہ کو دیکھ نہیں سکا ہوں جب کہ کاتب جلبی نے اس کا تذکرہ کشف الظنون میں کیا ہے۔

امت محمدیہ اور بدترین لوگ

(۳۴۷) لَا تَزَالُ الْاُمَّةُ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مَالَمْ تَظْهَرْ فِیْهِمْ ثَلَاثٌ: مَالَمْ یُقْبَضْ

مِنْهُمُ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرُ فِيهِمْ وَلَدُ الْخَبَثِ وَيَظْهَرُ السَّقَّارُونَ قَالُوا: وَمَا السَّقَّارُونَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: بَشَرٌ يَكُونُونَ فِي آخِرِ الزَّمَانِ تَكُونُ تَحِيَّتُهُمْ بَيْنَهُمْ إِذَا تَلَاقَوُا اللَّعْنَ۔

''امت محمد یہ شریعت اسلامیہ پر قائم رہے گی جب تک کہ ان تین چیزوں کا ظہور نہیں ہوگا اولاً: جب تک ان سے علم نہ چھن جائے اور جب تک کہ ان میں ولد الزنا کی کثرت نہ ہو جائے اور بدترین لوگوں کی کثرت نہ ہو جائے، انہوں نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! بدترین لوگ کون ہیں آپ ﷺ نے واضح کیا آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے کہ جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے تو ان کا سلام یہ ہوگا کہ وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں جب ان کی باہم ملاقات ہوگی۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴/۴۴۴) میں زبان بن فائد سے روایت کیا ہے اس نے سہیل بن معاذ بن انس سے اس نے اپنے باپ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں اس کا رد کیا کہ میں کہتا یہ حدیث منکر قرار دیا ہے اس حدیث کی اسناد میں زبان راوی سے بخاری اور مسلم نے روایت ذکر نہیں کی ، میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے حالانکہ یہ راوی زہد وصلاح اور عبادت گزار شخص تھا۔

کرلا اور لعنتی کا بیٹا

(۳۴۸) هُوَ الْوَزَغُ بْنُ الْوَزَغِ الْمَلْعُونُ بْنُ الْمَلْعُونِ يَعْنِي مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ۔

''وہ تو کرلا ہے کرلے کا بیٹا ہے وہ لعنتی ہے اور لعنتی کا بیٹا ہے اس سے مقصود مروان بن حکم ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴/۴۷۹) میں میناء کے طریق سے ذکر کیا ہے جو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ہے اس نے بیان کیا کہ کسی شخص کا کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوتا

تھا مگر وہ اس بچے کو نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے تو آپ اس کے لئے دعا فرماتے، چنانچہ آپ پر مروان بن حکم کو داخل کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ تو کرلا ہے ملعون ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا رد کیا ہے اور بتایا ہے ہرگز نہیں اللہ کی قسم! میناء راوی کو ابو حاتم رحمہ اللہ نے کذاب کہا ہے، میں کہتا ہوں: ابن معین نے کتاب التاریخ والعلل (۲/۱۳) میں کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ نہ تھا اور نہ محفوظ تھا جب کہ اس نے بعض اوقات میناء راوی کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد کرے اور یعقوب بن سفیان نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے مزید برآں وہ امانت کے ساتھ موصوف نہ تھا ضروری ہے کہ اس کی حدیث کو تحریر نہ کیا جائے۔

حمیر قبیلہ امن وامان والا ہے

(۳۴۹) رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرًا أَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَأَيْدِيهِمْ طَعَامٌ وَهُمْ أَهْلُ أَمْنٍ وَإِيمَانٍ۔

''اللہ تعالیٰ حمیر قبیلہ پر رحم فرمائے ان کی زبان سلامتی والی ہے اور ان کے ہاتھ کھانا کھلاتے ہیں مزید برآں وہ امن وامان والے ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴/۳۷۸) میں ذکر کیا ہے اور احمد رحمہ اللہ نے (۲/۲۷۸) میں ذکر کیا ہے اور عراقی رحمہ اللہ نے اس کے طریق سے المحجة (۲/۴۶) میں میناء سے ذکر کیا ہے جو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا غلام ہے اس نے کہا میں نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا میرا گمان یہ ہے کہ اس کا تعلق قبیلہ قیس سے تھا، اس نے عرض کیا ''اے اللہ کے رسول! آپ حمیر پر لعنت کریں تو آپ ﷺ نے اس سے روگردانی کی تو وہ دوسری طرف سے آیا اور آپ نے پھر روگردانی کی تو نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ حمیر قبیلہ پر رحم فرمائے...... مکمل حدیث کے لفاظ کو دہرایا امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی طریق سے پہچانتے ہیں جب کہ میناء ایسا روای ہے جس سے منکر احادیث مروی ہیں۔

یں کہتا ہوں: کہ ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جیسا کہ اس کا ذکر اس سے پہلی حدیث میں لزر چکا ہے مزید برآں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو احمد رحمہ اللہ اور ترمذی رحمہ اللہ کی روایت سے لر کیا ہے اور اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کچھ کلام نہیں کیا ہے۔

اپنے دور کے امام کو نہ پہچاننا

(۳۵۰) مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

”جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے اپنے دور کے امام کو نہ پہچانا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔“

تحقیق: اس حدیث کا ان الفاظ کے ساتھ کوئی موجود نہیں ہے، جب کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے ہرگز یہ بات نہیں کہی جب کہ معروف روایت وہ ہے جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے انہوں نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے ہاتھ کو نکال دیتا ہے قیامت کے دن اس کی ملاقات اللہ تعالیٰ سے ہوگی تو اس کے پاس کچھ دلیل اور عذر نہ ہوگا اور جو شخص فوت ہوا جب کہ اس کی گردن میں بیعت نہیں ہے تو اس کی وفات جاہیت پر ہے۔

مزید برآں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مختصر منہاج السنۃ (ص ۲۸) میں ذکر کیا ہے اور یہ حدیث دلیل کے لحاظ سے کفایت کرتی ہے، جب کہ میں نے اس حدیث کو شیعہ کی بعض کتب میں دیکھا ہے علاوہ ازیں قادیانیوں کی کتب میں بھی دیکھا ہے وہ اس حدیث کی روشنی میں استدلال کرتے ہیں کہ ان کے دجال مرزا غلام احمد پر ایمان لایا جائے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اگر یہ حدیث صحیح ہو بھی تو اس حدیث کے مفہوم میں اس بات کی جانب معمولی اشارہ بھی نہیں ہے جس کا انہوں نے خیال کیا ہے جب کہ اس حدیث میں زیادہ سے زیادہ جس حقیقت کو اجاگر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا ایک امام متعین کریں جس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ یہ بات برحق ہے جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی حدیث دلالت کر رہی ہے۔

بعدازاں میں نے اس حدیث کو اصول الکافی میں پایا ہے جس کے مؤلف کلینی ہیں جو شیعہ علماء سے شمار ہوتے ہیں، اس نے اس کو (۱/۳۷۷) میں محمد بن عبدالجبار سے روایت کیا ہے اس نے صفوان سے اس نے فضیل سے اس نے حارث بن مغیرہ سے اس نے ابوعبداللہ سے مرفوعا بیان کیا ہے جب کہ ابوعبداللہ سے مقصود حسین بن علی رضی اللہ عنہما ہیں البتہ یہ فضیل بن حارث شخص جو اعور (بھینگا) ہے طوسی شیعہ نے اس کو **الفہرست** (ص ۱۲۶) میں ذکر کیا ہے، بعدازاں ابوجعفر سردی نے **معالم العلماء** (ص ۸۱) میں ذکر کیا ہے اور اس کے کوائف میں اس کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا ہے علاوہ اس کے کہ اس

نے ایک کتاب مرتب کی ہے جب کہ محمد بن عبدالجبار کو انہوں نے اس میں داخل نہیں کیا ہے اور اسی طرح اس کا تذکرہ ہماری کتب میں نہیں ہے تو یہ اس اسناد کا حال ہے جو ان کی کتاب الکافی میں موجود ہے جس کا شمار ان کی بہترین کتب سے ہے جیسا کہ المقدمة (ص ۳۳) میں ہے۔

علی رضی اللہ عنہ دنیا و آخرت کا بھائی ہے

(۳۵۱) يَا عَلِيُّ أَنْتَ أَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

''اے علی تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے' ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۲۸/۴) میں' ابن عدی رحمہ اللہ نے (۱/۵۹، ۱/۶۹) اور حاکم رحمہ اللہ نے (۱۴/۳) میں حکیم بن جبیر کے طریق سے اس نے جمیع بن عمیر سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ''جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں وارد ہوئے تو آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا تو علی رضی اللہ عنہ آئے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا ہے جب کہ مجھے کسی کے ساتھ اس رشتہ میں نہیں ملایا ہے تو اس کو نبی ﷺ نے مخاطب کر کے فرمایا: اے علی! تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے'' امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے جب کہ ترمذی کے شارح علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ حکیم بن جبیر ضعیف ہے اور وہ شیعیت کے ساتھ متہم ہے۔

میں کہتا ہوں: جرم اس اکیلے حکیم کے ذمہ لگانا انصاف نہیں ہے اس کے دو اسباب ہیں' پہلا سبب یہ ہے کہ اس کا شیخ جمیع بن عمیر متہم ہے ذہبی نے کہا ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ رافضی ہے احادیث وضع کرتا تھا اور ابن نمیر نے کہا ہے وہ بہت زیادہ جھوٹ کہنے والا تھا بعد ازاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ جب کہ دوسرا سبب یہ ہے کہ ابن جبیر اس روایت کے ساتھ جمیع سے متفرد نہیں ہے تو بلاشبہ سالم بن ابی حفصہ نے اس کی متابعت کی ہے اور وہ ثقہ ہے لیکن اس کی سند میں اسحاق بن بشر کاہلی ہے ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ اور موسیٰ بن ہارون رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کا شمار ان لوگوں سے ہے جو حدیث وضع کیا کرتا تھا اس نے اس کو حاکم رحمہ اللہ کے طریق سے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے جمیع راوی متہم ہے اور کاہلی راوی تباہ و برباد شخص ہے اور مزید اس کی متابعت کثیر النواء نے کی ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا ہے تو اس حدیث

میں اصل آفت یہ جمیع راوی ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ اس کی اکثر روایات ایسی ہیں جن کی متابعت اس کے علاوہ نے نہیں کی ہے، اسی لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ نبی ﷺ کا علی رضی اللہ عنہ سے رشتہ مواخات قائم کرنا جھوٹی باتوں سے ہے نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو مختصر منهاج السنة (ص ۳۱۷) میں برقرار رکھا ہے۔

جنت کا رفیق علی رضی اللہ عنہ

(۳۵۲) يَا عَلِيُّ أَنْتَ أَخِي وَصَاحِبِي وَرَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ۔

''اے علی تو میرا بھائی اور میرا ساتھی ہے اور جنت میں میری رفاقت میں ہوگا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، الخطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۶۸/۱۲) میں عثمان بن عبدالرحمن کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہمیں محمد بن علی بن حسین نے اپنے باپ سے اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد من گھڑت ہے، اس کی اسناد میں عثمان بن عبدالرحمن قرشی (راوی) کذّاب ہے متعدد بار اس کا تذکرہ ہو چکا ہے جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ بھائی چارے کی سبھی احادیث جھوٹ کا پلندہ ہیں علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے مختصر المنهاج (ص ۴۶۰) میں اس کو برقرار رکھا ہے۔

علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وحی

(۳۵۳) إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيَّ فِي عَلِيٍّ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي أَنَّهُ سَيِّدُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ۔

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں میری جانب اس رات کو تین باتوں کی وحی کی ہے جس رات مجھے اسراء کرایا گیا کہ علی رضی اللہ عنہ ایمان داروں کا سردار ہے اور پرہیز گاروں کا امام ہے اور ان لوگوں کا قائد ہوگا جن کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الصغیر (ص ۲۱۰) پر ذکر کیا ہے اس کی اسناد اس طرح ہے کہ امام طبرانی مجاشع بن عمرو سے، اس نے کہا ہمیں عیسی بن سوادہ النخعی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں ہلال بن ابی حمید وزّنے بیان کیا، اس نے عبداللہ بن حکیم الجہنی سے

مرفوعاً روایت کیا ہے، اور اس نے کہا ہے کہ اس اسناد میں مجاشع (راوی) متفرد ہے، میں کہتا ہوں: وہ تو کذاب ہے اور اسی طرح اس کا استاذ عیسیٰ بن سوادہ کذاب ہے اور صرف اسی کے باعث ہیثمی رحمہ اللہ نے (۱۲۱/۹) میں اس کو معلول قرار دیا ہے اور اس پر اکتفا کیا ہے، جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث اس شخص کے ہاں موضوع بھی ہے جس کا معمولی سا تعلق فن حدیث کے ساتھ ہے اس حدیث کی نسبت ہرگز رسول اللہ ﷺ کی جانب کرنا درست نہیں اور ہم کسی کے بارے میں معلومات نہیں رکھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کا سردار ہو اور پرہیز گاروں کا امام ہو اور سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کا لیڈر ہو سوائے ہمارے نبی محمد ﷺ کے آپ ہی کو یہ سب عظمتیں حاصل ہیں جب کہ لفظ بھی مطلق ہے اس لئے کہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے ''کہ میرے بعد ہو''۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے مختصر المنہاج (ص ۴۷۳) میں اس کا کو باقی رکھا۔

آدم علیہ السلام کس مٹی سے پیدا کیے گئے

(۳۵۴) خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى آدَمَ مِنْ طِينِ الْجَابِيَةِ وَعَجَنَهُ بِمَاءِ الْجَنَّةِ.

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو جابیہ مقام کی مٹی سے پیدا کیا ہے اور مٹی کو جنت کے پانی کے ساتھ گوندھا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (۱/۸) میں ذکر کیا ہے اور اس سے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق (۱۱۹/۲) میں اور اسی طرح الضیاء نے المجموع (۲/۶۰) میں ہشام بن عمار سے اس نے کہا ہمیں ولید بن مسلم نے اسماعیل بن رافع سے اس نے المقبری سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد انتہا درجہ کی ضعیف ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسماعیل بن رافع کو متروک الحدیث قرار دیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا اس کی بیان کردہ سب احادیث محل نظر ہیں بعد ازاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کے طریق سے ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے اسماعیل (راوی) کو یحییٰ اور احمد نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ولید (راوی) مدلس ہے جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی میں اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے کہ: میں کہتا ہوں: اسمٰعیل نے ترمذی رحمہ اللہ سے روایت کی ہے جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے منقول ہے اس نے کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی ہے مقارب الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: اس تعاقب میں کچھ فائدہ نہیں جب کہ ایک راوی بنفسہ ثقة ہوتا ہے لیکن حافظہ کے لحاظ سے برا ہوتا ہے جب کہ اس کا حافظہ سخت قسم کا کمزور تھا اسی وجہ سے اس کی احادیث میں کثرت کے ساتھ اغلاط ہیں اسی لئے وہ استدلال کے مقام سے گر گیا ہے جب کہ اسماعیل بھی اسی قبیل سے ہے علامہ ابن حبان نے اس کے بارے میں کہا ہے وہ صالح شخص تھا البتہ وہ احادیث کو تبدیل کر لیتا تھا اسی وجہ سے اس سے بیان کردہ اکثر احادیث منکر ہیں ذہن کی جانب یہ حقیقت سبقت لے جاتی ہے کہ وہ ارادتاً اس طرح کیا کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ محدثین کی جماعت نے اس کو متروك قرار دیا اور دیگر لوگوں نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری پر اس کا معاملہ مخفی رہا اور یہ قانون ہے کہ جرح مفسر کو مطلق تعدیل پر مقدم کیا جاتا ہے جب کہ یہ حقیقت واضح ہے اس کا سبھی کو علم ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے العلل (۲/۲۹۷) میں اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

صدیقین لوگ

(۳۵۵) اَلصِّدِّيْقُوْنَ ثَلَاثَةٌ حَبِيْبُ النَّجَّارِ مُؤْمِنُ آلِ (يٰسٓ) اَلَّذِيْ قَالَ (يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ) وَحِزْقِيْلُ مُؤْمِنُ آلِ فِرْعَوْنَ الَّذِيْ قَالَ (أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا أَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ) وَعَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَهُوَ أَفْضَلُهُمْ۔

''صدیقین کے وصف کے ساتھ موصوف لوگ تین اشخاص ہیں ایک شخص حبیب نجار ہے جو آل یٰس کا ایماندار شخص تھا جس نے کہا اے میری قوم! تم انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرو، جب کہ دوسرا شخص حزقیل ہے جو آل فرعون میں ایماندار تھا جس نے کہا تھا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے، جب کہ تیسرا شخص علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہے اور وہ ان سب سے افضل ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابونعیم رحمہ اللہ کی روایت سے المعرفة میں ذکر کیا ہے اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے اور اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کچھ کلام نہیں کی ہے البتہ اس قدر کہا ہے کہ اس روایت کو ابن مردویہ رحمہ اللہ اور دیلمی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیة رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ

حدیث جھوٹ ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے مختصر المنهاج (ص ۳۰۹) میں اس کو باقی رکھا ہے جب کہ یہی دلیل کافی ہے۔

اور جب ابن المطهر الشیعی نے اس کو احمد رحمہ اللہ کی روایت سے منسوب کیا تو اس پر شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے اس کا رد کرتے ہوئے انکار کیا اور واضح کیا ہے: کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند میں اور نہ فضائل میں بلکہ ہرگز اس کو روایت نہیں کیا ہے، البتہ قطیعی نے امام احمد کی کتاب پر جو خلفاء اربعۃ وغیرہ کے فضائل میں ہے اضافہ کیا ہے جو الکدیمی سے ہے کہ ہمیں حسن بن محمد انصاری نے بتایا اس نے کہا ہمیں عمرو بن جمیع نے بتایا اس نے کہا ہمیں ابن ابی لیلیٰ نے بتایا وہ اپنے بھائی سے وہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے وہ اپنے والد سے مرفوعاً روایت کرتا ہے تو اس عمرو (راوی) کے بارے میں ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ وضع کے ساتھ متہم ہے جب کہ الکدیمی کذب کے ساتھ مشہور ہے اس لحاظ سے حدیث ساقط الاعتبار ہوگی مزید برآں صحیح روایت میں علی کے سوا صدیق کا نام ہے، چنانچہ بخاری، مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے جب کہ آپ کے ساتھ سیدنا ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے تو پہاڑ متزلزل ہونے لگا اس پر نبی ﷺ نے (اُحد) کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کہ تم اپنی جگہ پر جمے رہو! تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہداء کے علاوہ اور کوئی نہیں ہیں، چنانچہ امام ذہبی نے مختصر (۴۵۲-۴۵۳) میں اس کو برقرار رکھا ہے، بعد ازاں مجھے حدیث کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس حدیث کو ابو نعیم رحمہ اللہ نے بھی کدیمی کی حدیث کے جز (۲/۳۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد اس طرح ہے، ہمیں حسن بن عبدالرحمٰن انصاری نے اس کو عمرو بن جمیع نے اس نے ابن ابی لیلیٰ سے اس نے اپنے بھائی عیسیٰ سے اس نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اس نے اپنے باپ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

عبادت کیا ہے

(۳۵۶) اَلنَّظَرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ وَنَظَرُ الْوَلَدِ إِلَى الْوَالِدَيْنِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عِبَادَةٌ۔

”قرآن پاک کے الفاظ پر نظر رکھنا عبادت ہے اور بیٹے کا والدین کی جانب دیکھنا عبادت ہے اور علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن ابی الفراتی نے اس حدیث کو محمد بن زکریا بن دینار کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عباس بن بکار نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عباد بن کثیر نے بیان کیا اس نے

ابی الزبیر سے اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی (۳۴۶/۱) میں بطور شاہد کے ذکر کیا ہے اور اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ روایت موضوع ہے اس لئے کہ محمد بن زکریا جو غلابی ہے وہ احادیث وضع کرنے کے لحاظ سے مشہور ہے جب کہ حدیث کے آخری جملہ کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے الموضوعات میں ایک جماعت کی روایت سے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہیں ذکر کیا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے ان سب کو معلول قرار دیا ہے جب کہ وہ اللآلی (۳۴۲/۱۔۳۴۶) میں کثرت کے ساتھ متابعات اور شواہد ذکر کر کے تعاقب کیا ہے اور اسی لئے اس کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص المستدرک (۱۴۱/۳) میں اس کے ایک شاہد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ اس کی یہ بات محل نظر ہے میں ان شاء اللہ اس کی وضاحت کے لئے عنقریب فراغت اختیار کروں گا۔

عزت وذلت کا پیمانہ

(۳۵۷) عَلِيٌّ إِمَامُ الْبَرَرَةِ وَقَاتِلُ الْفَجَرَةِ مَنْصُورٌ مَنْ نَصَرَهُ مَخْذُولٌ مَنْ خَذَلَهُ۔

”علی رضی اللہ عنہ پاک باز لوگوں کا امام ہے اور فاسق فاجر لوگوں کا قاتل ہے اس شخص کو غلبہ عطا ہوگا جو اس کی مدد کرے گا، اس شخص کو رسوائی سے ہمکنار ہونا ہے جو اس کی مدد سے کنارہ کش رہے گا۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۲۹/۳) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۲۱۹/۴) میں احمد بن عبداللہ بن یزید الحرانی سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی اس نے سفیان ثوری کا ذکر کیا اس نے عبداللہ بن عثمان بن خثیم سے اس نے عبدالرحمن بن عثمان سے اس نے بتایا کہ میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا اس حدیث کا ذکر کیا نیز اس نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے اور وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: اللہ کی قسم! یہ حدیث من گھڑت ہے اس کی اسناد میں احمد (راوی) کذاب ہے تو آپ باوجود معرفت کی وسعت کے کس قدر جہالت کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ المیزان میں ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا وہ احادیث وضع کرتا تھا بعدازاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ الخطیب رحمہ اللہ نے کہا ہے یہ روایت تو نہایت منکر روایت ہے۔

تمام لوگوں سے سبقت لے جانے والے

(۳۵۸) اَلسَّبَقُ ثَلَاثَةٌ فَالسَّابِقُ إِلٰى مُوْسٰى يُوْشَعُ بْنُ نُوْنٍ وَالسَّابِقُ إِلٰى عِيْسٰى صَاحِبُ يٰاسِيْنَ وَالسَّابِقُ إِلٰى مُحَمَّدٍ عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ۔

”دیگر لوگوں سے سبقت لے جانے والی تین شخصیات ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی جانب سبقت لے جانے والے یوشع بن نون علیہ السلام ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سبقت لے جانے والے صاحب یاسین ہیں جب کہ محمد ﷺ کی جانب سبقت لے جانے والے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہیں۔“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۱۱۱/۳) میں حسین بن ابی السری عسقلانی سے لائے ہیں اس نے کہا ہے کہ ہمیں حسین اشقر نے بیان کیا وہ کہتے ہیں ہمیں سفیان بن عیینہ نے ابن ابی نجیح سے انہوں نے مجاہد سے انہوں نے ابن عباس سے مرفوعاً ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں اس کی سند انتہا درجہ کی ضعیف ہے اگرچہ یہ من گھڑت نہیں، کیونکہ حسین الاشقر سے مقصود ابن الحسن کوفی ہے جو غالی شیعہ تھے، اس کو بخاری رحمہ اللہ نے غایت درجہ ضعیف قرار دیا ہے اس نے التاریخ الصغیر (۲۳۰) میں بتایا ہے کہ اس شخص کے پاس منکر احادیث ہیں جب کہ عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۹۰) میں امام بخاری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ راوی محل نظر ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ کی الکامل (۱/۹۷) میں ہے، سعدی نے بیان کیا ہے کہ وہ غالی قسم کا شیعہ تھا اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو بہترین لوگوں کو گالیاں دیتے ہیں جب کہ ان میں سے بعض نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے بعدازاں ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور جو احادیث بھی اس سے مروی ہیں ان سب میں ان کی جانب سے نکارت نہیں ہے۔ بسا اوقات اس شخص کی جانب سے جس سے حدیث مروی ہوتی ہے، اس لئے کہ ضعیف قسم کے کوفی رواۃ کی ایک جماعت روایات کو حسین الاشقر کے حوالہ کرتے ہیں باوجود اس کے کہ حسین کی بیان کردہ حدیث میں بعض باتیں محل نظر ہیں۔

میں کہتا ہوں: گویا ابن عدی رحمہ اللہ اس کلام سے اس قسم کی احادیث کی جانب اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ وہ روایت حسین بن السری کی روایت سے ہے تو بلاشبہ وہ اس کے برابر ہے بلکہ ضعف میں اس سے

بڑھ کر ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول ہے: کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے بھائی محمد نے کہا ہے تم میرے بھائی کی جانب سے تحریر نہ کرو اس لئے کہ وہ کذاب ہے اور ابوعروبہ الحرانی نے بیان کیا ہے وہ میرے والد کا ماموں ہے جب کہ وہ زبردست جھوٹا انسان ہے بعدازاں اس نے اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے جو طبرانی کی روایت کے واسطہ سے ہے، جب کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۵۷۰/۳) میں لکھا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے یہ حدیث تو صرف حسین الشقر کے طریق سے معروف ہے جب کہ یہ راوی شیعہ ہے اس کو چھوڑا گیا ہے جب کہ اس طرح کی وضاحت علامہ مناوی رحمہ اللہ نے عقیلی رحمہ اللہ سے کی ہے جب کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سے اس کو تہذیب التہذیب میں بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا ابن عیینہ سے کچھ اصل نہیں اور ہمارے نسخہ میں یہ الضعفاء عقیلی سے نہیں ہے، واللہ اعلم

مال کا زیادہ حقدار

(۳۵۹) كُلُّ أَحَدٍ أَحَقُّ بِمَالِهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ -

''ہر شخص اپنے مال کے بارے میں اپنے والد اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ حق دار ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سنن (۳۱۹/۱۰) میں عبدالرحمن بن یحییٰ کے طریق سے اس نے حبان بن ابی جبلہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور اس حدیث کو یہ کہہ کر معلول قرار دیا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے حبان بن ابی جبلہ قریشی کا شمار تابعین سے ہے، میں کہتا ہوں: یہ راوی تو ثقہ ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والے کو میں پہچانتا نہیں ہوں جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع میں سنن بیہقی کی جانب منسوب کیا ہے اور صحیح ہونے کا اشارہ دیا ہے جب کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس کی شرح میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ مصنف نے اس کی صحت کی جانب اشارہ کیا ہے جب کہ اس کا انداز غفلت پر مبنی ہے یا کوتاہی ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس پر استدراک کرتے ہوئے المہذب میں واضح کیا ہے اور آگاہ کیا ہے میں کہتا ہوں: یہ حدیث انقطاع کے باوجود صحیح نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۷۸/۶) میں سعید بن ابی ایوب سے روایت کیا ہے اس نے بشیر بن ابی سعید سے اس نے عمر بن المنکدر سے مرفوعاً مرسل روایت کیا ہے جب کہ من والدہ

سے آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں، مزید برآں بشیر اور عمر کو میں نہیں پہچانتا ہوں جب کہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کی الجرح والتعدیل (۳۷۴/۱/۱) میں ہے کہ بشیر بن سعید المدنی نے محمد بن المنکدر سے روایت کیا ہے جب کہ اس سے سعید بن ایوب نے روایت کی اس نے بتایا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ وہ یہ بات کہتے تھے جب کہ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ یہ وہی ہے البتہ اس کے نام اور اس کے شیخ کے نام میں جرح کے نسخہ سے یا السنن کے نسخہ سے تحریف رونما ہوگئی ہے، واللہ اعلم۔

جب کہ عجیب وغریب باتوں سے یہ ہے کہ ان کے بعض نے اس حدیث کے باعث استدلال کیا ہے کہ اولاد کے درمیان عطیات دینے میں برابری ضروری نہیں ہے، جب کہ یہ صحیح حدیث کے خلاف ہے کہ نبی ﷺ نے نعمان کے والد بشیر نامی شخص کو مخاطب کر کے استفسار کیا، جب اس نے اپنے ایک لڑکے کو غلام کا عطیہ دیا تھا کہ کیا تو نے اپنی سبھی اولاد کو اس طرح عطیہ دیا ہے اس نے نفی میں جواب دیا اس پر آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوف زدہ رہو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو، بخاری مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیحین میں ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کے راوی سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ہیں، مسلم رحمہ اللہ اور دیگر کتب کی روایت میں ہے کہ یہ کام درست نہیں ہے میں تو حق و صداقت پر گواہی دے سکتا ہوں، جب کہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں ہرگز ظلم پر گواہی نہیں دے سکتا ہوں، مزید برآں یہ حدیث ضعیف ہے اس کے ساتھ استدلال کرنا جائز نہیں کہ یہ حدیث سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مخالف ہے جب کہ ان دونوں کے درمیان تطبیق دینا ممکن ہے اس طرح کہا جائے گا کہ یہ حدیث عام ہے اور سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث خاص ہے اس کو اس پر مقدم کیا جائے گا اس طرح حدیث کا مفہوم یوں ہوگا کہ ہر شخص اپنے مال کا زیادہ حق دار ہے جب کہ شرعاً اس کا مال اس کی ملکیت میں ہے کہ ابن بشیر نے غلام کو شرعاً مالک نہیں بنایا تھا جیسا کہ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اس طرح تعارض نہ رہا، مزید اس بحث کی وضاحت کے لئے الروضۃ الندیۃ فی شرح الدرر البھیۃ (۱۶۶-۱۶۴/۲) کا مطالعہ کریں۔

ہبہ کب درست ہوتا ہے

(۳۶۰) لَا تَجُوزُ الْهِبَةُ إِلَّا مَقْبُوضَةً۔

”ہبہ کرنا درست نہیں جب تک کہ اس کو قبضہ میں نہ دیا جائے۔“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، اس حدیث کو عبدالرزاق رحمہ اللہ نے امام نخعی کا قول قرار دیا ہے

جیسا کہ امام زیلعی رحمہ اللہ نے اس کا نصب الرایۃ (۱۲۱/۴) میں ذکر کیا ہے اور سنت میں ہبہ کے بارے میں قبضہ کی شرط نہیں ہے۔(الروضہ الندیۃ ۱۶۸/۲) صحیح بخاری کے ابواب میں سے ایک باب کا عنوان ان الفاظ کے ساتھ ہے (اس شخص کا بیان جو پوشیدہ ہبہ کو جائز قرار دیتا ہے) اس سلسلہ میں فتح الباری (۱۶۰/۵) کا مطالعہ کریں۔

ہبہ میں رجوع نہیں

(۳۶۱) إِذَا كَانَتِ الْهِبَةُ لِذِي رَحِمٍ لَمْ يَرْجِعْ فِيهَا۔

"جب ہبہ رشتہ داروں کو دیا جائے تو اس میں رجوع نہ کیا جائے۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، دار قطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (ص ۳۰۷) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۵۲/۲) میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۸۱/۶) میں حسن کے طریق سے اس نے سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کو بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے جب کہ ان کے شاگرد بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس کی اسناد قوی نہیں ہے اور یہی قول درست ہے، حسن بصری کا سمرہ راوی سے سماع کے بارے میں اختلاف ہے، مزید برآں وہ مدلس راوی ہے اور اس نے عن کے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے تو کیسے اس کو صحیح قرار دیا جا سکتا ہے، مزید برآں زیلعی نے نصب الرایۃ (۱۱۷/۴) میں صاحب التنقیح علامہ ابن عبد الهادی سے نقل کیا ہے کہ اس نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں لیکن حدیث منکر ہے اور اس حدیث کا شمار ان منکر احادیث سے ہوتا ہے حسن سے اور حسن کی روایت سمرہ سے ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث صحیح حدیث کے مخالف ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو عطیہ بھجوائے پھر اس سے رجوع کرے سوائے اس عطیہ کے جو والد اپنے لڑکے کو عطا کرتا ہے وہ رجوع کر سکتا ہے اور اس شخص کی مثال جو عطیہ دیتا ہے پھر اس میں لوٹتا ہے اس کتے کی مثال ہے جو کھاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ سیر ہو جاتا ہے تو قئے کرتا ہے بعد ازاں اسی کو کھانے لگتا ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند (رقم ۲۱۱۹) میں ذکر کیا ہے اس کی سند صحیح ہے، نیز اصحاب السنن نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ ترمذی رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے انہوں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

تنبیہ: صدیق خان رحمہ اللہ نے الروضۃ الندیہ (۱۶۸/۲) میں اس حدیث کو دار قطنی رحمہ اللہ کی روایت

سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب کیا ہے اور یہ وہم ہے کیونکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اس کے نزدیک اس کے علاوہ دوسری ہے اور وہ یہ ہے۔

ہبہ میں رجوع قے کر کے چاٹنا ہے

(۳۶۲) مَنْ وَهَبَ هِبَةً فَارْتَجَعَ بِهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مَالَمْ يَثِبْ عَلَيْهَا وَلٰكِنَّهُ كَالْكَلْبِ يَعُوْدُ فِيْ قَيْئِهِ۔

''جس شخص نے ہبہ دیا پھر اس میں رجوع کیا تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا بدلہ نہ دیا جائے البتہ وہ اس کتے کی مانند ہے جو قئے کرنے کے بعد اپنی قئے کو چاٹنے لگتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام دار قطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سنن (۳۰۷) میں ابراہیم بن ابی یحییٰ کے طریق سے روایت کیا ہے وہ محمد بن عبید اللہ سے وہ عطاء سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایۃ (۱۲۵/۴) میں ذکر کیا ہے کہ عبد الحق رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی احکام کی کتاب میں محمد بن عبید اللہ العرزمی کے باعث معلول قرار دیا ہے۔ ابن القطان رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ عرزمی راوی کی جانب نہیں پہنچا ہے مگر ایک جھوٹی زبان سے اور وہ ابراہیم بن ابی یحییٰ اسلمی ہے تو شاید نقص اس کے باعث ہے، میں کہتا ہوں: العرزمی راوی متروک ہے جیسا کہ التقریب میں ہے جب کہ یہ روایت اس سے زیادہ بہتر اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے جس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ابن ابی لیلیٰ کے طریق سے اس نے اس حدیث کو عطاء سے روایت کیا ہے جب کہ ابن ابی لیلیٰ کا حافظہ درست نہ تھا۔

ہبہ کا حقدار کون ہے؟

(۳۶۳) مَنْ وَهَبَ هِبَةً فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا مَالَمْ يُثَبْ مِنْهَا۔

''جس شخص نے کسی چیز کو ہبہ کیا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا بدلہ نہ دیا جائے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو دار قطنی رحمہ اللہ نے (ص ۳۰۷) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۵۲/۲) میں اور اسی سے بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۸۰/۶) میں عبید اللہ بن موسیٰ کے طریق سے اس نے کہا

مجھے حنظلة بن ابی سفیان نے خبر دی اس نے کہا میں نے سالم بن عبداللہ سے سنا وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتا ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بخاری مسلم کی شرط پر صحیح کہا، البتہ اس حدیث میں دارومدار ہمارے شیخ اسحاق بن محمد پر ہے جو خالد ہاشمی رحمہ اللہ کے بیٹے ہیں اور ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص المستدرك میں اس کا کچھ تعاقب نہیں کیا ہے اس نسخہ کے مطابق جو مطبوعہ ہے، جب کہ مناوی رحمہ اللہ نے شرح الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے کہ مجھے تلخیص المستدرك کے ایک نسخہ پر اطلاع ہوئی جو امام ذہبی رحمہ اللہ کے قلم کے ساتھ تحریر تھا تو میں نے اس میں دیکھا کہ اس نے حاشیہ پر اپنے خط کے ساتھ تحریر کیا کہ یہ موضوع ہے، البتہ المیزان میں اس نے اس اسحاق کے حالات میں کہا ہے کہ اس سے حاکم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کو متہم قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں حاکم رحمہ اللہ کے قول کا ذکر کیا ہے جو اس کے شیخ کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے اور اس کے بعد یہ بات کہی ہے کہ:

میں کہتا ہوں: اس کو اس پر محمول کرنا بلاشبہ درست ہے جب کہ یہ کلام عمر کے قول سے معروف ہے جو مرفوع نہیں ہے۔ یہ تو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی جانب سے عجیب قسم کی غفلت ہے جب کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو اسحاق کے طریق کے غیر سے ذکر کیا ہے پس اس کی ذمہ داری اس سے دور ہوگئی اور دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کے بعد کہا ہے اس حدیث کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف ہے جب کہ اصل میں مرفوع ہے، یہ طباعت کی غلطی ہے۔ مزید برآں امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اس میں غلطی عبیداللہ بن موسیٰ کی جانب سے ہے یہ حقیقت ہے کہ جب اس نے اس کو حاکم رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے تو بتایا ہے کہ اسی طرح اس کو علی بن سہل بن مغیرۃ نے جو امام دارقطنی رحمہ اللہ کے شیخ ہیں اس نے عبیداللہ سے روایت کیا ہے جب کہ یہ وہم ہے، جب کہ محفوظ یہ ہے کہ یہ حنظلة نے سالم بن عبداللہ سے اس نے عبداللہ سے اس نے عمر بن خطاب سے موقوفاً روایت کیا ہے پھر اس کی اسناد کو عبداللہ بن وہب تک پہنچایا ہے وہ حنظلة سے روایت کرتا ہے اور اسی طرح وکیع نے اس کو حنظلة سے روایت کیا ہے جیسا کہ محلی ابن حزم (۱۰/۱۲۸) میں ہے۔

بعد ازاں میں نے دیکھا کہ زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایہ (۴/۱۲۶) میں ذکر کیا کہ بیہقی رحمہ اللہ نے المعرفہ میں کہا ہے یہ غلط ہے اس میں عبیداللہ بن موسیٰ ہے اور درست روایت عبداللہ بن وہب سے ہے اور علامہ زیلعی نے اس کو برقرار رکھا ہے اور اس کے موقوف ہونے کی تائید اس سے ہو رہی ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو سعید بن منصور کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں سفیان نے بتایا وہ عمرو

بن دینار سے وہ سالم سے وہ اپنے باپ سے وہ عمر سے موقوف روایت کرتے ہیں نیز بعض ضعیف رواۃ نے اس کو مرفوعاً بیان کیا ہے اس سے مقصود ابراہیم بن اسماعیل بن جاریۃ ہیں اس نے عمرو بن دینار سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع بیان کیا ہے، اس حدیث کو ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (۷۰/۲) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ یہ متن اس اسناد کے ساتھ زیادہ مناسب ہے اور ابراہیم بن اسماعیل (راوی) محدثین کے نزدیک ضعیف ہے اور عمرو بن دینار سے مرفوعاً روایت میں انقطاع ہے جب کہ عمرو بن دینار سے محفوظ روایت یہ ہے کہ وہ سالم سے وہ اپنے باپ سے وہ عمر سے موقوف روایت کرتا ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا یہ زیادہ صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث نبی ﷺ کے اس قول کے مخالف ہے کہ جو شخص اپنے ہبہ میں واپس لوٹتا ہے وہ اس کتے کی مانند ہے جو قئے کے بعد اس کو چاٹنے لگتا ہے بلاشبہ یہ حدیث عمومیت کے لحاظ سے اس میں لوٹنے سے روکتی ہے جب کہ اس کی تخصیص اس حدیث کے ساتھ جائز نہیں اس لئے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

مسجد نبوی ﷺ میں چالیس نمازیں

(۳۶۴) مَنْ صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِیْ أَرْبَعِیْنَ صَلَاۃً لَا یَفُوْتُہٗ صَلَاۃٌ کُتِبَتْ لَہٗ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَنَجَاۃٌ مِّنَ الْعَذَابِ وَبَرِیْءٌ مِّنَ النِّفَاقِ۔

”جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کیں اس سے ایک نماز بھی فوت نہیں ہوئی تو اس کے لئے تحریر کیا جاتا ہے کہ وہ دوزخ سے بری ہے اور اس کو عذاب سے نجات حاصل ہوگئی اور وہ نفاق سے بری ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے (۱۵۵/۳) میں ذکر کیا ہے اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الوسیط (۲/۱۲۵/۱) زوائد المعجمین میں) عبدالرحمٰن بن ابی الرجال کے طریق سے اس نے نبیط بن عمرو سے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے صرف نبیط نے ذکر کیا ہے، اس کی اسناد میں عبدالرحمٰن متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس کی اسناد بھی ضعیف ہے یہ نبیط راوی غیر معروف ہے صرف اسی حدیث میں پہچانا گیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کا تذکرہ ثقہ راویوں میں کیا ہے اپنے اس قاعدہ کی بنیاد پر کہ ابن حبان رحمہ اللہ مجہول رواۃ کی بھی توثیق کر دیتا ہے اور یہی قول علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا اعتماد کے قابل ہے جو اس

نے المجمع (۸/۴) میں کیا ہے اس حدیث کو احمد رحمہ اللہ اور طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، البتہ علامہ منذری رحمہ اللہ کا قول جو الترغیب (۱۳۶/۲) میں ہے کہ اس کو احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راویان صحیح کے راوی ہیں اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں ذکر کیا ہے یہ تو ظاہر وہم ہے، اس لئے کہ یہ (نبیط) راوی صحیح کے رواۃ سے نہیں ہے بلکہ اس کی روایت کو کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے جو ان کے علاوہ چھ محدث ہیں اور وہ چیز جو اس حدیث کو ضعیف قرار دیتی ہے کہ یہ حدیث دو طریق سے مروی ہے ان میں ایک طریق دوسرے طریق کو تقویت دیتا ہے جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع اور موقوف ہے اس کے الفاظ یہ ہیں جس شخص نے چالیس نمازیں با جماعت ادا کیں تکبیر اولیٰ میں شامل ہوتا رہا اس کے لئے دو قسم کی برأتیں ثابت ہو جاتی ہیں، ایک برأت دوزخ سے ہے اور دوسری برأت نفاق سے ہے امام ترمذی رحمہ اللہ نے (۷/۱، تحقیق احمد شاکر) اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ اس کا شاہد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعا ہے اس کو ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (۲۶۶/۱) میں ضعیف اور منقطع اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ حدیث کے یہ الفاظ مسند احمد رحمہ اللہ کی حدیث کے مکمل طور پر مغائر ہیں اور احمد کی حدیث اس سے قوی ہے پس اس کا ضعف پختہ ہو گیا۔

دوست کو کفن پہنانا

(۳۶۵) جَهِّزُوْا صَاحِبَكُمْ فَإِنَّ الْفَرَقَ فَلَذَ كَبِدَهُ۔

''اپنے رفیق کو کفن پہناؤ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خوف نے اس کے جگر کو پاش پاش کر دیا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴۹۴/۱) میں ابن ابی الدنیا کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ مجھے محمد بن اسحاق بن حمزہ بخاری نے حدیث بتائی اس نے بیان کیا مجھے میرے باپ نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے حدیث سے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن مطرف نے ابو حازم سے، میں اس کے بارے میں خیال کرتا ہوں: کہ اس نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک انصاری نوجوان کے دل میں دوزخ کا خوف گھر کر گیا چنانچہ وہ دوزخ کا تذکرہ کرتے ہوئے رویا کرتا تھا یہاں تک کہ وہ اس کے باعث گھر میں بند ہو گیا چنانچہ اس کا تذکرہ نبی ﷺ کی خدمت میں کیا گیا تو آپ اس کے گھر تشریف لائے جب آپ اس کے گھر میں داخل ہوئے تو نوجوان نے آپ سے معانقہ کیا اور مردہ زمین پر گر پڑا تو نبی ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا

کہ اپنے صاحب کو کفن میں لپیٹ دو امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی تلخیص پر تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بخاری راوی اور اس کے والد کا کچھ معلوم نہیں یہ دونوں کون ہیں اس لحاظ سے حدیث موضوع ہونے کے ساتھ مشابہ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسحاق راوی کے تذکرہ میں جو اس نے لسان المیزان سے لیا ہے اس میں اس کو برقرار رکھا ہے، البتہ جو اس نے اسحٰق کے بارے میں کہا ہے اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسحاق راوی کو ابن حبان نے ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے اور خلیل نے اس کا تذکرہ الارشاد میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے رضامندی کا اظہار کیا اور اس کی تعریف کی ہے البتہ اس کو اپنی تصانیف میں ذکر نہیں کیا ہے۔

جنت دوزخ کے پیچھے

(۳۶۶) جَهَنَّمُ تُحِيطُ بِالدُّنْيَا وَالْجَنَّةُ مِنْ وَّرَائِهَا فَلِذٰلِكَ صَارَ الصِّرَاطُ عَلٰى جَهَنَّمَ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ۔

''دوزخ نے دنیا کا احاطہ کیا ہوا ہے جب کہ جنت دوزخ کے پیچھے ہے اسی لئے پل صراط جو جہنم پر ہوگا وہ جنت کی جانب راستہ ہے۔''

تحقیق: سخت منکر حدیث ہے، ابن مخلد عطار رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المنتقیٰ من احادیثہ (۲/۸۴/۲) میں درج کیا ہے جب کہ ابونعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (۲/۹۳) میں محمد بن حمزہ بن زیاد طوسی سے اس نے کہا ہم کو میرے باپ نے حدیث سنائی اس نے بیان کیا ہمیں قیس بن ربیع نے حدیث سنائی اس نے عبید المکتب سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ عطار کے طریق سے اس حدیث کو الخطیب رحمہ اللہ نے (۲/۲۹۱) میں ذکر کیا ہے اور ان سے ذہبی رحمہ اللہ نے محمد بن حمزہ بن زیاد کے حالات میں ذکر کیا پھر فرمایا کہ یہ حدیث زبردست منکر ہے، اس کی سند میں محمد راوی ضعیف ہے حمزہ نے اس کو متروک قرار دیا ہے جب کہ ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے اس راوی میں کچھ حرج نہیں اس نے اس مقام میں آگاہ کیا ہے کہ میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے حمزہ طوسی کے بارے میں دریافت کیا اس نے بتایا کہ اس خبیث کی حدیث کو تحریر نہ کیا جائے، مزید برآں محمد بن حمزہ کے حالات میں کہا کہ ابن مندہ نے کہا ہے، اس نے منکر حدیث کو بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس نے اپنے والد سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کا والد قابل اعتماد نہیں ہے، مزید برآں اس حدیث کو سیوطی رحمہ اللہ

نے مسند الفردوس کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ اس روایت کو ابوالحسن احمد بن محمد بن ابی الصلت نے اپنی حدیث میں ابن عبدالعزیز الھاشمی سے (۱/۷۶) میں اس کو محمد الطوسی سے روایت کیا ہے۔

امت کے بہترین لوگ علماء

(۳۶۷) خِيَارُ أُمَّتِي عُلَمَاؤُهَا وَخِيَارُ عُلَمَائِهَا رُحَمَاؤُهَا أَلَا وَإِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ لِلْعَالِمِ أَرْبَعِينَ ذَنْبًا قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لِلْجَاهِلِ ذَنْبًا وَاحِدًا أَلَا وَإِنَّ الْعَالِمَ الرَّحِيمَ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ نُورَهُ قَدْ أَضَاءَ يَمْشِي فِيهِ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ كَمَا يُضِيءُ الْكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ۔

''میری امت کے بہترین لوگ امت کے علماء ہیں جب کہ ان سے بہترین علماء وہ ہیں جن میں رحم وکرم کا وصف کارفرما ہے، خبردار! اللہ تعالیٰ عالم کے چالیس گناہ معاف کر دیتا ہے اس سے پہلے کہ جاہل شخص کے ایک گناہ کو معاف کرے، خبردار! بلاشبہ وہ عالم جس میں نرمی کارفرما ہے اس کو قیامت کے دن مبارک باد دی جائے گی، مزید برآں اس کی روشنی چمک رہی ہوگی اس روشنی میں مشرق مغرب کے درمیان رواں دواں رہنا ممکن ہوگا جیسا کہ چمک دار ستارہ روشن ہوتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، ابونعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الحلیة (۸/۱۸۸) میں جب کہ خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۱/۲۳۷۔۲۳۸) میں جب کہ الموضح (۲/۶۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۵۸) میں اس شخص کی مذمت میں ذکر کیا ہے جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے اور التاریخ (۲/۲۸/۱۶) میں محمد بن اسحاق سلمی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے آگاہ کیا وہ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے وہ ابوالزناد سے وہ ابو حازم سے وہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کرتے ہیں جب کہ ابونعیم رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ حدیث غریب ہے، ہم نے اس حدیث کو صرف اسی طریق سے نقل کیا ہے جب کہ خطیب رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ محمد بن اسحاق السلمی کا شمار ایک غرابت والے مجہول افراد میں ہوتا ہے اس نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے منکر حدیث کو بیان کیا ہے۔

بعدازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں بیان کیا ہے یہ راوی مجہول ہے اور اس نے باطل حدیث کو پیش کیا ہے بعدازاں اس حدیث کا ذکر کیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی (۱/۲۲۵) میں بیان کیا ہے مزید برآں آگاہ کیا ہے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الواهیات میں ذکر کیا ہے اور خطیب رحمہ اللہ نے اس کا انکار کیا ہے اور گویا کہ اس کی سند میں صرف اسلمی (راوی) متہم ہے، بعدازاں اس نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا ایک اور طریق ہے جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو القضاعی نے مسند الشهاب (ق/۱/۱۰۴) میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں محمد بن اسماعیل فرغانی نے کہا احمد بن خالد قرشی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں نوح بن حبیب نے خبر دی اس نے کہا ہمیں ابن مسلمہ نے بتایا اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل بیان کیا ہے جب کہ میزان میں ہے کہ احمد بن خالد غیر معروف راوی ہے اور حدیث باطل ہے۔

میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں اس کو ثابت رکھا ہے جب کہ اس میں اس نے اس حدیث کو قضاعی سے روایت کیا ہے چنانچہ یہ تینوں حفاظ ذہبی، عسقلانی، سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے باطل ہونے پر دو وجہ سے اتفاق کیا ہے امام سیوطی رحمہ اللہ پر تعجب ہے کہ کس طرح اس کی مخالفت کرتا ہے وہ اپنی ذات کے خلاف کہ حدیث کو پہلے طریق سے الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

حافظ قرآن کی عزت وتوقیر

(۳۶۸) حَامِلُ الْقُرْآنِ حَامِلُ رَايَةِ الْإِسْلَامِ مَنْ أَكْرَمَهُ فَقَدْ أَكْرَمَ اللّٰهَ وَمَنْ أَهَانَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ۔

”قرآن پاک کا حافظ جس نے قرآن پاک کو اٹھا رکھا ہے اس نے اسلام کے جھنڈے کو اٹھا رکھا ہے جس شخص نے اس کی عزت کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی عزت وتوقیر کی اور جس نے اس کو ذلیل کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاحادیث الموضوعة کی ذیل میں (ص ۳۲ رقم ۱۱۶) میں دیلمی رحمہ اللہ کی روایت سے اس کی سند کے ساتھ محمد بن یونس کدیمی تک اس کی اسناد سے ابو امامۃ باہلی کی جانب پہنچایا ہے اور مرفوعاً ذکر کیا ہے بعدازاں سیوطی رحمہ اللہ نے بتایا کہ اس حدیث کی اسناد میں کدیمی (راوی) متهم ہے، میں کہتا ہوں: اس کے باوجود علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے

اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔

علم کے ساتھ ہی عمل کا فائدہ ہے

(۳۶۹) قَلِیْلُ الْعَمَلِ یَنْفَعُ مَعَ الْعِلْمِ وَکَثِیْرُ الْعَمَلِ لَا یَنْفَعُ مَعَ الْجَهْلِ۔

’’معمولی عمل بھی علم کے ساتھ فائدہ بخشتا ہے جب کہ جہالت کے ساتھ زیادہ عمل کرنا فائدہ عطا نہیں کرتا ہے۔‘‘

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو جامع بیان العلم وفضلہ (ص ۱/۴۵) میں محمد بن روح بن عمران قشیری سے اصل میں القشیری ہے جب کہ قشیری تبدیلی ہے اس نے مؤمل بن عبدالرحمان ثقفی سے اس نے عباد بن عبدالصمد سے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کون سا عمل زیادہ فضیلت والا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بارے میں معلومات اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے بارے میں معلومات اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں آپ سے عمل کے بارے میں سوال کرتا ہوں جب کہ آپ علم کے بارے میں خبر دے رہے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... اس کی اسناد موضوع ہے محمد بن روح قشیری راوی ضعیف ہے اور مؤمل بن عبدالرحمٰن ثقفی کے بارے میں ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ حدیث کے فن میں ضعیف ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں بعد ازاں اس کی ضعیف احادیث کو بیان کیا ہے اور عباد بن عبد الصمد (راوی) کے بارے میں المیزان میں آگاہ کیا ہے کہ وہ واہء بن حبان ہے اور اس نے آگاہ کیا کہ ہمیں ابن قتیبۃ نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں غالب بن وزیر الغزی نے روایت کی اس نے کہا ہمیں مؤمل بن عبدالرحمٰن ثقفی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عباد بن عبدالصمد نے انس سے ایک نسخہ کی خبر دی جو بھی موضوع ہیں جب کہ اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے ذیل الاحادیث الموضوعۃ (ص ۴۱) میں زیلعی رحمہ اللہ کی روایت سے سند کے ساتھ بیان کیا ہے بعد ازاں اس کو معلول قرار دیا ہے ابن حبان رحمہ اللہ کے قول کے باعث جس کو میں نے ابھی ذکر کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ عباد بن عبدالصمد منکر الحدیث ہے جب کہ اس نے المغنی میں ذکر کیا ہے کہ مؤمل بن عبدالرحمٰن کو ابو حاتم رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: مزید برآں اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر میں بھی ذکر کیا ہے تو کیسے اتفاق ہو سکتا ہے اس کے حکم لگانے کے ساتھ

اس پر کہ وہ موضوع ہے اور عراقی رحمہ اللہ کا قول جو تخریج الاحیاء (۱/۷) میں ہے وہ اس کے منافی نہیں ہے بلاشبہ اس کی اسناد ضعیف ہے اس کی وضاحت پہلے کئی بار گزر چکی ہے کہ حدیث موضوع ہے جو ضعیف احادیث کی اقسام سے ہے۔

جس میں عقل نہیں اس میں دین نہیں

(۳۷۰) قَوَامُ الْمَرْءِ عَقْلُهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَقْلَ لَهُ۔

"ہر شخص کا دارومدار اس کی عقل پر ہے اور ہرگز اس شخص کا دین کے ساتھ تعلق نہیں ہے جس میں عقل نہیں ہوتی۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۶) پر بیان کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ حارث نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں داؤد نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں نصر بن طریف نے خبر دی اس نے ابن جریج سے اس نے ابی الزبیر سے اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے" میں کہتا ہوں: ابن النجار نے اس حدیث کو ذیل تاریخ بغداد (ج ۱۰ ق ۲/۱۰۹) میں حارث سے جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی اسناد پر خاموشی اختیار کی ہے اس لئے کہ علت واضح تھی اور اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ یہ داؤد (راوی) ابن المحبر ہے جو کتاب العقل کا مؤلف ہے جس کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کاش کہ وہ اس کو تصنیف نہ کرتا جب کہ عبدالغنی بن سعید نے دارقطنی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے اس نے وضاحت کی کہ کتاب العقل کو میسرۃ بن عبد ربہ نے تیار کیا بعد ازاں اس سے داؤد بن محبر نے مسودہ چوری کیا تو اس کو ایسی اسانید کے ساتھ مؤلف کیا جو میسرہ کی اسانید کے علاوہ تھیں، اس کے بعد علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حامد بن آدم کے طریق سے اس نے ابی عانم سے اس نے اس کو ابوالزبیر سے روایت کیا اور آگاہ کیا کہ حامد راوی اس میں متفرد ہے اور وہ جھوٹ کہنے کے ساتھ متہم تھا۔

میں کہتا ہوں: اس کے باوجود اس نے اس کو الجامع الصغیر میں بیہقی رحمہ اللہ کی روایت کے ساتھ شامل کیا ہے البتہ اس کے معلول قرار دیئے جانے کا ذکر نہیں ہے جب کہ مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ مصنف کے لئے ضروری تھا کہ اس کو حذف کرتا، اور اے کاش! کہ جب اس نے ذکر کیا ہے تو کلام سے اس کی علت کو حذف نہ کرتے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو دوسرے

مقام میں الجامع میں ان الفاظ میں ذکر کیا ہے انسان کا دین اس کی عقل کا نام ہے اور جس شخص میں عقل نہیں اس میں دین بھی نہیں نیز اس نے آگاہ کیا ہے کہ اس کو ابوالشیخ نے الثواب میں ذکر کیا ہے اور ابن النجار نے جابر سے روایت کیا ہے، جب کہ شارح نے اس پر کچھ کلام نہیں کیا ہے البتہ یہ کہا ہے کہ اس کو اس سے دیلمی نے بھی روایت کیا ہے جب کہ بظاہر اسناد ایک ہے واللہ اعلم، اس کی مثل حدیث پہلے گزر چکی ہے اور وہ پہلی حدیث ہے۔

شہر قزوین اور جنت کا ستون

(۳۷۱) سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمُ الْآفَاقُ وَسَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مَدِينَةٌ يُقَالُ لَهَا قَزْوِينَ مِنْ رَابَطَ فِيهَا أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً كَانَ لَهُ فِي الْجَنَّةِ عَمُودٌ مِنْ ذَهَبٍ عَلَيْهِ زَبَرْجَدَةٌ خَضْرَاءُ عَلَيْهَا قُبَّةٌ مِنْ يَاقُوتِهِ حَمْرَاءُ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ مِصْرَاعٍ مِنْ ذَهَبٍ عَلَى كُلِّ مِصْرَاعٍ زَوْجَةٌ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ۔

”مستقبل میں تم پر ارد گرد کے آفاق مفتوح ہو جائیں گے اور اس سلسلہ میں تم پر ایک شہر فتح ہوگا اس کا نام قزوین ہوگا جو شخص اس شہر میں چالیس دن یا چالیس رات اس کے اوپر خود کو روکے رکھے گا تو اس کے لئے جنت میں سونے کا ایک ستون میسر آئے گا اس پر سبز رنگ کا زبرجد لگا ہوا ہوگا“ اس کے اوپر سرخ یاقوت کا قبہ ہوگا اس میں ستر ہزار سونے سے تیار شدہ آرام گاہیں ہوں گی ہر آرام گاہ میں حور عین سے ایک بیوی ہوگی۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث (۱۷۹/۲) میں داؤد بن محبر کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا ہمیں ربیع بن صبیح نے یزید بن ابان سے اس نے انس سے مرفوعا روایت کیا ہے اس حدیث کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے الموضوعات میں اس طریق سے ذکر کیا ہے اور اس کو موضوع قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کی اسناد میں داؤد (راوی) احادیث وضع کرنے والا ہے اور وہ وضع کے ساتھ متہم ہے، اس کی اسناد میں ربیع راوی ضعیف اور زید (راوی) متروک ہے چنانچہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۴۶۳/۱) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ امام مزنی رحمہ اللہ نے التھذیب میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے یہ روایت صرف داؤد کی روایت سے معروف ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے کوائف کے بیان میں ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ ابن ماجہ نے سنن کو عیب ناک کر دیا ہے کہ اس میں اس موضوع حدیث کو داخل کیا ، میں کہتا ہوں: اور اسی سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اس قول کی قیمت کیا ہے جس کو رافعی نے اپنی تاریخ میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے، جب کہ داؤد سے اس حدیث کو ایک جماعت نے نقل کیا ہے مزید برآں امام ابن ماجہ نے اس کو اپنی سنن میں ذکر کیا ہے جب کہ حفاظ اس کی کتاب کو صحیحین اور ابوداؤد رحمہ اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں۔

سفر کے لیے دو رکعات کی فضیلت

(۳۷۲) مَا خَلَفَ عَبْدٌ عَلَى أَهْلِهِ أَفْضَلُ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرْكَعُهُمَا عِنْدَهُمْ حِيْنَ يُرِيْدُ سَفَرًا۔

”کسی بندے نے اپنے اہل وعیال کے لئے اس سے افضل کسی چیز کو نہیں چھوڑا کہ وہ ان کے پاس دو رکعات ادا کرتا ہے جب وہ سفر کا ارادہ کرتا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المصنف (۱/۱۰۵/۱) میں روایت کیا اسناد اس طرح ہے کہ ہمیں عیسیٰ بن یونس نے بتایا وہ اوزاعی سے وہ مطعم بن مقدام سے مرفوعا روایت کرتے ہیں، نیز خطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضح (۲/۲۲۰۔۲۲۱) میں موسیٰ بن ابی موسیٰ سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن یونس سے اس حدیث کو روایت کیا ہے نیز اس حدیث کو محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے ابوجعفر کے مسائل کی ایک جز (رقم ۲۸) میں بیان کیا ہے جب کہ ابوجعفر سے مقصود محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے شیوخ ہیں یہ ایک نہایت عمدہ رسالہ ہے جس کو ایک نادر نسخہ سے حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کے خط کے ساتھ اور اس کی روایت کے ساتھ نقل کیا بعد ازاں میں نے اس پر تعلیق کو ثبت کیا ہے اور اس کی نہایت عمدہ فہارس کو ترتیب دیا ہے اور اس میں نہایت عمدہ تراجم ہیں جو قابل قدر ہیں اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ محمد بن عثمان نے کہا میں نے ملیح بن وکیع سے سنا وہ کہتے ہیں میں نے ولید بن مسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں میں نے اوزاعی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مجھ ثقہ شخص مطعم بن مقدام نے یہ بیان کیا۔ اس سند سے ابن عساکر نے اپنی تاریخ (۱۶/۲۹۷/۲) میں ذکر کیا۔ میں کہتا ہوں یہ سند ضعیف ہے، اس کے تمام رجال ثقہ ہیں لیکن یہ مرسل ہے کیونکہ یہ مطعم تابعی ہے۔ نیز سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے

جب کہ روایت ابن ابی شیبہ سے ہے وہ مطعم بن مقدام سے روایت کرتے ہیں مناوی نے اس پر تعاقب کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس میں محمد بن عثمان بن ابی شیبہ راوی کو ذہبی رحمہ اللہ نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ عجیب قسم کا تعاقب ہے جب کہ محمد بن عثمان کا اس روایت کے ساتھ کچھ تعلق نہیں جس کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے ابن ابی شیبہ کی جانب منسوب کیا ہے جب کہ یہ شخص جو المصنف کتاب کا مؤلف ہے جو اس نام سے مشہور ہے۔ مزید برآں وہ شخص اپنے بھتیجے سے جس کا نام محمد بن عثمان ہے طبقہ کے لحاظ سے بلند ہے اور ابن ابی شیبہ جب مطلق ہو تو اس سے مقصود یہ ابوبکر ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ کا مرتب ہے اور اس کا نام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ہے جو ابراہیم بن عثمان واسطی ہے اور کبھی اس سے مقصود اس کا بھائی ہوتا ہے جس کا نام عثمان بن محمد ہے جب کہ ہرگز اس کا بیٹا محمد بن عثمان مقصود نہیں ہوتا تو اگر مناوی کے خیال میں یہ بات آئی ہے کہ اس سے مقصود سیوطی کے نزدیک ابن ابی شیبہ ہے تو یہ عجیب بات ہے اور اگر وہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ ابن ابی شیبہ کی اسناد میں مصنف ابن ابی شیبہ کا مؤلف ہے تو یہ بات بہت زیادہ تعجب خیز ہے جب کہ آپ کو بھی علم ہے کہ وہ اس سے متاخر ہے۔

ہاں! بلا شبہ اس کو محمد بن عثمان نے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ مقصود نہیں ہے اور حدیث کو امام نووی نے الاذکار (ص۲۷۶) میں امام طبرانی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے جس کو مقطم بن مقدام صحابی نے روایت کیا ہے اس نے اسی طرح ذکر کیا ہے جب کہ اس سے مقصود مطعم ہے اور وہ صحابی نہیں ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے تو شاید اس غلطی کے مرتکب بعض نقل کرنے والے ہوں، بعد ازاں مجھے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوئی کہ غلطی کے مرتکب امام نووی رحمہ اللہ ہیں جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اس کو اسی طرح امام نووی رحمہ اللہ کے خط کے ساتھ تحریر دیکھا ہے اس نے بیان کیا ہے یہ ایسی بھول ہے جو تصحیف کے باعث رونما ہوئی ہے حالانکہ وہ مطعم ہے طاء ساکن ہے اور حرف عین کے نیچے کسرہ ہے اور اس کا قول کہ یہ صحابی ہے اس سے مقصود صنعانی ہے، دمشق کے صنعاء شہر کی طرف نسبت ہے اور یہ شخص صغار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تھا جب کہ اس کا کسی صحابی سے سماع ثابت نہیں جب کہ اس نے بعض صحابہ کرام سے مرسل روایات ذکر کی ہیں حقیقت یہ ہے کہ اس سے مروی روایات اکثر و بیشتر تابعین کرام سے ہیں ان میں مجاہد اور حسن مشہور ہیں جب کہ اس کی اسناد معضل یا مرسل ہے اگر اس کا کسی صحابی سے سماع ثابت

ہو، میں نے اس بحث کو تلخیص کرتے ہوئے ابن علان کی شرح الاذکار (۱۰۵/۵) سے نقل کیا ہے۔

مزید برآں امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سفر کرنے والا شخص جب اپنے گھر سے نکلنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ دو رکعت نفل ادا کرے۔ جب کہ اس میں واضح طور پر نظر ہے یہ حقیقت واضح ہے کہ کسی عمل کا مستحب ہونا شرعی حکم ہے اس پر کسی ضعیف حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ظاہر ہے کہ ضعیف حدیث تو بس ظن مرجوح کا فائدہ ہی دیتی ہے اور اس کے باعث کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوسکتا اور یہ حقیقت واضح ہے، جب کہ یہ نفل نماز نبی ﷺ سے مشروع نہیں ہے البتہ سفر سے واپس آتے وقت نوافل کی ادائیگی مسنون ہے۔

جب کہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز امام نووی رحمہ اللہ کا یہ کہنا ہے کہ سفر کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ سورۃ القریش کی تلاوت کرے، چنانچہ امام جلیل القدر ابوالحسن قزوینی فقیہ شافعی المسلک تھے جو کرامات ظاہرہ کے ساتھ موصوف ہیں بلکہ احوال باہرہ اور ایسے معارف سے موصوف ہے جو واضح ہیں فرماتے ہیں کہ اس کے باعث اس کو ہر قسم کی تکلیف و پریشانی سے امن رہتا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ تو دین اسلام میں ایسی شریعت کو داخل کرنا ہے جس کی ہرگز کوئی دلیل نہیں صرف دعویٰ ہی ہے تو اس کو کیسے معلوم ہوا کہ ایسا کرنے سے اس کو ہر قسم کی پریشانی سے تحفظ حاصل رہتا ہے بلاشبہ اس قسم کی آراء جن کا کتاب وسنت میں کچھ ثبوت نہیں یہ تو شریعت کو تبدیل کرنے کے ایسے اسباب ہیں جو شعور سے یکسر خالی ہیں اگر یہ حقیقت نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے اور اللہ تعالیٰ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے خوش ہیں جب انہوں نے کہا کہ ہر وہ عبادت جس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرانجام نہیں دیا تم اس عبادت پر عمل پیرا نہ رہو جب کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم شریعت کی اتباع کرو اور بدعت سے کنارہ کش رہو اس طرح تم کفایت کئے جاؤ گے تم اس کام کو لازم پکڑو جو اسلام کے پہلے دور میں تھا۔

دین اسلام پر آنسو بہانا

(۳۷۳) لَا تَبْكُوا عَلَى الدِّيْنِ اِذَا وَلِيَهُ اَهْلُهُ وَلٰكِنْ اَبْكُوا عَلَيْهِ اِذَا وَلِيَهُ غَيْرُ اَهْلِهِ۔

”تم نے دین اسلام پر آنسو نہیں بہانے جب دین اسلام کی سرپرستی اس کے اہل کریں اور البتہ دین اسلام پر آنسو اس وقت بہاؤ جب دین اسلام کی

سر پرستی کرنے والے نا اہل ہوں۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴۲۲/۵) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۵۱۵/۴) میں کثیر بن زید کے طریق سے وہ داؤد بن ابی صالح سے روایت کرتے ہیں اس نے آگاہ کیا کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک شخص کو اس کیفیت میں پایا کہ اس نے اپنا چہرہ قبر پر رکھا ہوا تھا تو اس نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، بھلا! تو جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ تو وہ شخص اس پر متوجہ ہوا تو اچانک وہ ابوایوب تھا اس نے کہا ہاں! میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں جب کہ میں کسی پتھر کے قریب نہیں آیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، پھر وہی حدیث سنائی جب کہ حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے۔ ان دونوں کا قول ان کا وہم ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس داؤد (راوی) کے کوائف کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ شخص حجازی ہے البتہ غیر معروف ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تهذيب التهذيب میں اس کی موافقت کی ہے تو اس کی صحت کیسے ثابت ہو سکتی ہے جب کہ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ اس علت سے غافل ہیں اس نے المجمع (۲۴۵/۵) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو احمد نے اور طبرانی نے الكبير اور الاوسط میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد میں کثیر بن زید کو احمد وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ امام مناوی رحمہ اللہ کا قول کہ داؤد بن صالح راوی کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ موضوع روایات ذکر کرتا ہے نیز اس کے وہم سے یہ بھی ہے کہ وہ کوئی دوسرا شخص ہے جو اس سے متأخر ہے وہ نافع سے روایت کرتا ہے عنقریب اس کی حدیث ان شاء اللہ (۳۷۵) میں آئے گی۔

متاخرین کے نزدیک اس حدیث کی روشنی میں قبر کے مسح کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے اس لئے کہ ابوایوب نے اپنا چہرہ قبر پر رکھا جب کہ اس کا یہ فعل صراحتا دلالت نہیں کر رہا کہ اس کا قبر کو چھونا حصول برکت کے لئے تھا جیسا کہ جاہل لوگ اس کے مرتکب ہوتے ہیں جب کہ اسناد میں بھی ضعف ہے لہٰذا استدلال نہیں ہو سکتا۔ محققین علماء امام نووی رحمہ اللہ وغیرہ نے قبروں کے مسح کو ناجائز قرار دیا ہے اور اس عمل کو عیسائیوں کا فعل قرار دیا ہے، میں نے بعض حوالہ جات کو تحذير الساجد عن اتخاذ القبور مساجد میں ذکر کیا ہے۔ یہ رسالہ ہماری کتاب تسديد الاصابة کا پانچواں رسالہ ہے عنقریب وہ اشاعت پذیر ہو گا، ان شاء اللہ۔

بحمد اللہ راقم الحروف نے اس کتاب کو (۱۹۷۰ء) میں اردو کا جامہ پہنا کر (قبروں پر مسجدیں اور اسلام) کے نام پر شائع کیا، اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، والحمد للہ علی ذلک۔

دو اونٹوں کے درمیان چلنا

(۳۷۴) نَهَى أَنْ يَمْشِيَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْبَعِيرَيْنِ يَقُودُهُمَا۔

”آپ ﷺ نے اس سے روک دیا ہے کہ کوئی شخص دو اونٹوں کے درمیان (اس حال میں) چلے کہ وہ ان دونوں کو کھینچ رہا ہو۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۸۰/۴) میں محمد بن ثابت بنانی کے طریق سے اس نے اپنے والد سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے امام ذہبی نے اس کا رد کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس کی اسناد میں محمد نامی (راوی) کو امام نسائی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دو عورتوں کے درمیان چلنا

(۳۷۵) نَهَى أَنْ يَمْشِيَ الرَّجُلُ بَيْنَ الْمَرْأَتَيْنِ۔

”نبی ﷺ نے منع کیا ہے کہ کوئی مرد دو عورتوں کے درمیان چلے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۵۲/۲) میں اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۱۲۶) میں حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک (۲۸۰/۴) میں اور خلال رحمہ اللہ نے **امر بالمعروف** (۲/۲۲) میں داؤد بن ابی صالح کے طریق سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے جب کہ امام حاکم نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اس کی اسناد میں داؤد بن ابی صالح کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ موضوع روایات ذکر کرتا تھا، میں کہتا ہوں: اسی طرح علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں ذکر کیا ہے بعد ازاں اس کے بعد اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے مختصر السنن (۱۱۸/۸) میں کہا ہے کہ داؤد کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوعات روایت کیا کرتا تھا یہاں تک کہ گویا وہ عمداً ایسا کرتا تھا اور اس نے اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ ابو زرعہ رحمہ اللہ کا قول ہے میں تو بس اس کو اس حدیث کے باعث پہچانتا ہوں اور حدیث منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: بخاری رحمہ اللہ نے اس کی اس حدیث کو التاریخ الصغیر (ص ۱۸۷) میں ذکر کیا ہے اور

فرمایا کہ اس کی حدیث کی متابعت نہیں ہے اور اسی طرح عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور اس نے اضافہ کیا ہے وہ اس حدیث کے ساتھ ہی معروف ہے جب کہ عبدالحق رحمہ اللہ نے اس کی اطاعت کرتے ہوئے الاحکام الکبریٰ (۱/۲۰۵) میں اس کا ذکر کیا اور کہا کہ اس سے اس کی اس حدیث میں کچھ اور الفاظ بھی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو عورتیں آپ کے سامنے ہوں تو آپ ان کے درمیان سے ہرگز نہ گزریں دائیں جانب یا بائیں جانب راستہ اختیار کریں۔ اس کو ابو احمد بن عدی نے روایت کیا ہے۔

احسان کے زیادہ حقدار کون ہیں؟

(۳۷۶) اَلْاَقْرَبُوْنَ اَوْلٰی بِالْمَعْرُوْفِ۔

''قرابت دار لوگ احسان کے زیادہ حق دار ہیں۔''

تحقیق: ان الفاظ کے ساتھ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، جیسا کہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد (ص ۳۴) میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے، بعض اہل علم کو وہم لاحق ہوا کہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے حالاں کہ قرآن مجید میں تو یہ قول ہے: ارشاد ربانی ہے: ﴿قل ما انفقتم من خیر فللوالدین والاقربین﴾ ''آپ آگاہ کریں جو مال تم خرچ کرو تو والدین اور قرابت داروں کو عطا کرو''

جنت میں داخل ہونے والا آخری شخص

(۳۷۷) آخِرُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ مِنْ جُهَيْنَةَ يُقَالُ لَهُ جُهَيْنَةُ فَيَسْأَلُهُ أَهْلُ الْجَنَّةِ هَلْ بَقِيَ أَحَدٌ يُعَذَّبُ؟ فَيَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُوْنَ عِنْدَ جُهَيْنَةَ الْخَبَرُ الْيَقِيْنُ۔

''جنت میں سب سے آخر میں جو شخص داخل ہوگا وہ جہینہ قبیلہ سے ہوگا اس کو جہینہ ہی کہا جائے گا اس سے جنت والے دریافت کریں گے کیا کوئی فرد عذاب میں موجود ہے وہ نفی میں جواب دے گا تو لوگ کہنا شروع کر دیں گے کہ جہینہ کے ہاں یقینی خبر ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، محمد بن مظفر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غرائب مالك (۲/۷۶) میں ذکر کیا ہے جب کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے غرائب میں جامع بن سوادۃ کے طریق سے، اس نے کہا ہمیں زہیر بن عباد نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں احمد بن حسین لهبی نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں عبد

الملک بن حکم نے اس نے کہا ہمیں مالک نے نافع سے بیان کیا اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے جب کہ امام دارقطنی نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے اور جامع (راوی) ضعیف ہے اور اسی طرح عبدالملک بھی ضعیف ہے، میں کہتا ہوں: اسی طرح اس حدیث کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ذیل الموضوعات میں دارقطنی کے طریق سے روایت کیا ہے اور ابن عراق رحمہ اللہ نے (۲/۳۹۹) میں اس کی متابعت کی ہے مزید برآں اس کے ساتھ ساتھ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں بھی روایت کیا ہے، الخطیب رحمہ اللہ سے روایت ہے مالک کے رواۃ سے وہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کرتا ہے جب کہ تخریج کی مغایرت میں کچھ فائدہ نہیں ہے کیوں کہ جو طریق خطیب رحمہ اللہ کا ہے وہی دارقطنی رحمہ اللہ کا طریق ہے جیسا کہ شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کو واضح کیا ہے، مزید برآں یہ حقیقت عجیب وغریب ہے کہ العجلونی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کشف الخفاء (۱/۱۵) میں شامل کیا ہے بعد ازاں اس کی کیفیت کو واضح نہیں کیا۔

دنیا کے چراغ اور آخرت کے فانوس

(۳۷۸) اِتَّبِعُوا الْعُلَمَاءَ فَإِنَّهُمْ سُرُجُ الدُّنْيَا وَمَصَابِيحُ الْآخِرَةِ۔

"تم علماء کی پیروی کرو اس لئے کہ وہ دنیا کے چراغ اور آخرت کے فانوس ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں دیلمی رحمہ اللہ کی روایت سے مسند الفردوس میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کیساتھ ساتھ اس نے اس حدیث کو ذیل الاحادیث الموضوعة (ص ۳۹) میں دیلمی سے روایت کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ اس اسناد میں قاسم بن ابراہیم الملطی کو دارقطنی نے کذاب قرار دیا ہے جب کہ الخطیب نے ذکر کیا ہے کہ قاسم نے لوین سے اس نے مالک سے تعجب خیز باطل احادیث کو روایت کیا ہے۔

علم میں اضافہ

(۳۷۹) إِذَا أَتَى عَلَيَّ يَوْمٌ لَا أَزْدَادُ فِيهِ عِلْمًا يُقَرِّبُنِي إِلَى اللهِ تَعَالَى فَلَا بُورِكَ لِي فِي طُلُوعِ شَمْسِ ذَلِكَ الْيَوْمِ۔

"جب مجھ پر ایسا دن گزرتا ہے کہ اس میں میرے علم میں اضافہ نہیں ہوتا جو مجھے اللہ تعالیٰ کے قریب کرے تو اس دن کے سورج کے طلوع میں میرے لئے

برکت نہیں ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (ق ۲/۱۶۱) میں اور ابو الحسن بن الصلت رحمہ اللہ نے اپنی حدیث میں جو ابن عبدالعزیز الھاشمی سے ہے (۲/۱) میں، ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیۃ (۱۸۸/۸) میں اور خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۱۰۰/۶) اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے (۶۱/۱) میں اور اسی طرح امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں چند طرق سے حکم بن عبداللہ سے اس نے زہری سے اس نے سعید بن مسیب سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ ابونعیم رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ یہ حدیث زہری کی حدیث سے غریب ہے اس کی اسناد میں حکم متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: حکم سے مقصود حکم بن عبداللہ بن خطاف ہے اور ایک قول میں ابن سعد ابوسلمۃ حمصی ہے اور وہ کذاب ہے جیسا کہ ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے نیز ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ کے طریق سے موضوعات میں شامل کیا ہے، بعدازاں اس نے کہا ہے الصوری کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ حکم کذاب ہے وہ ثابت شدہ رواۃ سے موضوعات روایت کرتا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کو زہری سے حکم کے سوا کسی نے روایت نہیں کیا۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلي (۲۰۹/۱) میں ذکر کیا ہے کہ:

میں کہتا ہوں: کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا اس نے زہری اور ابن مسیب رحمہ اللہ سے تقریباً پچاس احادیث ذکر کی ہیں جن کا کچھ اصل نہیں۔ مزید برآں سیوطی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو ابوعلی الحسین بن محمد بن حسین المقری نے اپنی جز میں ذکر کیا ہے کہ ہمیں احمد بن عمیر نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں ابوامیۃ محمد بن ابراہیم نے اس نے کہا ہمیں النفیلی نے اس نے کہا ہمیں بقیہ بن ولید نے ابوسلمۃ الحمصی سے اس نے اس کو زہری سے روایت کیا ہے جب کہ ابن عمیر نے کہا ہے کہ ابوسلمہ راوی سلیمان بن سلیم نہیں ہے یہ دوسرا شخص ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن عمیر کا کہنا درست ہے جب کہ مکمل فائدہ تب تھا کہ وہ یا سیوطی رحمہ اللہ بیان کرتا کہ وہ کون ہے حالاں کہ ان دونوں نے نہیں بتایا ہے البتہ میرے لئے یہ حقیقت واضح ہوئی ہے کہ وہ حکم بن عبداللہ ہے اس کی کنیت ابوسلمہ ہے جب کہ بقیہ راوی نے اس کو نام ذکر کرنے کی بجائے کنیت کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے وہ مدلس ثابت ہوتا ہے اور یہ ایسی وضاحت ہے کہ بقیہ راوی اس کے ساتھ مشہور

تھا، ہمیں اللہ تعالیٰ ہر قسم کی آفت اور مصیبت سے تحفظ عطا کرے، آمین۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے اقرار کے باوجود کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو وضع کیا ہے اور وضع میں اس کی تائید کی ہے پھر اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں طبرانی، ابن عدی اور ابو نعیم رحمہم اللہ کی الحلیة میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ کی روایت سے حدیث کو کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی اسناد میں بھی متہم راوی ہے۔

بھلائی میں اضافہ

(۳۸۰) إِذَا أَتَى عَلَيَّ يَوْمٌ لَمْ أَزْدَدْ فِيهِ خَيْرًا فَلَا بُورِكَ لِي فِيهِ۔

”جب مجھ پر ایسا دن آتا ہے کہ اس دن میں مجھے بھلائی میں اضافہ نہ ہو تو میرے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے الضعفاء میں سلیمان بن بشار کے طریق سے اس نے سفیان سے اس نے زہری سے اس نے سعید سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ یہ اسناد ضعیف ہے امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: سلیمان بن بشار راوی متہم ہے وہ احادیث وضع کرتا تھا ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے وہ بے شمار احادیث ثابت راویوں کے ذمہ لگایا کرتا تھا جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے بعد ازاں اس کی ایسی احادیث سے چند احادیث کا ذکر کیا ان میں سے یہ حدیث بھی ہے۔

میں کہتا ہوں: پھر میں ابن عدی رحمہ اللہ کی کتاب الکامل (۲/۱۶۱) کی جانب لوٹا تو میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے حدیث کو اس ابن بشار کے حالات میں اس سے معلق ذکر کیا ہے وہ ابن عیینہ سے وہ حکم بن عبداللہ الایلی سے اس نے زہری سے اس کو روایت کیا ہے اس طرح کے الفاظ کی طرح جو اس سے پہلے ہیں پس معلوم ہوا کہ سفیان اور زہری کے درمیان حکم راوی ہے جب کہ وہ کذاب ہے اور یہ وہی ہے جو اس سے پہلی حدیث کی اسناد میں ہے پس دونوں احادیث کا دارومدار اس کذاب پر ہے علاوہ ازیں اس طریق میں ایک اور کذاب بھی ہے کہا جاتا ہے کہ حکم بن عبداللہ الایلی وہ حکم بن عبداللہ الحمصی کے علاوہ ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے پس اگر یہ ثابت ہو جائے تو اسانید مختلف ہیں جب کہ نتیجہ ایک ہے بلاشبہ یہ ایلی شخص بھی کذاب ہے لسان المیزان کی جانب مراجعت فرمائیں۔

چاپلوس کون ہے؟

(۳۸۱) لَيْسَ مِنْ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ الْمَلَقُ إِلَّا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ۔

"ایماندار شخص کے اخلاق میں چاپلوسی نہیں ہے البتہ علم کی جستجو میں وہ چاپلوسی کرتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۸۴) میں اور السلفی نے المنتخب میں اصول السراج اللغوی سے (۲/۹۷/۱) میں حسن بن واصل سے اس نے خصیب بن جحدر سے اس نے نعمان بن نعیم سے اس نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس حدیث کا دارو مدار الخصیب بن جحدر راوی پر ہے، میں کہتا ہوں: امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الصغیر (۱۹۷) میں الخصیب کو کذاب قرار دیا ہے فن حدیث میں شعبہ نے اس کو زیادتی کا مرتکب قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۱۱) میں اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے مثل وہ شخص ہے جس سے حسن بن واصل نے روایت کی ہے۔ اس کو حسن بن دینار بھی کہا جاتا ہے اس کو احمد، یحییٰ، ابو حاتم رحمہم اللہ وغیرہ نے کذاب قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے حالات کے بیان میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے جیسا کہ میں نے اس کو ابن عدی رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے اور ابن جوزی و نے اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ سے موضوعات میں شامل کیا ہے اس نے نعمان بن نعیم اور معاذ کے درمیان عبدالرحمٰن بن غنم کو داخل کیا ہے جب کہ حدیث السلفی کے نزدیک ابن غنم کے اثبات کے ساتھ ہے اور ابن نعیم راوی کے گرانے کے ساتھ ہے، واللہ اعلم۔

مزید برآں ابن جوزی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کا دارو مدار الخطیب راوی پر ہے جس کو شعبہ قطان اور ابن معین نے کذاب قرار دیا ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ موضوع روایات کو ثقہ راویوں سے بیان کرتا تھا جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی المصنوعۃ (۱/۱۹۷) میں برقرار رکھا ہے، بعدازاں تناقض اختیار کیا ہے اور اس کو الجامع الصغیر میں داخل کیا ہے جب کہ بیہقی رحمہ اللہ کی روایت الشعب میں معاذ سے ہے اور یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ تخریج میں اس طرح کی مغایرت کا کچھ فائدہ نہیں ہے جب تک کہ یہ حدیث اس کذاب پر گھوم رہی ہے جس کا نام الخصیب رحمہ اللہ ہے چنانچہ امام نووی نے شرح الجامع میں ذکر کیا ہے اور مصنف کے انداز کا تقاضا یہ ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کو تسلیم کیا ہے جب کہ معاملہ اس کے خلاف ہے بلکہ

اس کے ذکر کے بعد اس کی علت بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کو ضعیف اسناد کے ساتھ روایت کیا گیا ہے جب کہ حسن بن دینار راوی مرہ کے باعث ضعیف ہے اور اسی طرح خصیب ہے یہ اس کے الفاظ ہیں پس مصنف کا اس کے کلام سے کچھ حذف کرنا درست نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: شاید علامہ سیوطی رحمہ اللہ کو دھوکہ لگا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو **شعب الایمان** میں ذکر کیا ہے اس کے نقل پر بنیاد رکھتے ہوئے جب کہ اس طرح کا معاملہ اس سے ایک بار نہیں ہوا بلکہ کئی بار ہوا ہے کہ وہ **شعب الایمان** میں ایسی حدیث کو درج نہیں کرتے جو موضوع ہو۔ پس آپ سمجھ لیں کہ یہ بات مطلق طور پر صحیح نہیں ہے یا یہ اکیلے بیہقی رحمہ اللہ کی رائے ہے جس کا اس نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے وگرنہ اس میں بہت زیادہ موضوعات ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے جب کہ مزید موضوع روایات کا تذکرہ ہوگا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے بعض روایات کے موضوع ہونے پر موافقت کی ہے پس یہ سب حقائق ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ پر کثرت کے ساتھ تقلید غالب تھی اور یہی وہ سبب ہے جس کے باعث اس کتاب **الجامع الصغیر** میں موضوع احادیث پائی جاتی ہیں جس کے مقدمہ میں اس نے صراحت کی ہے کہ اس نے اس کتاب کو ایسی روایات سے تحفظ دیا ہے جس کی اسناد میں **کذاب** یا **وضاع** راوی اکیلا رہ گیا ہو۔ جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے وہ حدیث سیدنا ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے ہے جس کو ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۲۴۰) میں ذکر کیا ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو فہر بن بشر سے اس نے کہا ہمیں عمر بن موسیٰ نے قاسم سے اس نے سیدنا ابو امامۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ عمر بن موسیٰ الوجیہی ان لوگوں سے شمار ہوتا ہے جو حدیث کے متن اور اس کی اسناد کو وضع کرتا تھا، میں کہتا ہوں فہر بن بشر (راوی) معروف نہیں ہے جیسا کہ ابن القطان نے کہا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے **لسان المیزان** میں اس کو قرار رکھا ہے جب کہ اس حدیث کا ایک اور طریق بھی ہے جو اسی لفظ کے ساتھ ہے جس کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے **الموضوعات** میں بھی ذکر کیا ہے اور اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

حسد اور چاپلوسی

(۳۸۲) لَا حَسَدَ وَلَا مَلَقَ إِلَّا فِي طَلَبِ الْعِلْمِ۔

"حسد کرنا اور چاپلوسی اختیار کرنا جائز نہیں البتہ علم کے حصول میں جائز ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ نے (۱/۳۶۵) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے

(۱۳/۲۷۵) میں اور الجامع سے العاشر میں (۲/۲۰، المنتقی) میں عمرو بن الحصین الکلابی کے طریق سے اس نے ابن علاثہ سے اس نے اوزاعی سے اس نے زہری سے اس نے ابو سلمۃ سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے، میں نہیں جانتا ہوں کہ اس حدیث کو اوزاعی سے ابن علاثہ کے علاوہ کسی نے روایت کیا ہو جب کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو ابن عدی کی روایت سے موضوعات میں شامل کیا ہے، بعدازاں اس نے آگاہ کیا ہے کہ ابن علاثہ راوی استدلال کے لائق نہیں ہے جب کہ ابن حبان نے آگاہ کیا ہے کہ یہ شخص موضوع روایات کو ثقہ رواۃ سے ذکر کرتا تھا۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے (۱۹۷-۱۹۸) میں ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن علاثہ راوی کو ابن معین رحمہ اللہ وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے جب کہ حدیث کے بارے میں اصل آفت عمرو بن حصین راوی ہے وہ کذاب ہے جیسا کہ الخطیب نے کہا ہے، میں کہتا ہوں: کہ یہ تعاقب تو شکل کے لحاظ سے ہے اس سے حدیث کو تقویت حاصل نہ ہوگی جب تک کہ اس کذاب راوی سے نجات حاصل نہ ہو البتہ امام سیوطی نے اس حدیث کا ایک شاہد ذکر کیا ہے جس کی اسناد میں کچھ کلام نہیں کیا جب کہ اسناد میں غیر معروف رواۃ ہیں، اس کی مشاہد حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

علماء کی مجلس اور چاپلوسی

(۳۸۳) مَنْ غَضَّ صَوْتَهُ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ مِنْ أَصْحَابِيْ وَلَا خَيْرَ فِي التَّمَلُّقِ وَالتَّوَاضُعِ إِلَّا مَا كَانَ فِي اللّٰهِ أَوْفِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ۔

''جو شخص علماء کی مجلس میں اپنی آواز کو پست کرتا ہے تو وہ قیامت کے دن ان لوگوں کیساتھ ہوگا جن کے دلوں کا میرے صحابہ سے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے امتحان لیا اور چاپلوسی اور تواضع میں کچھ فائدہ نہیں مگر جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہو یا علم کے طلب کرنے میں۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، دیلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند الفردوس میں ابن السنی رحمہ اللہ کے طریق سے اس نے کہا ہمیں حسین بن عبداللہ قطان نے بتایا اس نے عامر بن سیار سے اس نے ابن الصباح سے اس نے عبدالعزیز بن سعید سے اس نے اپنے والد سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں:

اس کی اسناد اندھیروں سے بھری پڑی ہے بعض اندھیرے دیگر بعض سے زیادہ ہیں، اس حدیث کے رواۃ کا مجھے کچھ علم نہیں ہے البتہ ابن السنی (راوی) کے بعد عامر بن سیار کو میں جانتا ہوں، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۳۲۲/۱/۳) میں اپنے باپ سے روایت کی ہے جو مجہول ہے البتہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کا اپنے قاعدہ کے مطابق ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے، اس کے بعد مجھ پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ ابن الصباح سے مقصود المثنی یمانی ہے اگر یہ وہی ہے جیسا کہ اغلب خیال ہے تو یہ راوی ضعیف ہے عمر کے آخری حصہ میں اس کے دماغ میں اختلاط ہو گیا تھا جیسا کہ التقریب میں ہے مزید برآں ان دونوں احادیث کا ملاحظہ کریں جو اس حدیث سے پہلے ہیں۔

جمعہ کا دن باعث بخشش

(۳۸۴) لَا يَتْرُكُ اللّٰهُ أَحَدًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا غُفِرَ لَهُ۔

”اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن کسی کو نہیں چھوڑے گا مگر اس کو معاف کر دے گا۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابوالقاسم شہرزوری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الأمالی (۱/۱۸۰) میں ذکر کیا ہے اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۱۸۰/۵) میں احمد بن نصر بن حماد بن عجلان کے طریق سے اس نے کہا ہمیں شعبہ نے حدیث سنائی اس نے محمد بن زیاد سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ الخطیب نے اس روایت کو اس احمد کے حالات میں ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں اس کے حالات کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس شخص نے زبردست منکر حدیث کو پیش کیا ہے بعد ازاں وہاں اس کی اس حدیث کو ذکر کیا گویا کہ اس حدیث کے باعث اس کو متہم کرنا چاہتا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں ذہبی رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے جب کہ میرے نزدیک یہ معاملہ محل نظر ہے کیوں کہ اس کا باپ نصر بن حماد کے بارے میں ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ کذاب شخص ہے تو اس حدیث کو اس پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے جب کہ حدیث کا ایک اور طریق ہے جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسی طرح کا ہے وہ بھی موضوع ہے جیسا کہ اس کا ذکر (۲۹۷) میں پہلے گزر چکا ہے۔

حلال وحرام

(۳۸۵) لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ الْحَلَالَ۔

"حرام چیز حلال کو حرام نہیں کر سکتی۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۲۶/۱) میں اور دارقطنی رحمہ اللہ نے (۱۴۲) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۶۸/۷) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۱۸۲/۷) میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس کی اسناد ضعیف ہے ضعف کا سبب عبداللہ بن عمر العمری ہے یہ مکبر ہے۔ یہ ضعیف ہے جب کہ یہ حدیث ایک دوسری اسناد کے ساتھ بھی مروی ہے اس کے متن میں زیادتی ہے ایک حدیث کے بعد اس کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

دنیا کی کڑواہٹ

(۳۸۶) يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلدُّنْيَا يَا دُنْيَا مُرِّيْ عَلٰى أَوْلِيَائِيْ وَلَا تَحْلَوْلِيْ لَهُمْ فَتَفْتِنِيْهِمْ -

"اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیا کہ اے دنیا تجھ میں میرے دوستوں کے لئے کڑواہٹ ہو ہرگز ان کے لئے مٹھاس نہ ہو کہ تو ان کو فتنہ میں ڈال دے گی۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو طبقات الصوفیۃ (ص ۸-۹) میں ذکر کیا ہے اس نے اس حدیث کی اسناد کو بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کے بارے میں ہمیں ابوجعفر محمد بن احمد بن سعید رازی نے خبر دی اس نے آگاہ کیا کہ ہمیں حسین بن داؤد بلخی نے آگاہ کیا اس نے کہا ہمیں فضیل بن عیاض نے خبر دی اس نے کہا ہمیں منصور نے خبر دی اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا، میں کہتا ہوں: یہ اسناد من گھڑت ہے اس ابوجعفر رازی (راوی) کے بارے میں ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں اس کو پہچانتا نہیں ہوں، لیکن وہ ایک باطل حدیث کو لایا ہے جو اس کی جانب سے آفت ہے، میں کہتا ہوں: اس نے علی پر موقوف روایت کی ہے۔ حسین بن داؤد بلخی کے حالات میں خطیب نے تاریخ (۴۴/۸) میں کہا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہ تھا اس نے یزید بن ہارون سے ایک نسخہ کو روایت کیا ہے، وہ حمید سے وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اس کی اکثر احادیث من گھڑت ہیں، بعدازاں اس کی ایک دوسری حدیث کو اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے پھر کہا کہ حدیث کی سند میں حسین راوی فضیل سے روایت کرنے میں

متفرد ہے اور یہ حدیث من گھڑت ہے اس حدیث کے حسین بن داؤد راوی کے علاوہ دیگر رواۃ ثقہ ہیں اور اسی کے واسطہ سے اس حدیث کو قضاعی رحمہ اللہ نے مسند الشہاب (۲/۱۱۷) میں ذکر کیا ہے۔

حلال وحرام میں غلبہ

(۳۸۷) مَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ إِلَّا غَلَبَ الْحَرَامُ۔

"جب حلال حرام اکٹھے ہو جاتے ہیں تو حرام کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔"

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، حافظ عراقی رحمہ اللہ نے تخریج المنہاج میں کہا ہے اور مناوی رحمہ اللہ نے اس کو فیض القدیر میں نقل کیا ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جب کہ اس حدیث کے ساتھ استدلال کیا گیا ہے کہ اس شخص کے لئے زنا سے جو بیٹی پیدا ہوئی ہے وہ شخص اس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے، یہ قول احناف کا ہے اور یہ قول اگرچہ غور وفکر کے لحاظ سے راجح ہے، لیکن اس پر اس قسم کی باطل حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں جب کہ ان کے مقابلہ میں مخالفین ایک دوسری حدیث پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

نکاح کے لیے حرمت کا اثبات

(۳۸۸) لَا يُحَرِّمُ الْحَرَامُ إِنَّمَا يُحَرِّمُ مَا كَانَ بِنِكَاحٍ حَلَالٍ۔

"حرام نکاح کے ساتھ حرمت ثابت نہیں ہوتی البتہ حلال نکاح کے ساتھ حرمت ثابت ہوتی ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے، طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۱۸۳/۲) میں زوائد المعجمین سے ذکر کیا ہے اور ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل (۲/۲۸۷) میں اور ابن حبان رحمہ اللہ نے الضعفاء میں جیسا کہ شیخ زکریا انصاری کی جو تعلیق بیضاوی (ق/۲۰۴/۲) پر ہے اور دار قطنی رحمہ اللہ نے (ص ۴۰۲) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۷/۱۶۹) میں مغیرۃ بن اسماعیل بن ایوب بن سلمۃ سے اس نے عثمان بن عبدالرحمٰن الزہری سے اس نے ابن شہاب سے اس نے عروہ سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص کسی عورت کا تعاقب حرام انداز سے کرتا ہے تو کیا وہ اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے یا کسی کی بیٹی کے ساتھ حرام کام کرتا ہے کیا اس کی والدہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حرام کسی حرمت کو ثابت نہیں کرتا البتہ

حلال نکاح حرمت کو ثابت کرتا ہے۔

بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کی اسناد میں عثمان بن عبدالرحمٰن الوقاصی متفرد ہے جب کہ وہ ضعیف ہے یحییٰ بن معین اور دیگر ائمہ حدیث نے اس کا ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ وہ کذاب ہے ابن حبان کا قول ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا جب کہ ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو اس کی ایک روایت کے بارے میں کذاب کہا ہے جب کہ عبدالحق رحمہ اللہ نے الاحکام الکبریٰ (ق ۲/۱۳۸) میں اور ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۲۶۹/۴) میں متروک قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر نے التقریب میں اسی طرح کہا ہے بلکہ اس میں اضافہ یہ ہے کہ ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس سے روایت کرنے والا مغیرہ بن اسماعیل مجہول ہے جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو العلل (۴۱۸/۱) میں مغیرۃ بن اسماعیل کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عمر بن محمد زہری سے اس نے ابن شہاب سے اس کو ذکر کیا ہے، پھر فرمایا کہ میرے باپ نے اس حدیث کو باطل قرار دیا ہے جب کہ مغیرہ بن اسماعیل اور یہ عمر (راوی) دونوں مجہول ہیں۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح العلل میں موجود ہے عمر بن محمد زہری عثمان بن عبدالرحمٰن زہری کے بدل میں تو میں نہیں جانتا کہ کیا اسی طرح اس کی روایت میں ہے یا کسی ناسخ یا طابع نے تحریف کی ہے۔ اس حدیث کے مفہوم سے شافعی لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے زنا سے ہونیوالی بیٹی سے نکاح کرے جب کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس سے استدلال درست نہیں۔

اس مسئلہ میں اسلاف کا اختلاف ہے اور اس مسئلہ میں کسی کے پاس کچھ دلیل نہیں اگرچہ غور و فکر کے بعد اس کی حرمت ہی درست تقاضا ہے چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کا یہی مذہب ہے جب کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے، آپ الاختیارات (۱۲۳) کا مطالعہ کریں اور اس پر تعلیق (ص ۳۶-۳۹) ہماری کتاب تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد کا مطالعہ کریں۔

جنت میں تجارت

(۳۸۹) لَوْ أَذِنَ اللّٰهُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ فِي التِّجَارَةِ لَا تَّجَرُوْا بِالْبَزِّ وَالْعِطْرِ۔

''اگر اللہ تعالیٰ جنت والوں کو تجارت کی اجازت عطا کرے تو وہ ملبوسات اور عطریات کی تجارت کریں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الضعفاء (۲۲۹) میں اور امام طبرانی رحمہ اللہ

نے معجم الصغیر (ص۱۴۵) میں جبکہ طبرانی نے الاوسط (۱/۱۳۵/۱) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیة (۳۶۵/۱۰) میں اور ابوعبدالرحمن اسلمی رحمہ اللہ نے طبقات الصوفیة (ص۴۱۰) پر اور ابوعثمان البحیری رحمہ اللہ نے الفوائد (۱/۳/۲) میں جب کہ مکی موذن رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۲/۲۳۰) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۱/۳۳۷/۱۴) میں عبدالرحمن بن ایوب سکونی الحمصی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عطاف بن خالد نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ طبرانی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے میں ابن ایوب متفرد ہے، میں کہتا ہوں: امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں وضاحت کی ہے کہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں اس کو برقرار رکھا ہے کہ جائز نہیں کہ اس حدیث سے استدلال کیا جائے۔ امام عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی متابعت نہیں ہے بعد ازاں اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث نافع سے محفوظ نہیں ہے بلکہ یہ حدیث تو مجھول اسناد کے ساتھ مروی ہے بعد ازاں اس کو دوسرے طریق سے اس کی مثل مرفوع ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کپڑے کی خرید وفروخت

(۳۹۰) لَوْ تَبَایَعَ اَھْلُ الْجَنَّةِ وَلَنْ یَّتَبَایَعُوْا مَا تَبَایَعُوْا اِلَّا بِالْبَزِّ۔

''اگر جنت والے خرید وفروخت کریں جب کہ وہ ہرگز خرید وفروخت نہیں کریں گے تو وہ صرف کپڑے کی خرید وفروخت کریں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث آخری درجہ کی ضعیف ہے، عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲۲۹) میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح ابویعلی نے اسماعیل بن نوح کے طریق سے اس نے ایک شخص سے اس نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ امام عقیلی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد مجہول ہے۔ یہ حدیث اس سے پہلی حدیث سے مقابلتاً زیادہ بہتر ہے جب کہ اس کی اسناد صحیح نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اسماعیل بن نوح (راوی) متروک ہے جیسا کہ ازدی نے ذکر کیا ہے اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۴۱۶/۱۰) میں اس کی پیروی کی۔

ہاتھ اور آگ

(۳۹۱) ھٰذِہٖ یَدٌ لَا تَمَسُّھَا النَّارُ اَبَدًا۔

"یہ ہاتھ ہے کبھی اس کو آگ نہیں پہنچے گی۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے (۳۴۲/۷) میں محمد بن تمیم فریابی سے اسناد کے ساتھ حسن سے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ جنگ تبوک سے واپس آئے تو سیدنا سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ نے آپ کا استقبال کیا تو نبی ﷺ نے آپ سے مصافحہ کیا بعد ازاں آپ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: یہ کیا کیفیت ہے؟ کیا تیرے دونوں ہاتھ بند ہو چکے ہیں، رکے ہوئے ہیں تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں اپنے اہل وعیال کے اخراجات کے لئے کسی چلاتا ہوں اس لئے اس میں نقص ہے، راوی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور فرمایا اس ہاتھ کو آگ نہیں پہنچے گی، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں آگاہ کیا ہے: کہ یہ حدیث باطل ہے اس لئے کہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنگ تبوک کے وقت زندہ نہیں تھے جب کہ ان کی وفات غزوہ بنی قریظہ کے بعد بوجہ اس تیر کے لگنے سے ہوئی جس کو ان کی جانب پھینکا گیا تھا جب کہ محمد بن تمیم فریابی (راوی) کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا، میں کہتا ہوں: خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے جو انداز اختیار کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سعد نامی شخص سے مقصود سیدنا ابن معاذ رضی اللہ عنہ ہے جو مشہور صحابی اوس قبیلہ کے سردار تھے جب کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مخالفت کی ہے انہوں نے الاصابۃ میں یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ یہ کوئی دوسرا شخص ہے، بعد ازاں اس نے آگاہ کیا ہے کہ علامہ خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو المتفق میں ضعیف اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابوموسیٰ نے ذیل میں مجہول اسناد کے ساتھ اس حدیث کو حسن سے بیان کیا ہے جب کہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اس نے خطیب کے پہلے قول پر اعتماد کرتے ہوئے اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اللآلی (۱۵۴/۲) میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کے ساتھ تعاقب کیا ہے جس کا خلاصہ ابھی ابھی میں نے ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

شیخ عبدالحی کتانی نے التراتیب الاداریۃ (۴۲/۲۔۴۳) میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے میں کہتا ہوں: اس واقعہ میں عجائبات ہیں جب کہ نبی ﷺ نے ایک صحابی کے ہاتھ کو اس لئے بوسہ دیا کہ اس نے ہاتھ کے ساتھ زمین پر کلہاڑا مارا تھا، میں کہتا ہوں: البتہ اس مقام میں کہا جائے گا کہ پہلے مکان کی چھت کو تو ثابت کریں بعد ازاں اس کے نقش ونگار کا ملاحظہ کریں اس لئے کہ یہ حقیقت ہے کہ یہ واقعہ وقوع پذیر ہی نہیں ہوا جیسا کہ آپ نے معلوم کر ہی لیا ہے۔

چاشت کی نماز کی فضیلت

(۳۹۲) إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الضُّحٰى فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ: أَيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُدِيْمُوْنَ عَلٰى صَلَاةِ الضُّحٰى؟ هٰذَا بَابُكُمْ فَادْخُلُوْهُ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔

''بلاشبہ جنت میں ایک دروازے کا نام الضحیٰ ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو منادی کرنے والا منادی کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو چاشت کی نماز کی ادائیگی پر ہمیشگی کرتے تھے تمہارے داخل ہونے کا یہ دروازہ ہے تم اس دروازہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔''

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط (۱/۵۹/۱) میں زوائد المعجمین سے اور ابوحفص صیرفی نے اپنی حدیث (۱/۲۶۳) میں اور اسی طرح ابن لال رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۱۱۶) میں اور نصر مقدسی رحمہ اللہ نے المجلس (۱۲۱) میں الأمالی (۲/۲) میں سلیمان بن داؤد یمامی سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو یحییٰ سے صرف سلیمان نے روایت کیا ہے' میں کہتا ہوں: اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ اس کی علت یہ یمامی شخص ہے اس لئے کہ وہ متروک ہے جب کہ اس کے طریق سے حاکم رحمہ اللہ نے الصلوۃ الضحیٰ کی ایک جز میں اس کا ذکر کیا ہے جیسا کہ زاد المعاد (۱/۱۲۹-۱۳۴) میں ہے، اس حدیث میں ایک دوسری علت بھی ہے اور یہ علت ابن ابی کثیر کا عن کے ساتھ بیان کرنا ہے کیوں کہ وہ راوی مدلس ہے مزید برآں منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الترغیب (۱/۲۳۷) میں ذکر کیا ہے۔

چاشت کی نماز جنت میں استقبال

(۳۹۳) إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الضُّحٰى فَمَنْ صَلّٰى صَلَاةَ الضُّحٰى حَنَّتْ إِلَيْهِ صَلَاةُ الضُّحٰى كَمَا يَحِنُّ الْفَصِيْلُ إِلٰى أُمِّهِ حَتّٰى إِنَّهَا لَتَسْتَقْبِلُهُ حَتّٰى تُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔

”بلاشبہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام الضحٰی (چاشت) ہے تو جس شخص نے چاشت کی نفل نماز ادا کی تو چاشت کی نماز اس کی جانب محبت کی کیفیت میں جھکاؤ کرے گی جیسا کہ اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کی جانب جھکاؤ کرتا ہے یہاں تک کہ چاشت کی نماز اس کا استقبال کرے گی یہاں تک کہ اس کو جنت میں داخل کرے گی۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، الخطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۰۶/۱۴-۳۰۷) میں یحیٰی بن شعیب یمانی سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہمیں حمید طویل نے بتایا اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اس کا تذکرہ ابن شعیب شخص کے حالات میں ہے نیز اس نے کہا اس نے باطل احادیث کو ذکر کیا ہے بعد ازاں اس سے تین احادیث کا ذکر ہے یہ حدیث ان میں سے ایک ہے۔

باب الضحٰی

(۳۹۴) إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الضُّحٰى لَا يَدْخُلُ مِنْهُ إِلَّا مَنْ حَافَظَ عَلٰى صَلَاةِ الضُّحٰى۔

”بلاشبہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام الضحٰی (چاشت) ہے اس دروازہ سے وہی لوگ داخل ہوں گے جو چاشت کی نماز پر محافظت کرتے رہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جو اس حدیث سے پہلے کی اسناد ہے جب کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ان دونوں احادیث کو ایک حدیث میں اکٹھا کر دیا ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے فتاویٰ (۵۸/۱) میں ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے۔ چاشت کی نماز کی فضیلت میں صحیح احادیث موجود ہیں جن کی موجودگی میں ان باطل احادیث کی ضرورت نہیں ہے۔

سفید پگڑیوں والے

(۳۹۵) إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً مُوَكَّلِيْنَ بِأَبْوَابِ الْجَوَامِعِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِأَصْحَابِ الْعَمَائِمِ الْبِيْضِ۔

''بلا شبہ اللہ کی جانب سے جامع مسجدوں کے دروازوں پر فرشتے متعین کیے جاتے ہیں جو ان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جنھوں نے اپنے سروں پر سفید پگڑیاں باندھ رکھی ہوں۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، خطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو پہلی دو اسانید کے ساتھ ذکر کیا ہے جب کہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ یہ حدیث یحییٰ بن شبیب یمانی کی وضع کردہ ہے اور خطیب کے طریق سے ابن جوزی نے اس حدیث کو الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور انس نے ذکر کیا ہے کہ یحییٰ نے حمید اور اس کے سواے باطل احادیث کو روایت کیا ہے، مزید برآں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۲/۲۷) میں تائید کرتے ہوئے کہا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس نے میزان میں ذکر کیا ہے کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کو یحییٰ نے حمید کا نام لے کر وضع کیا ہے اور ابن عراق نے (۲/۲۳۶) میں اس کو برقرار رکھا ہے، میں کہتا ہوں: لیکن میں نے اس کا ایک دوسرا طریق دریافت کیا ہے جس کو ابو علی قشیری حرانی نے تاریخ الرقۃ (ق/۲/۳۸) میں ابو یوسف سے جس کا نام محمد بن احمد صیدلانی ہے اس نے ذکر کیا کہ ہمیں عباس بن کثیر ابو مخلد الرقی نے اس نے کہا ہمیں یزید بن ابی حبیب نے بتایا اس نے میمون بن مہران سے اس نے سیدنا سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس نے اپنے والد سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس نے اس حدیث کو اس سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے احوال میں ذکر کیا ہے اس کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر نہیں ہے جب کہ ابو یوسف صیدلانی کے حالات میں معلوم نہیں کر سکا پس وہ یا اس کا شیخ اس اسناد میں آفت ہیں جب کہ ان سے اوپر کے رواۃ ثقہ ہیں اور عمامہ کے بارے میں کوئی صحیح بات ثابت نہیں، البتہ یہ حقیقت ہے کہ آپ نے عمامہ کے ساتھ اپنے سر کو چھپایا ہے جب کہ کچھ احادیث (۱۲۷-۱۲۹) میں گزر چکی ہیں۔

حاملین قرآن کی فضیلت

(۳۹۶) فَضْلُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ عَلَى الَّذِي لَمْ يَحْمِلْهُ كَفَضْلِ الْخَالِقِ عَلَى الْمَخْلُوقِ۔

''قرآن پاک کے حاملین کو ان لوگوں پر جو حاملین نہیں ہیں اس قدر فضیلت ہے کہ جس طرح خالق کی مخلوق پر فضیلت ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث جھوٹی ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو ذیل (ص ۳۲) پر ذکر کیا ہے وہ دیلمی سے وہ محمد

بن تمیم فریابی سے اس کی اسناد کے ساتھ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے، جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے زہر الفردوس میں ذکر کیا ہے کہ یہ جھوٹ ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کی آفت محمد بن تمیم راوی ہے خطیب رحمہ اللہ نے اس کی وضاحت کی ہے جیسا کہ اس کا تذکرہ قبل ازیں (۳۹۱) میں گزر چکا ہے کہ یہ شخص کذاب خبیث تھا جب کہ ابونعیم رحمہ اللہ نے اس کو جھوٹا کہا ہے کیونکہ من گھڑت احادیث کو بیان کرتا تھا۔

ثریا ستارہ

(۳۹۷) إِذَا طَلَعَ النَّجْمُ رُفِعَتِ الْعَاهَةُ عَنْ أَهْلِ كُلِّ بَلَدٍ۔

"جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو ہر شہر کے باسیوں سے آفت ختم ہو جاتی ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام محمد بن حسن رحمہ اللہ اس حدیث کو **کتاب الآثار** (ص ۱۵۹) میں لائے ہیں کہ ہم سے ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے روایت کیا اس نے کہا ہم سے عطاء بن ابی رباح نے اس نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے طریق سے اس حدیث کو ثقفی نے الفوائد (۱/۱۲/۳) میں اور اسی طرح امام طبرانی رحمہ اللہ نے **المعجم الصغیر** (ص ۲۰) میں اور الاوسط (۲/۱۴۰/۱) میں اور اس سے ابونعیم نے اخبار اصبہان (۱۲۱/۱) میں بیان کیا اور اس نے بتایا کہ النجم سے مقصود ثریا ستارہ ہے، جب کہ اس حدیث کی اسناد کے سبھی رواۃ ثقہ ہیں سوائے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے باوجود اس کے کہ اس کی شخصیت فقہ میں مسلم ہے اسے جلیل القدر باور کیا جاتا ہے، تاہم امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو حافظہ کے لحاظ سے ضعیف قرار دیا ہے امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ امام مسلم، امام نسائی ابن عدی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ حدیث نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں صرف اس جملہ پر اکتفا کیا ہے کہ وہ مشہور فقیہ تھے۔ البتہ بن سفیان نے اس کی متابعت کی ہے وہ عطاء سے روایت کرتے ہیں جب کہ وہ بھی ضعیف ہے البتہ حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے اس کی عبارت کچھ اس طرح ہے کہ جب ثریا ستارہ صبح کے وقت طلوع ہوتا ہے تو بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں اس حدیث کو امام احمد رحمہ اللہ نے (۳۴۱/۳، ۳۸۸) میں اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں بھی اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۳۴۷) میں بیان کیا ہے کہ علی بن سفیان کی حدیث میں وہم ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس میں نظر ہے، جب کہ اختلاف کا سبب دونوں الفاظ کے درمیان مخفی نہیں ہے پس اول میں طلوع کو مطلق قرار دیا ہے اور رفع کو ہر شہر سے مقید کر دیا ہے اور یہ اس کے الٹ ہے جب کہ اس نے

طلوع کو صبح کے ساتھ مقید کر دیا ہے اور رفع کو مطلق کر دیا ہے اس کو ذکر کردہ قید کے ساتھ مقید نہیں کیا جب کہ یہ اختلاف دو مختلف قسم کے ضعف کے ساتھ حدیث کی تقویت کے لیے مانع ہے جیسا کہ ہر شخص پر یہ حقیقت مخفی نہیں جو کہ اس شرف والے علم میں مہارت رکھتا ہے۔

قریش کو گالی نہ دو

(۳۹۸) لَا تَسُبُّوا قُرَيْشًا فَإِنَّ عَالِمَهَا يَمْلَأُ طِبَاقَ الْأَرْضِ عِلْمًا إِنَّكَ أَذَقْتَ أَوَّلَهَا عَذَابًا أَوْ وَبَالًا فَأَذِقْ آخِرَهَا نَوَالًا۔

’’تم قریش کو گالی گلوچ نہ دو بلاشبہ ان میں سے ایک عالم روئے زمین کو علم کے ساتھ آباد کر دے گا وہ کہے گا اے اللہ! بلاشبہ تو نے امت کے پہلے لوگوں کو کسی عذاب یا وبال میں مبتلا کیا ہے تو اس امت کے آخری لوگوں کو عطیات سے ہم کنار کریں۔‘‘

تحقیق: یہ حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے، امام طیالسی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند (۱۹۹/۲) میں **منحة المعبود** سے ذکر کیا ہے اسناد اس طرح ہے اس نے بتایا کہ ہمیں جعفر بن سلیمان نے آگاہ کیا اس نے نضر بن حمید کندی (اصل میں معبد ہے اور اسی طرح دونوں مقامات میں الحلیہ میں ہے اور التاریخ میں سید ہے جب کہ یہ سب تبدیلی ہے درست نہیں ہے اور اللسان میں درست ہے اس کے حالات میں اس حدیث کو طیالسی رحمہ اللہ اور عقیلی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر کیا گیا ہے) یا عبدی سے اس نے جارود (اس طرح سبھی کے ہاں ہے جب کہ اللسان میں ابوالجارود ہے اور دوسری جگہ میں ابن الجارود ہے واللہ اعلم) سے اس نے ابوالاحوص سے اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ طیالسی کے طریق سے اس حدیث کو ابونعیم رحمہ اللہ نے الحلیہ (۲۹۵/۹،۶۵/۹) میں اور اس سے خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۶۰/۲، ۶۱) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۴۰۹/۱۴) میں حافظ عراقی رحمہ اللہ نے **محجة القرب الی محبة العرب** (۱۸۴) میں ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے النضر راوی کے بارے میں الجرح والتعدیل (۱/۴۷۷/۴) میں ذکر کیا ہے میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا وہ متروک الحدیث ہے (اس کی حدیث کو چھوڑ دیا گیا ہے) اور اس نے مجھے اس کی حدیث سے آگاہ نہیں کیا جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور الجارود راوی کو میں نہیں جانتا کشف الخفاء (۵۳/۲) میں اس کو مجہول قرار دیا

گیا ہے جب کہ اس کا یہ کہنا کہ اس سے روایت کرنے والے راوی کے بارے میں اختلاف ہے یہ اس کا وہم ہے بلا کسی اختلاف کے وہ ایسا راوی ہے جس کو چھوڑ دیا گیا تھا نتیجہ یہ ہے کہ اس اسناد کے ساتھ یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے البتہ اس کا یہ کہنا: اللھم انك اذقت ...... حسن حدیث ہے ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۷۱/۴) میں اور احمد رحمہ اللہ نے (۲۱۷۰) میں اور عقیلی رحمہ اللہ نے (۱۹۵) میں جب کہ محمد بن عاصم الثقفی نے اپنی حدیث (۲/۲) میں اور الضیاء نے المختارۃ (۱/۲۲۹) میں اور اسی طرح المخلص نے الفوائد المنتقاۃ (۱/۶/۸) میں اعمش کے طریق سے اس نے طارق بن عبدالرحمن سے اس نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس حدیث کے رواۃ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک بخاری مسلم کے رواۃ ہیں جب کہ طارق راوی کے بارے میں کلام ہے جو باعث ضرر نہیں بعض ازاں میں نے اس حدیث کو ابوالقاسم السمر قندی کے جزء الفواد المنتقاہ (۱/۱۱) میں دوسرے طریق سے جعفر بن سلیمان سے بیان کیا ہے اس نے بتایا کہ اس حدیث کے بارے میں نضر بن حمید کندی ابو الجارود رحمہ اللہ نے ابوالاحوص سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ یہ ایسا مقام ہے جو اس کی تائید کرتا ہے جس کو ہم نے نضر کے والد کے نام کے بارے میں درست قرار دیا ہے کہ نام حمید ہے جب کہ لسان المیزان میں جو ہے وہ ترجیح دے رہا ہے کہ ابوالجارود اس النضر (راوی) کی کنیت ہے وہ اس حدیث میں اس کا شیخ نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

بعد ازاں میں نے اس کو مسند هیثم بن کلیب (۲/۸۰) میں دیکھا کہ وہ فہد بن عوف رحمہ اللہ سے روایت کرتا ہے، اس نے بتایا کہ ہمیں جعفر بن سلیمان نے خبر دی، اس نے کہا مجھے نضر بن حمید کندی نے بیان کیا، اس نے کہا مجھے جارود نے ابوالاحوص سے اس حدیث کو روایت کیا جب کہ یہ طیالسی کی روایت کے موافق ہے۔ فہد راوی حجت کے لائق نہیں ہے ابن المدینی نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ امام مسلم اور فلاس نے اس کو متروک قرار دیا ہے یہ حدیث عقیلی کے نزدیک (۴۳۵) میں خالد بن ابی زید القرنی کے طریق سے ہے یہ راوی سچا ہے، اس کا نام المزرفی ہے، اس نے کہا ہمیں جعفر بن سلیمان نے اس نے النضر سے اس نے کہا مجھے ابوالجارود نے اس سے آگاہ کیا، میں کہتا ہوں: یہ حدیث میں دوسری علت ہے کہ اس کی اسناد میں اضطراب ہے جب کہ حدیث کا پہلا جز عطاء راوی سے مرسل ہے الفاظ یہ ہیں کہ "تم قریش کی عزت کرو اس لئے ......" عنقریب اس کا تذکرہ آ رہا ہے۔

بعد ازاں میں نے دوسرے حصہ کا ایک اور شاہد پایا جو ابن عمر سے مروی ہے جس کو القضاعی نے

(۲/۱۲۰) میں ابوسعید بن اعرابی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن غالب نے روایت کیا اس نے کہا ہمیں مسلم بن ابراہیم نے اس نے کہا ہمیں شعبہ نے اس نے عمرو بن دینار سے اس نے عبید بن عمیر سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد صحیح ہے اس کے سبھی راوۃ ثقة اور معروف ہیں جب کہ محمد بن غالب راوی جو التمتام کے ساتھ معروف ہے وہ حافظ ہے کثرت کے ساتھ احادیث بیان کرتا ہے دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

قریش کی فضیلت

(۳۹۹) اَللّٰھُمَّ اھْدِ قُرَیْشًا فَاِنَّ عِلْمَ الْعَالِمِ مِنْھُمْ یَسَعُ طِبَاقَ الْاَرْضِ اَللّٰھُمَّ اَذَقْتَ اَوَّلَھَا نَکَالًا فَاَذِقْ آخِرَھَا نَوَالًا۔

”اے اللہ قریش کو ہدایت عطا فرما بلاشبہ ان سے ایک عالم کا علم زمین کے طبقات کو بھر دے گا اے اللہ! تو نے قریش کے اول لوگوں کو عذاب سے ہم کنار کیا ہے پس تو ان سے آخر لوگوں کو عذاب سے ہم کنار کر۔“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو الکامل (۲/۸) میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے (۹/ ۶۵) میں اسماعیل بن مسلم کے طریق سے اس نے عطاء سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۳/۶۰-۶۱) میں اور اس سے عراقی نے محجة القرب میں ابن عیاش کے طریق سے اس نے عبدالعزیز بن عبیداللہ سے اس نے وہب بن کیسان سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے جب کہ یہ دونوں اسناد غایت درجہ ضعیف ہیں اسماعیل بن مسلم اور عبدالعزیز بن عبیداللہ حمصی (راوی) دونوں متروک ہیں جب کہ اس حدیث کو الکشف (۲/ ۵۳) میں ترمذی کی جانب منسوب کیا ہے اور احمد نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جب کہ یہ وہم ہے اس نے اس کے دوسرے حصے کو اس سے ذکر کیا ہے جیسا کہ اس حدیث سے پہلی حدیث میں اس کا ذکر آچکا ہے۔

اعمال میں علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت

(۴۰۰) لَمُبَارَزَةُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدِ وُدٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔

”بلاشبہ علی بن ابی طالب کا جنگ خندق کے موقعہ پر عمرو بن عبدود کا مقابلہ کرنا میری امت کے قیامت کے دن تک اعمال سے زیادہ فضیلت والا عمل ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث جھوٹ کا پلندہ ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المستدرک (۳/۳۲) میں احمد بن عیسیٰ خشاب قنیس کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمرو بن ابی سلمۃ نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں سفیان ثوری نے بیان کیا اس نے بہز بن حکیم سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے مرفوعاً روایت کیا ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے التلخیص میں ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس رافضی شیعہ کو تباہ و برباد کرے جس نے اس حدیث کو جھوٹ بنایا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی علت یہ خشاب راوی ہے بلاشبہ یہ شخص کذاب ہے جیسا کہ ابن طاہر وغیرہ نے کہا ہے شاید اس نے اپنے جیسے کذاب شخص سے اس کا سرقہ کیا ہے جب کہ الخطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۳/۱۹) میں اسحاق بن بشر قرشی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے اس کو بہز سے نقل کیا ہے جب کہ یہ اسحاق کاہلی (راوی) جو کہ کوفی ہے کذاب بھی ہے اس کی احادیث موضوعہ پہلے بھی گزر چکی ہیں مثال کے طور پر آپ (۳۰۹، ۳۱۱، ۳۲۹، ۳۵۱) کا ملاحظہ کریں۔

مسواک کے استعمال کا وقت

(۴۰۱) إِذَا صُمْتُمْ فَاسْتَاكُوا بِالْغَدَاةِ وَلَا تَسْتَاكُوا بِالْعَشِيِّ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ صَائِمٍ تَيْبَسُ شَفَتَاهُ بِالْعَشِيِّ إِلَّا كَانَتْ نُورًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

”جب تم نے روزہ رکھا ہوا ہے تو تم صبح کے اوقات میں مسواک کرو پچھلے پہر کے اوقات میں مسواک نہ کرو اس لئے کہ کوئی بھی روزہ دار نہیں جس کے ہونٹ دن کے پچھلے پہر میں خشک ہو جاتے ہیں مگر وہ ہونٹ قیامت کے دن اس کے آگے روشنی والے ہوں گے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۸۴/۲) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ نے (ص ۲۴۹) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ سے بیہقی رحمہ اللہ نے (۴/۲۷۴) میں کیسان ابو عمر القصار کے طریق سے اس نے یزید بن بلال سے اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت کیا ہے بعد ازاں انہوں نے اس حدیث کو اس طریق سے عمرو بن عبد الرحمن سے اس نے سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس

کی مثل روایت کیا ہے اور دار قطنی نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی متابعت کی ہے ان دونوں نے آگاہ کیا ہے کہ کیسان ابو عمر راوی قوی نہیں ہے نیز جو راوی اس کے درمیان اور علی کے درمیان ہے وہ معروف نہیں ہے جب کہ ابن الملقن نے خلاصۃ البدر المنیر (ق ۲/۶۹) میں ان دونوں کو برقرار رکھا ہے، اور المجمع (۳/۱۶۴۔۱۶۵) میں ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکبیر میں سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے البتہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی اسناد میں کیسان ابو عمر کو ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ دوسروں نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ المناوی رحمہ اللہ نے الفیض میں عراقی سے روایت کیا ہے اس نے ترمذی کی شرح میں اس حدیث کو انتہا درجہ کی ضعیف قرار دیا ہے اور الھدایۃ کی تخریج سے بیان کیا کہ اس میں کیسان خصاب اس طرح انتہا درجہ کا ضعیف ہے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے اس حدیث کی اسناد میں کیسان راوی ان کے نزدیک ضعیف ہے البتہ ابن العزیزی کا قول جو الجامع الصغیر کی شرح (۱/۱۲۹) میں ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جس کی تلافی ہو رہی ہے حالاں کہ اس کا یہ قول وہم ہے اس کی تلافی نہیں ہو رہی ہے اور اس کے سوا نے بھی اس کی تلافی نہیں کی ہے اور اس کے سوا نے اس کا ادعا نہیں کیا ہے بلکہ اس کی مخالف روایت ہے اور وہ یہ ہے۔

مسواک کی اہمیت

(۴۰۲) كَانَ يَسْتَاكُ آخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ صَائِمٌ۔

''نبی ﷺ دن کے آخر میں مسواک کیا کرتے تھے جبکہ آپ ﷺ روزے سے ہوتے تھے۔''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اس روایت کو اس نے احمد بن عبداللہ المیسرۃ الحرانی سے اس نے شجاع بن ولید سے اس نے عبیداللہ بن عمر سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ابن میسرہ کے باعث معلول قرار دیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ یہ راوی استدلال کے لائق نہیں ہے جب کہ اس کا مرفوع ہونا باطل ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ہے اسی طرح نصب الرایہ (۲/۴۶۰) میں ہے جب کہ اس حدیث میں روزے دار شخص کے لئے مسواک استعمال کرنا مشروع ہے، جس وقت بھی وہ مسواک استعمال کرنا چاہے خواہ دن کا آغاز ہو یا دن کا آخری حصہ ہو اس کی

دلیل نبی ﷺ کا عام ارشاد ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک استعمال کرنے کا حکم دیتا (بخاری، مسلم) اور کس قدر عمدہ حدیث ہے جس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس کی اسناد حسن درجہ کا احتمال رکھتی ہے، عبدالرحمٰن بن غنم سے مروی ہے اس نے کہا میں نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا؟ کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کر سکتا ہوں؟ اس نے ہاں میں جواب دیا! میں نے دریافت کیا دن کے کس حصے میں مسواک کروں اس نے جواب دیا جب آپ چاہیں خواہ صبح کا وقت ہو یا شام کا وقت ہو، میں نے ذکر کیا کہ لوگ تو دن کے پچھلے پہر میں مسواک کرنے کو ناپسند گردانتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے اس نے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے سبحان اللہ کا کلمہ کہا کہ آپ نے ان کو مسواک کا حکم دیا ہے حالانکہ آپ کو پتہ ہے کہ روزے دار کے منہ سے بو نمایاں ہوتی ہے اگرچہ وہ مسواک بھی کرے اور یہ وہ چیز نہیں کہ آپ ان کو حکم دیں کہ وہ اپنے منہ کو جان بوجھ کر بودار کریں اس میں تو کچھ بھلائی نہیں ہے بلکہ اس میں تو شر ہے البتہ وہ شخص جو جسم میں کسی بیماری کے ساتھ مبتلا کیا گیا ہے جس سے اسے کچھ بچاؤ نہیں تھا۔ میں نے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار کا پہنچنا بھی اسی طرح ہے بلاشبہ اس کو اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے جس کو اضطراری کیفیت حاصل ہو اور اس سے بچاؤ نہ کر سکے اس نے اثبات میں جواب دیا البتہ جو شخص خود کو کسی مصیبت میں عمداً مبتلا کرتا ہے تو اس کے لئے کچھ ثواب نہیں ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص (ص ۱۹۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد مضبوط ہے اس کے بعد زیلعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس میں وہ لوگ داخل ہیں جو تکلف کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں اور مساجد کی جانب زیادہ آنا جانا رکھتے ہیں نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق کہ جو لوگ مساجد کی جانب کثرت کے ساتھ رواں دواں رہتے ہیں اور وہ لوگ جو بڑھاپے کے ظہور میں کہ بڑھاپا ان کے بالوں میں نمودار ہو بنسبت نبی ﷺ کے اس رشاد کے کہ جو شخص اسلام کی حالت میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا اس کو اس کے بڑھاپے کے باعث اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔

آدم علیہ السلام ہندوستان میں

(۴۰۳) نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ وَاسْتَوْحَشَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ فَنَادَى بِالْأَذَانِ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مَرَّتَيْنِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ آدَمُ مَنْ مُحَمَّدٌ؟ قَالَ آخِرُ وَلَدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ﷺ۔

"آدم علیہ السلام نے آسمان سے ہندوستان میں نزول فرمایا انہوں نے تنہائی کو محسوس کیا تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے انہوں نے اذان کے کلمات اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الااللہ دوبار دہرائے اشھد ان محمداً رسول اللہ دو بار دہرائے، تو آدم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ محمد ﷺ کون ہے اس نے بتایا کہ انبیاء علیہم السلام سے آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۳۲۳/۲) میں محمد بن عبداللہ بن سلیمان سے اس نے بتایا ہمیں علی بن بہرام کوفی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبدالملک بن ابی کریم نے اس نے عمرو بن قیس سے اس نے عطاء سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے علی بن بہرام راوی کو میں نہیں پہچانتا ہوں جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا ذکران رواۃ سے کیا ہے جو اس حدیث کو ابو کریمہ سے روایت کرتے ہیں اس کا نام علی بن یزید بن بہرام ہے بعدازاں میں نے اس کا تذکرہ تاریخ بغداد میں پایا ہے، اس نے یزید کو اس کا دادا قرار دیا ہے چنانچہ اس نے (۱۱/۳۵۳) میں بتایا ہے کہ علی بن بہرام بن یزید ابو جیۃ المزنی العطار افریقہ کے باشندوں میں سے ہے وہ عراق کی جانب منتقل ہوا وہیں وفات تک سکونت پذیر رہا اور اس نے بغداد میں عبدالملک بن ابی کریمہ انصاری سے بیان کیا اس سے احمد بن یحییٰ اودی نے اور موسیٰ بن اسحاق انصاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور آپ رازی اور حسن بن اطیب شجاعی کو ضرور ملاحظہ کریں بعدازاں اس نے اس سے دو احادیث بیان کی ہیں جب کہ ان میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا اور محمد بن عبداللہ بن سلیمان دو مختلف اشخاص ہیں ان میں ایک کوفی ہے ابن مندہ رحمہ اللہ نے اس کو مجہول قرار دیا ہے جب کہ دوسرا خراسانی ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو موضوع حدیث کے ساتھ متہم کیا ہے بظاہر یہی ہے کہ یہ پہلا ہی ہے۔

یہ حدیث اپنے ضعیف ہونے کے باجود گزشتہ حدیث سے زیادہ قوی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ جب آدم علیہ السلام نے گناہ کا ارتکاب کیا تو اس نے کہا اے میرے پروردگار میں تجھ سے محمد ﷺ کے طفیل سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے معاف کردے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جس کو میں نے ابھی تک پیدا نہیں کیا ہے، حدیث نمبر (۵۲) کا ملاحظہ کریں جب کہ یہ حدیث صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ آدم علیہ السلام نبی ﷺ کو پہچانتے تھے۔ وہ ابھی جنت میں تھے زمین کی جانب اترے نہیں تھے

جب کہ اس میں وضاحت ہے کہ آدم علیہ السلام نے نبی ﷺ کو پہچانا نہیں تھا یہاں تک کہ زمین پر اترنے کے بعد بھی نہیں پہچانا اسی لئے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ محمد ﷺ کون ہے پس اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث باطل ہے جیسا کہ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اس کے موضوع ہونے کو ثابت کیا گیا تھا شاید آپ کو یاد آ جائے یا اگر آپ چاہیں تو مراجعت کر لیں، جب کہ میں اس حدیث کو حجت قرار نہیں دیتا جیسا کہ معاملہ ظاہر ہے البتہ علمی تحقیق اجازت دیتی ہے کہ بہت زیادہ ضعیف حدیث کو اس کے کم ضعیف کے باعث رد کر دیا جائے جب کہ اس کے ضعف میں کمی ہو جیسا کہ اس شخص پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں جو اس عمدہ علم کے ساتھ گہرا لگاؤ رکھتا ہے۔

عرفہ میں روزہ

(۴۰۴) نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ ۔

''نبی ﷺ نے عرفہ کے دن عرفہ میں روزہ رکھنے سے منع کیا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۸۲/۱) میں اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (۵۲۸/۱) میں اور طحاوی رحمہ اللہ نے مشکل الآثار (۱۱۲/۴) میں اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (۱۰۶) میں اور حربی رحمہ اللہ نے غریب الحدیث (۲/۳۸/۵) میں اور حاکم نے (۴۳۴/۱) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۲۸۴/۴) میں حوشب بن عقیل کے طریق سے اس نے مہدی الہجری سے اس نے عکرمہ سے اس نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور حاکم نے اس حدیث کو بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے۔ میں کہتا ہوں یہ تو ان کے فحش قسم کے اوہام سے ہے اس لئے کہ حوشب بن عقیل اور اس کے استاد مہدی ہجری سے امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت نہیں کی جب کہ الہجری راوی مجہول ہے جیسا کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلی (۱۸/۷) میں ذکر کیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے بھی میزان میں اس کو برقرار رکھا ہے جبکہ ابو حاتم سے بھی اسی طرح منقول ہے اور التہذیب میں ابن معین سے اس کی مثل ہے تو حدیث کو کیسے صحیح قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ اس کی اسناد میں یہ شخص مجہول ہے اور اسی لئے ابن حزم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اس نے واضح کیا ہے کہ اس قسم کا راوی حجت کے لائق نہیں اور اسی طرح ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کو زاد المعاد (۱۶/۱، ۲۳۷) میں ضعیف قرار دیا ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ کا اس کو ثقہ قرار دینا اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا، جیسا کہ میں نے اس پر بارہا تنبیہ کی ہے اور اسی طرح ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا اس کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ

اس فن میں سہل انگاری سے کام لیتا ہے اور اسی لئے امام ابن حجر رحمہ اللہ نے ان دونوں کی توثیق پر اعتماد نہیں کیا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الھجری کے حالات میں اس کو مقبول قرار دیا ہے یعنی جب متابعت موجود ہو وگرنہ اس کو ضعیف کہا ہے اور چونکہ وہ اس حدیث میں متفرد ہے اس لئے اس کے نزدیک ضعیف ہے اگر کہا جائے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی مثل حدیث ذکر کی ہے تو کیا اس کے ساتھ تقویت ہو جائے گی میں کہتا ہوں ہرگز نہیں اس لئے کہ اس کی اسناد میں ابراہیم بن محمد اسلمی کے بارے میں شدید قسم کا ضعف ہے اس جیسے شخص کے ساتھ تقویت ممکن نہیں چنانچہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط (۱/۱۰۵/۱) میں کہا ہے اس کی زوائد سے کہ ہمیں ابراہیم نے بیان کیا جو کہ بیٹا ہے ..... اس نے کہا ہمیں محمد بن عبدالرحیم بن شروس نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں ابرہیم بن محمد اسلمی نے اس نے صفوان بن سلیم سے اس نے عطار بن یسار سے اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور اس نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو صفوان سے صرف ابراہیم نے بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں وہ متروک ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے التقریب میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن شروس کو میں پہچانتا نہیں ہوں مالبتہ مجمع الزوائد (۱۸۹/۳) میں ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس میں محمد بن ابی یحییٰ راوی میں کثرت کے ساتھ کلام وارد ہے جب کہ اس کو ثقہ بھی قرار دیا گیا ہے، میں کہتا ہوں کہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ناسخ کے قلم سے (ابراہیم بن) کا نام رہ گیا ہے جب کہ وہ ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی ہے اور اس راوی کو مالک قطان ابن معین نے کذاب قرار دیا ہے جب کہ جمہور نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تو اس جیسے شخص کو نہ اجتہاد کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ وہ قابل تکریم ہے اس حدیث کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ہم کہیں گے کہ ناواقف شخص اس کے باعث دھوکہ میں مبتلا نہ ہو تو اس کے باعث حج کرنے والے پر عرفہ کے دن کے روزہ کو ظاہر نہی کے باعث حرام قرار دے وگرنہ ہمیں زیادہ محبوب ہے کہ حج کرنے والا شخص اس دن روزہ نہ رکھے تاکہ اس کو احکام حج کی ادائیگی پر قوت حاصل رہے مزید برآں اس لئے بھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل حجۃ الوداع سے ثابت ہے آپ ہمارے رسالہ حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کریں (حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اردو ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے اب تک اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اہل علم حضرات فائدہ اٹھا رہے ہیں والحمد للہ علی ذلک) اور اس کی جانب امام احمد رحمہ اللہ کی کلام میں اشارہ ہے جب کہ امام احمد رحمہ اللہ کے بیٹے عبد اللہ رحمہ اللہ نے المسائل (ص۱۶۶) میں آگاہ کیا ہے یہ مخطوطہ ابھی اشاعت پذیر نہیں ہوا اپنے باپ سے

اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو سفر میں نفلی روزہ رکھتا ہے تو کیا وہ گناہ گار ہوگا اس لئے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے سفر میں روزہ رکھنا نیکی کا کام نہیں ہے انہوں نے آگاہ کیا اگر سفر میں فرض روزہ رکھتا ہے تو اس کا روزہ فرض سے کفایت کرے گا جب کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ وہ نفل روزہ رکھے اور نہ فرض روزہ رکھے بعدازاں میں نے حدیث کا ملاحظہ کیا جس کو دولابی نے (۱/۱۴۳) میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بیان کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے جب کہ ابن سعد رحمہ اللہ نے (۷/۱۲۵) میں اور ابوسلمہ یحیی رحمہ اللہ نے جزء الانصاری (۱/۶) میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

(۴۰۵) مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ ثُمَّ قَرَأَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) مِائَةَ مَرَّةٍ قَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ فَكُلَّمَا قَرَأَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) غُفِرَلَهٗ ذَنْبُ سَنَةٍ۔

"جس شخص نے صبح کی نماز ادا کی بعدازاں اس نے کلام کرنے سے پہلے (قل ہواللہ احد) سو بار دہرایا تو جب بھی اس نے (قل ہواللہ احد) پڑھا تو اس کے ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جب کہ اسی طرح حاکم رحمہ اللہ نے (۳/۵۷۰) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۱۹۶/۱۹) میں محمد بن عبدالرحمٰن قشیری کے طریق سے اس نے بیان کیا کہ مجھے اسماء بنت واثلہ بن اسقع نے بتایا اس نے کہا میرا باپ جب صبح کی نماز ادا کر لیتا تو قبلہ رخ ہو کر بیٹھا رہتا سورج کے طلوع ہونے تک کلام نہیں کرتے تھے تو کبھی میں اس سے کسی کام کے باعث گفتگو کرتی تو وہ مجھ سے ہم کلام نہ ہوتے اس پر میں نے کہا یہ کیا ہے؟ تو اس نے یہ حدیث بیان کی۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے بارے میں حاکم رحمہ اللہ نے خاموشی اختیار کی اور ذہبی رحمہ اللہ نے اسکے بارے میں کچھ نہ کہا جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (۱۰/۱۰۹) میں حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کی اسناد میں محمد بن عبدالرحمٰن قشیری راوی متروک ہے میں کہتا ہوں بلکہ وہ کذاب ہے جیسا کہ ازدی نے کہا ہے اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۳/۲/۳۲۵) میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں دریافت کیا اس نے اس کو متروک الحدیث قرار دیا وہ جھوٹ

کہتا تھا اور حدیث کو گھڑتا تھا۔

غروب آفتاب کے وقت اللہ اکبر کہنے کی فضیلت

(۴۰۶) مَنْ كَبَّرَ تَكْبِيرَةً عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ رَافِعًا بِهَا صَوْتَهُ أَعْطَاهُ اللهُ مِنَ الْأَجْرِ بِعَدَدِ كُلِّ قَطْرَةٍ فِي الْبَحْرِ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحَا عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَ لَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ مَا بَيْنَ دَرَجَتَيْنِ مَسِيْرَةُ مِائَةِ عَامٍ بِالْفَرَسِ الْمُسْرِعِ۔

”جس شخص نے سورج غروب ہونے کے وقت سمندر کے کنارے میں اللہ اکبر کے کلمات بلند آواز کے ساتھ کہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اجر وثواب کے ساتھ نوازے گا سمندر کے ہر قطرہ کے برابر دس نیکیاں عطا کرے گا اور اس سے دس برائیوں کو مٹا دے گا اور اس کے دس درجات کو بلند کر دے گا ہر دو درجات کے درمیان سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہوگا اور مسافت ایسے گھوڑے کی جو تیز رفتار ہو۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الضعفاء (۱۲۲) میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے (۱۲۵/۳) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۵۸۷/۳) میں ابراہیم بن زکریا عبدی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں فدیک بن سلیمان نے حدیث بیان کی اس نے کہا ہمیں خلیفہ بن حمید نے ایاس بن معاویہ سے روایت کیا اس نے اپنے والد سے اس نے اپنے دادا سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ایاس کی حدیث سے غریب قرار دیا ہے اور اس سے سوائے خلیفہ کے کسی اور نے ذکر نہیں کیا ہے اس حدیث کے بیان کرنے میں فدیک راوی متفرد ہے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی اختیار کی ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص میں ذکر کیا ہے کہ، میں کہتا ہوں: یہ حدیث غایت درجہ منکر ہے اور خلیفہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ وہ کون ہے نیز اس کی اسناد میں اس تک وہ رواۃ ہیں جو متہم ہیں۔ میں کہتا ہوں: اس عبدی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے ابن عدی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ یہ باطل احادیث بیان کرتا تھا اور ابن حبان رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ وہ مالک سے موضوع احادیث روایت کیا کرتا تھا جب کہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس خلیفہ شخص کے احوال میں میزان الاعتدال سے ذکر کیا ہے کہ اس میں جہالت ہے اور اس کی بیان کردہ حدیث اعتبار کے درجہ سے گری ہوئی ہے پھر یہ حدیث عقیلی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر

کیا اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں ذہبی رحمہ اللہ کا کلام ذکر کیا ہے جو تلخیص میں ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ غافل رہا ہے اس راوی سے جو متہم ہے جس کی جانب ذہبی رحمہ اللہ کے کلام میں اشارہ ہے کہ وہ معلول ہے مجمع الزوائد (۲۸۸/۵) میں ذکر کردہ ذہبی رحمہ اللہ کی کلام کے ساتھ جو خلیفہ کے احوال میں ہے جب کہ یہ ایسی کوتاہی ہے جو واضح ہے پوشیدہ نہیں۔ بعد ازاں میں نے معلوم کیا کہ ابن عراق نے اس حدیث کو تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ (۲/۲۸۸) میں ذکر کیا ہے۔

بیٹیاں باعث جنت

(۴۰۷) مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ فَصَبَرَ عَلَى لَأْوَائِهِنَّ وَضَرَّائِهِنَّ وَسَرَّائِهِنَّ أَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ إِيَّاهُنَّ فَقَالَ رَجُلٌ أَوِ اثْنَتَانِ يَارَسُولَ اللهِ؟ قَالَ أَوِ اثْنَتَانِ فَقَالَ رَجُلٌ أَوْ وَاحِدَةٌ يَارَسُولَ اللهِ؟ قَالَ أَوْ وَاحِدَةٌ۔

”جس شخص کی تین بیٹیاں ہیں وہ ان کی تکلیف اور مضرت رسانیوں پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و رحمت کے ساتھ ان کے سبب جنت میں داخل کرے گا ایک شخص نے دریافت کیا‘ کیا دو بیٹیاں بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: دو بھی ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے نبی! کیا ایک بھی تو آپ ﷺ نے فرمایا ایک بھی۔

تحقیق: یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۷۷/۴) میں اور امام احمد رحمہ اللہ نے (۳۳۵/۲) میں ابن جریج کے طریق سے اس نے ابی الزبیر سے اس نے عمر بن نبہان سے اس نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے اور امام منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الترغیب (۸۵/۳) میں برقرار رکھا ہے اور میں کہتا ہوں ہرگز نہیں! اس لئے کہ ابن جریج اور ابو الزبیر دونوں مدلس راوی ہیں اور ان دونوں نے اس حدیث کو بصیغہ عــن کے ساتھ ذکر کیا ہے اور عمر بن نبہان راوی مجہول ہے جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے تو اسے کیسے صحیح قرار دیا جا سکتا ہے جب۔

کہ اس سے جابر کی حدیث مستغنی کر رہی ہے جو کہ مرفوع ہے الفاظ یہ ہیں ''جس شخص کے لئے تین بیٹیاں ہوں جن کو وہ ادب سکھلاتا ہے اور انہیں مستغنی کرتا ہے تو اس کے لئے لازمی طور پر جنت ہے لوگوں میں سے ایک شخص نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! دو لڑکیاں بھی، آپ نے فرمایا: دو بھی!'' بخاری نے اس حدیث کو الادب المفرد (ص ۱۴) میں ذکر کیا ہے، اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے الحلیۃ میں دو طریق سے محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے وہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے پس یہ اسناد صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کو محبوب نام

(۴۰۸) أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللّٰهِ مَا تُعُبِّدَ بِهِ۔

''سب ناموں سے زیادہ محبوب نام اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ تمام نام ہیں، جن کے ساتھ ہم اس کی عبادت کرتے ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۲/۵۹/۳) میں معلل بن نفیل الحرانی سے اس نے محمد بن محصن سے اس نے سفیان سے اس نے منصور سے اس نے ابراہیم سے اس نے علقمہ سے اس نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ کوئی شخص اپنے لڑکے یا غلام کا نام حارث یا مرہ یا ولید یا حکم یا ابا الحکم یا افلح یا نجیح یا یسار رکھے نیز آپ نے فرمایا سبھی ناموں میں سے محبوب نام اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ہے جس کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے جب کہ سبھی ناموں میں سے سچائی کا نام ھمام ہے۔ علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۵۱/۸) میں اس کے بعد کہ اس نے اس کی نسبت معجم الکبیر یا معجم الاوسط کی جانب کی ہے اور یہ اس کا سیاق ہے۔ اس میں محمد بن محصن عکاشی راوی متروک ہے، میں کہتا ہوں بلکہ وہ تو کذاب ہے جیسا کہ ابن معین رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، اور دار قطنی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شیرازی کی روایت کے ساتھ الالقاب میں ذکر کیا ہے، نیز طبرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کو ہیثمی کے اس کلام کے ساتھ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے معلول قرار دیا ہے بعد ازاں اس نے کہا کہ فتح الباری میں ذکر ہے کہ اس کی اسناد میں ضعف ہے جب کہ مؤلف نے اس کے بارے میں کوئی اشارہ نہیں کیا اور اس شخص کو وہم ہے جو کہتا ہے کہ اس نے ضعف کی جانب اشارہ کیا ہے البتہ اس کے ضعف کو الـــــدر میں یقین کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کے ضعیف قرار دیئے جانے پر کوتاہی ہے جب کہ یہ تو ایک کذاب شخص کی

روایت ہے البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ضعیف حدیث کی اقسام سے موضوع حدیث ہے جیسا کہ اصطلاح میں ثابت ہے اس لئے اس میں منافات نہیں ہے آپ دو احادیث کے بعد آنے والی حدیث کا ملاحظہ کریں۔

عاشق درجۂ شہادت پر

(۴۰۹) مَنْ عَشِقَ وَكَتَمَ وَعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ۔

"جس شخص نے عشق کیا اور اس کو چھپایا اور پاکدامنی اختیار کی پھر وہ فوت ہو گیا تو وہ شخص درجہ شہادت پر فائز ہوگا۔"

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے خطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تاریخ (۵/۱۵۶، ۲۶۲، ۶/۵۰-۵۱، ۱۱/۲۹۸، ۱۲/۱۸۴) میں اور الثعالبی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۱۲۹) میں اور ابو بکر کلاباذی رحمہ اللہ نے مفتاح المعانی (۲/۲۸۱) میں اور السِّلفی رحمہ اللہ نے الطیوریات (۲/۲۴) اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق (۱۲/۲/۶۶۳) میں اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی مشیخة (الشیخ الثامن والسبعون) میں سوید بن سعید الحدثانی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں علی بن مسہر نے بتایا اس نے ابو یحییٰ القتات سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت ابو یحییٰ القتات کا ضعیف ہونا ہے اور اس کا نام زاذان ہے جب کہ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام کچھ اور ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اس کو لین الحدیث کہا ہے جب کہ دوسری علت سوید بن سعید (راوی) کا ضعیف ہونا ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو فی نفسہ صدوق قرار دیا ہے البتہ وہ اندھا ہو گیا تھا وہ ایسی باتوں کو قبول کرتا تھا جو اس کی حدیث میں نہیں ہوتی تھیں جب کہ ابن معین رحمہ اللہ کا قول اس کے بارے میں حد سے زیادہ غلط ہے۔

میں کہتا ہوں: اس راوی کے بارے میں ابن معین کا کلام آگے آئے گا نیز متقدمین ائمہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے پر اتفاق کیا ہے چنانچہ ابن الملقن نے الخلاصة (۲/۵۴) میں بتایا ہے کہ ائمہ نے اس کو معلول قرار دیا ہے ابن عدی، حاکم، بیہقی، ابن طاہر اور ان کے علاوہ ائمہ رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ وہ ایک ہے جس نے سوید بن سعید پر انکار کیا ہے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں اس سے لڑائی کرتا۔ اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بذل الماعون (۲/۴۵) میں واضح کیا ہے کہ اور اس کی اسناد میں کلام ہے جب کہ بعض متاخرین حدیث کی تقویت کی جانب گئے

ہیں کہ حدیث دوسرے طریق سے بھی وارد ہے چنانچہ زرکشی رحمہ اللہ نے اللآلی المنثورة في الاحاديث المشهورة (رقم ۱۶۶) میں میرے نسخہ کے مطابق ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ وغیرہ نے سوید بن سعید کی وجہ سے انکار کیا ہے لیکن وہ اس میں متفرد نہیں جب کہ زبیر بن بکار نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ہمیں عبدالملک بن عبدالعزیز بن الماجشون نے عبد العزیز بن ابی حازم سے اس نے ابن ابی نجیح سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو بیان کیا جب کہ یہ اسناد صحیح ہے حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد الحسنة طبع الخانجي (۴۲۰) میں اس کے بعد کہ اس نے اس طریق کو بیان کیا ہے اور غور کیا جائے کیا یہ وہی طریق ہے کہ جس کو الخرائطی رحمہ اللہ نے ان میں سے ذکر کیا ہے پس اگر یہ وہی ہیں تو عراقی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ان کی اسناد میں نظر ہے جب کہ الدیلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی سند میں زبیر کے طریق سے روایت کیا ہے جب کہ اس کے نزدیک عبداللہ بن عبدالملک بن الماجشون سے ہے اس طرح نہیں ہے جس طرح کہ یہاں ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ خرائطی کے طریق کو سخاوی رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کیا جبکہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس پر کلام بھی کیا ہے چنانچہ اس نے کتاب الداء والدواء (ص۳۵۳-۳۵۴) میں آگاہ کیا ہے کہ البتہ ابن ماجشون کی حدیث جو عبدالعزیز بن ابی حازم سے ہے اس نے ابن ابی نجیح سے ذکر کیا ہے اس نے مجاہد سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، اس نے ابن ماجشون پر جھوٹ باندھا ہے کیونکہ اس نے یہ بیان نہیں کیا اور نہ ان سے زبیر بن بکار نے بیان کیا، یہ تو بعض جھوٹے لوگوں نے سند جوڑی ہے، سبحان اللہ! اس سند کا اس جیسے متن سے کیسے احتمال ہوسکتا ہے، اللہ ان گھڑنے والوں کو تباہ کرے۔

ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ نے یہ حدیث محمد بن جعفر بن سہل سے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں ہمیں یعقوب بن عیسیٰ نے عبدالرحمٰن بن عوف کے لڑکے سے اس نے ابن ابی نجیح سے اس نے مجاہد سے مرفوعاً بیان کیا اور یہ قباحت والی غلطی ہے اس لئے کہ محمد بن جعفر وہ خرائطی ہے جس کی وفات ۸۲۷ ہجری میں ہوئی تھی اس لحاظ سے ناممکن ہے کہ وہ اپنے شیخ یعقوب بن ابی نجیح سے ملاقات کرتا بالخصوص جب کہ اس نے اس کو اپنی کتاب الاعتدل میں اس یعقوب سے ذکر کیا ہے وہ زبیر سے وہ عبدالملک سے وہ عبدالعزیز سے وہ ابن ابی نجیح سے جبکہ یہ شخص جو الخرائطی ہے یہ روایت کرنے میں ضعف کیساتھ مشہور ہے ابوالفرج نے اس کا تذکرہ کتاب الضعفاء میں کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: البتہ میں الخرائطی کے بارے میں متقدمین میں سے کسی کو نہیں جانتا ہوں کہ کسی نے اس کو ضعف کے ساتھ متہم کیا ہو اسی لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو میزان الاعتدال میں شامل نہیں کیا اور نہ ہی لسان المیزان میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر استدراک کیا ہے یعنی شامل نہیں ہے جب کہ الخطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۱۳۹/۲-۱۴۰) میں اس کے حالات کا ذکر کیا ہے بعدازاں سمعانی رحمہ اللہ نے الانساب میں ان کے بعد ابن اثیر رحمہ اللہ نے اللباب میں تو اس کو ان میں سے کسی ایک نے مجروح قرار نہیں دیا ہے بلکہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۱۵/۹۳/۱-۲) میں اس کے حالات بیان کیے ہیں اور ابونصر ابن ماکولا نے اس سے روایت کیا ہے اس نے اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس کا شمار ثقہ رواۃ سے ہے اس لحاظ سے میں زبردست شک میں مبتلا ہوں اس کی صحت کے بارے میں جس کو ابوالفرج نے الخرائطی کے جانب سے ضعف کا ذکر کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ تو ثقہ راوی ہے حجت ہے، واللہ اعلم، پس شاید اس اسناد کی علت یعقوب بن عیسیٰ راوی ہے جو خرائطی کا استاذ ہے اس کے کوائف معلوم نہیں ہو سکے جب کہ اس یعقوب کے طبقہ سے یعقوب بن عیسیٰ بن ماہان ہے جس کی کنیت ابو یوسف المؤدب ہے خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس کے احوال وکوائف کو (۲۷۱/۱۴-۲۷۲) میں ذکر کیا ہے اور اس نے اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ نہیں بتایا ہے کہ وہ سیدنا عبد لرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے، واللہ اعلم۔

ان کا شمار امام احمد رحمہ اللہ کے شیوخ سے ہوتا ہے جس کا تذکرہ المسند میں ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التعجیل میں ذکر کیا ہے ابوزرعہ رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ ہمارے شیخ کے بیٹے کو میں نہیں پہچانتا ہوں جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ رواۃ میں شمار کیا ہے بعدازاں میں نے امام ابن حجر رحمہ اللہ کو پایا کہ اس نے تلخیص الحبیر (۲۷۳/۵) میں اس پر کلام کی ہے اور اس نے اس کو پہلے طریق سے معلول قرار دیا ہے جیسا کہ ہم نے اس کو الخلاصۃ سے نقل کیا ہے جبکہ دوسرے طریق کو یعقوب کی روایت سے معلول قرار دیا ہے وہ ابن ابی نجیح سے روایت کرتا ہے کہ یعقوب کو احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے، بعدازاں اس نے آگاہ کیا کہ اس کو الخطیب رحمہ اللہ نے زبیر بن بکار کے طریق سے ذکر کیا ہے جبکہ یہ ایسا طریق ہے جس میں بعض راویوں نے غلطی کی ہے اور ایک اسناد کو دوسری اسناد میں داخل کر دیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ طریق بھی ضعیف ہے اس لئے کہ یعقوب راوی ضعیف ہے اور روایت میں اضطراب بھی ہے کبھی وہ ابن ابی نجیح کہتا ہے وہ مجاہد سے مرفوعا روایت کرتا ہے اور مرسل ذکر کرتا

ہے اور اسکے اور ابن ابی نجیح کے درمیان واسطہ ذکر نہیں کرتا اور کبھی وہ زبیر سے روایت کرتا ہے وہ عبد الملک سے وہ عبدالعزیز سے وہ ابن ابی نجیح سے وہ مجاہد سے وہ ابن عباس سے مسند روایت کرتا ہے اور متصل ذکر کرتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کا قول: اسلام کے حفاظ کا کلام اس انکار کے سلسلہ میں ترازو ہے اس قسم کے بارے میں ان کی جانب رجوع کیا جائے جب کہ اس روایت کو کسی ایسے شخص نے صحیح بلکہ حسن بھی قرار نہیں دیا ہے جس پر فن حدیث میں اعتماد کیا جاسکے اور صحت کے لحاظ سے اس کی جانب رجوع کیا جائے جبکہ اس کی عادت میں تسامح اور تساہل نہیں ہے اس نے خود کو اس وصف سے موصوف نہیں کیا نیز یہ حقیقت کافی ہے کہ ابن طاہر راوی جو تصوف کی احادیث میں سہل انگاری سے کام لیتا ہے اور چشم پوشی کرتا ہے وہ کمزور اور قوی بھی احادیث کو ذکر کرتا ہے اس نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کے باطل ہونے کا دعویٰ کیا ہے[1] ہاں! ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا انکار ممکن نہیں ہے۔[2]

ابن حزم رحمہ اللہ کے بارے میں ذکر ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص عشق کے باعث موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے تو اس کے بارے میں کیا ہے ابن حزم نے جواب دیا کہ وہ تو شہوت کا قتیل ہے اس میں عقل نہیں ہے اور نہ طاقت وقوت ہے، عرفات جگہ میں اس کی جانب ایک جواں سال شخص کو اٹھا کر لایا گیا جو چوزے کی مانند نڈھال ہو چکا تھا اس نے دریافت کیا اس کا کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا عشق کے باعث بیمار ہے اس کے بعد وہ دن کے اکثر اوقات میں عشق سے پناہ طلب کیا کرتے تھے پس یہ ہے وہ چیز جو ان سے اس کے بارے میں منقول ہے اور جو چیز اس کو نمایاں کرتی ہے وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے صحیح حدیث میں شہیدوں کا شمار کرتے ہوئے فرمایا: کہ جو شخص جہاد میں قتل ہو جاتا ہے، آگ میں جل جاتا ہے، پانی میں ڈوب جاتا ہے، اور پیٹ کی بیماری جلاب وغیرہ میں فوت ہو جاتا ہے، نفاس والی عورت کہ اس کے ہاں تولد پذیر ہونے والے بچے کے سبب وہ موت سے ہم کنار ہو جاتی ہے، جو شخص نمونیا کے مرض سے فوت ہو جاتا ہے، لیکن ان میں اس شخص کا کچھ ذکر نہیں جس کو عشق موت سے ہم کنار کر دیتا ہے اور عشق کے باعث مقتول ہونے کے بارے میں یہ اثر صحیح ہے جو ابن عباس سے

---

[1] میں کہتا ہوں: اس نے اس کو اپنی کتاب تذکرۃ الموضوعات (ص۹۱) میں ذکر کیا ہے۔

[2] اس جانب اشارہ ہے کہ روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے جب کہ وہ سوید راوی کے طریق سے بھی ہے اس لئے زاد المعاد میں وارد ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہونے کے لحاظ سے اس کی صحت میں نظر ہے۔

منقول ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ وہ اللہ کی رضا کے لئے صبر کرے اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے پاکدامنی اختیار کرے اور اللہ کی رضا کے لئے اپنے عشق کو پردے میں رکھے حقیقت یہ ہے کہ جب عاشق شخص صبر ومصابرت سے کام لیتے ہوئے پاکدامنی اختیار کرے گا اور اپنے معشوق پر قدرت حاصل کرنے کے باجود چھپائے گا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دے گا اور اللہ کے ڈر اور اس کی رضا جوئی کو اختیار کرے گا تو وہ شخص زیادہ حق دار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اس کا شمار ہو، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ﴾ (النازعات:)

"وہ شخص جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے خوفزدہ رہا اور اس نے اپنے نفس کو خواہش نفسانی سے روکے رکھا تو بلاشبہ جنت اس کی رہائش گاہ ہوگی۔"

مزید ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ۝﴾ (الرحمن:)

"اور اس شخص کے لئے جو اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضری سے خوف زدہ رہا تو اس کے لئے دو جنتوں کا استحقاق حاصل ہوگا۔"

امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو **الجامع الصغیر** میں الخطیب کی روایت سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ اس سے وہم لاحق ہوتا ہے کہ اس حدیث کے دو طریق ہیں ایک ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور دوسرا سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے حالانکہ حقیقت میں ایک ہی روایت ہے اس حدیث کی اسناد میں بعض ضعیف رواۃ نے وہم کیا ہے تو اس کو مسند عائشہ سے قرار دیا ہے جب کہ یہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مسند روایت سے ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے خطیب نے اس حدیث کو **تاریخ** (۴۷۹/۱۲) میں احمد بن محمد بن مسروق طوسی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں سوید بن سعید نے حدیث بتائی اس نے کہا ہمیں علی بن مسہر نے بتایا وہ ہشام بن عروۃ سے وہ اپنے باپ سے وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں اور اس نے کہا کہ اس حدیث کو ایک سے زیادہ رواۃ نے سوید سے اس نے علی بن مسہر سے اس نے ابو یحییٰ قتات سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور یہ روایت محفوظ ہے۔ اسی طرح اس نے

المؤتلف میں بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ اللسان میں ہے اور اس نے اشارہ کیا ہے کہ اس اسناد میں غلطی اس الطوسی سے ہوئی ہے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ قوی راوی نہیں ہے وہ تو معضل روایات لانے والا ہے

میں کہتا ہوں: یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے منکر ہے جب کہ الطوسی راوی ثقہ رواۃ کی روایت کی مخالفت کرتا ہے جنہوں نے اس کو سوید کی سند سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتا ہے پس اس اسناد کے باعث کثرت اسناد کا ادعا جائز نہیں اور اس کے باعث قوت حاصل کرنا بھی درست نہیں جب کہ اس کی غلطی ظاہر ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اس کو پہلی اسناد کی جانب لوٹاتا ہے جب کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے الداء والدواء (ص ۳۵۳) کے ضمن میں اس نے خطیب رحمہ اللہ کی روایت کو ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ یہ نہایت واضح غلطی ہے جب کہ ہشام راوی اپنے والد سے وہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس جیسی روایت کو نہیں لا سکتا ہے ان لوگوں کے ہاں جو حدیث کی معمولی سی خوشبو سے موصوف ہیں جب کہ ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کو ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہیں کیا اور نہ عروۃ نے عائشہ سے روایت کی ہے اور نہ اس کو کبھی ھشام نے بیان کیا ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث دونوں طریق سے اسناد کے لحاظ سے ضعیف ہے جب کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے معنویت کے پیش نظر اس کا انکار کیا ہے اور اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے انہوں نے اس کے بارے میں وضاحت اپنی تالیف زاد المعاد (۳۰۶/۳-۳۰۷) میں بہترین انداز سے کی ہے چنانچہ انہوں نے آگاہ کیا ہے کہ آپ موضوع حدیث کے بارے میں ہرگز دھوکہ میں مبتلا نہ ہوں، بعد ازاں اس کے دو سیاق کا ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں ہے بلکہ ہرگز جائز نہیں کہ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام باور کیا جائے جب کہ شہادت کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت اونچا ہے اور وہ درجہ صدیقیت کے ساتھ ملا ہوا ہے جب کہ شہادت کے کچھ اعمال اور کچھ کیفیات ہیں دراصل وہ شہادت کے حصول میں شرط ہیں ان کی دو اقسام ہیں کچھ خاص اور کچھ عام ہیں خاص تو اللہ کی راہ میں شہادت ہے اور عام پانچ ہیں جن کا صحیح حدیث میں تذکرہ ہے ان میں ایک بھی عشق نہیں اور عشق کیسے ممکن ہے جو محبت کا شریک ہے اور دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے فارغ کرتا ہے اور دل اور روح پر اللہ تعالیٰ کے سوا کا غلبہ ہے اور اللہ کے سوا کی محبت موجزن ہے کیا اس کے باعث درجہ شہادت کو حاصل کیا جا سکتا ہے؟ یہ تو محال ہے بلاشبہ تصاویر کا عشق تو دل کو ہر چیز سے زیادہ خراب کرتا ہے بلکہ تصاویر تو دل کو ہر دوسری چیز سے زیادہ خراب کرتی ہیں بلکہ وہ تو دل کے لئے شراب ہے جو دل کو بے ہوش کر دیتا ہے اور

اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی محبت سے دور کر دیتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرگوشی کرنے کی لذت اور محبوبیت سے دور کر دیتی ہے اور دل کو اللہ تعالیٰ کے سوا کی بندگی کے لیے واجب کر دیتی ہے، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ عاشق کا دل اپنے معشوق کے لئے اطاعت گزار اور غلام ہو جاتا ہے اور اس کی عبادت کرتا ہے، مزید برآں عشق تو عبودیت کا مغز ہے اس لئے کہ عبودیت میں کمال درجہ کی ذلت، محبت تسلیم ورضا اور تعظیم کارفرما ہوتی ہے تو پھر کیسے اس کا دل اللہ تعالیٰ کے سوا کو معبود بنا سکتا ہے یہ مقام و مرتبہ تو افاضل موحدین کا ہے اور سادات اور خاص خاص اولیاء کرام کا اونچا مقام ہے پس اگر اس حدیث کی اسناد سورج کی مانند روشن اور چمکدار بھی ہو تو اس کو وہم بلکہ غلط ہی قرار دیا جائے گا اور یہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ سے کسی صحیح حدیث میں عشق کا لفظ صادر نہیں ہوا۔ مزید برآں ایک عشق حلال ہے اور دوسرا حرام ہے تو اس لحاظ سے نبی ﷺ کے بارے میں کیسے فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کا یہ حکم ہر عاشق کے لئے ہے جو عشق کو چھپاتا ہے اور عفت اختیار کرتا ہے یا امرد (بے ریش لڑکوں) سے عشق لڑاتا ہے اور بازاری عورتوں سے عشق کرتا ہے وہ کیسے شہداء کے درجہ کو حاصل کر پائے گا۔ یہ تو دین اسلام کے منشا کے بالکل مخالف ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ عشق تو بیماری ہے جس کا شریعت میں علاج موجود ہے اگر عشق حرام ہے تو اس کا علاج لازم ہے یا علاج مستحب ہے اور جب آپ بیماریوں کے بارے میں غور وفکر کریں گے جن بیماریوں کے بارے میں آپ نے شہادت کا حکم لگایا ہے تو وہ ایسی بیماریاں ہیں جن کا علاج ممکن نہیں ہے جیسے طاعون کی بیماری یا پیچش ہے دیوانگی ہے یا آگ میں جل جانا ہے یا پانی میں ڈوب جانا ہے جب کہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ حاملہ عورت کا حمل اس کو موت سے ہم کنار کر دیتا ہے تو بلا شبہ یہ سب مہلک صورتیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں انسان کا ان میں دخل نہیں ہے اور نہ ہی ان کا علاج ہے جب کہ ان بیماریوں کے اسباب محرمات چیزیں نہیں ہیں اور نہ ہی دل کا فاسد ہونا ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کا غلام بن جاتا ہے اور عشق کا برپا ہو جانا ہے پس اگر یہ بات اس حدیث کی نسبت کے ابطال میں رسول اللہ ﷺ کی جانب کافی نہیں ہے تو ائمہ حدیث جن کو حدیث کا اور اس کی علل کا علم ہے تو ان میں سے کسی ایک امام سے ہرگز محفوظ نہیں ہے کہ اس نے اس کے صحیح ہونے کی گواہی دی ہو بلکہ کسی نے اس کو حسن بھی قرار نہیں دیا ہے۔ کیسے حسن قرار دیتے جب کہ انہوں نے سوید راوی پر اس حدیث کا انکار کیا ہے اور اس حدیث کے باعث اس کو انہوں نے نشانہ بنایا جب کہ بعض نے اس حدیث کے باعث اس کے ساتھ لڑائی برپا کرنے کو حلال قرار دیا ہے۔'' خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث کی اسناد ضعیف بلکہ متن موضوع ہے جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کردہ دو مصادر میں یقین کے ساتھ ذکر کیا

ہے اور اسی طرح رسالتہ المنار (ص ۶۳) میں بھی ہے

بچوں کا موسم بہار

(۴۱۰) اَلتُّرَابُ رَبِيعُ الصِّبْيَانِ ۔

''مٹی کے ساتھ کھیلنا بچوں کے لئے موسم بہار ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۳۱۱) میں **محمد بن مخلد الحمصی** سے اس نے کہا ہمیں سیدنا مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اس نے ابو حازم سے اس نے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر بچوں کے قریب سے ہوا جب کہ وہ مٹی کے ساتھ کھیل رہے تھے اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے ان کو منع کیا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! انہیں چھوڑ دو اس لئے کہ حقیقت یہ ہے کہ مٹی کے ساتھ کھیل کود کرنا بچوں کا موسم بہار ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس اسناد کے ساتھ منکر قرار دیا ہے جب کہ یہ محمد بن مخلد راوی مالک اور اس کے سوا سے باطل احادیث کو روایت کرتا ہے، میں کہتا ہوں: امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بھی اس کی باطل احادیث سے شمار کیا ہے اور اس کی ایک دوسری حدیث کا ذکر کیا ہے جس کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ ظاہر جھوٹ ہے، جب کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو **مجمع الزوائد** (۸/۱۵۹) میں امام طبرانی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں محمد بن مخلد الرعینی راوی اس حدیث اور اس کے سوا کے ساتھ متہم قرار دیا گیا ہے علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے (ص ۴۷) میں آگاہ کیا ہے کہ قضاعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مالک بن سعید کی احادیث سے اس نے مالک سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے جب کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حدیث کا متن صحیح نہیں ہے، میں کہتا ہوں: قضاعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی اسناد **مسند الشھاب** (۱/۱۸) میں اسی طرح ہے ہمیں ابو القاسم یحییٰ بن احمد بن علی بن حسین نے خبر دی اس نے کہا ہمیں میرے دادا علی بن حسین بن بندار نے اس نے کہا ہمیں علی بن عبدالحمید الغضائری نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن یوسف الفریابی نے مکہ میں بتایا اس نے کہا ہمیں اس حدیث کے بارے میں مالک بن سعید نے خبر دی۔

میں کہتا ہوں: یہ غضائری شخص، سمعانی رحمہ اللہ نے اس کے احوال کو الانساب میں ذکر کیا ہے اور اس نے اضح کیا ہے کہ وہ صالحین زاہد ثقہ لوگوں سے تھا جب کہ اس کے اوپر بھی ثقہ معروف راوی ہیں جن کا

تذکرہ تھذیب التھذیب کے رواۃ میں ہے البتہ ابوالقاسم اور اس کا دادا علی بن حسین بن بندار کے حالات کو میں معلوم نہیں کر سکا ہوں کہ کس نے اس کے احوال کو بیان کیا ہے جب کہ میزان الاعتدال اور لسان المیزان میں علی بن حسن بن بندار استر ابادی ہے وہ خیثمۃ الاطرابلسی سے تھا محمد بن طاہر نے اس کو متہم قرار دیا ہے میں کہتا ہوں احتمال ہے کہ یہ وہی ہو جب کہ اس کا شمار اسی طبقہ سے ہے اور اس کے باپ کا نام تبدیل ہو گیا ہے حسن اور حسین المسند میں ہے، واللہ اعلم۔

بہترین نام

(۴۱۱) أَحَبُّ الْأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ مَاعُبِّدَ وَمَا حُمِّدَ۔

''سبھی ناموں سے بہترین نام وہ ہے جو عبادت اور حمد وستائش کا آئینہ دار ہو۔''

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کرام نے اس کی وضاحت کی ہے ملاحظہ کریں کشف الخفاء (۱/۳۹۰،۵۱) جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے فحش غلطی کی ہے کہ اس حدیث کو الترغیب (۸۵/۳) میں ذکر کیا ہے حدیث کے راوی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں ان الفاظ کے ساتھ مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمھم اللہ میں ہے۔ امام منذری رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا ہے، حالانکہ ان تمام نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے وہ دوسرے الفاظ بیان کیے ہیں جو الترغیب میں اس طرح ہیں کہ: ((احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن)) سبھی ناموں میں سے بہترین نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام ہیں، دیکھیے! صحیح مسلم (۱۶۹/۶) سنن ابو داؤد (۳۰۷/۲) جامع ترمذی (۲۹/۴) سنن ابن ماجہ (۴۰۴/۲) اور اسی طرح اس کو دارمی رحمہ اللہ (۲۹۴/۲) نے روایت کیا ہے، احمد رحمہ اللہ نے (رقم ۴۷۷۴،۶۱۲۲) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۲۷۴/۴) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے (۲۲۳/۱۰) میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اسی طرح اس حدیث کو ابو داؤد اور نسائی رحمہ اللہ نے (۱۱۹/۲) میں ذکر کیا ہے اور احمد رحمہ اللہ نے (۳۴۵/۴) میں سیدنا ابو وہب جشمی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں عقیل بن شبیب (راوی) مجھول الحال ہے۔

فائدہ: امام ابن حزم رحمہ اللہ نے ہر ایسے نام رکھنے کی حرمت پر اتفاق کو نقل کیا ہے جس میں غیر اللہ کی عبدیت کی جانب اشارہ ہو جیسے عبد العزیٰ اور عبد الکعبۃ جب کہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس کا ذکر تحفۃ الودود (ص ۳۷) پر کیا ہے اس کی بنیاد پر یہ نام رکھنا جائز نہیں جیسے عبدعلی عبد

المحسین یہ نام شیعہ کے ہاں مشہور ہیں اسی طرح عبد النبی (عبدالرسول۔ نبی بخش اور عبدالمصطفیٰ وغیرہ) بھی جائز نہیں ہے جیسا کہ بعض اہل سنت جہلاء کا یہ وطیرہ دیکھنے میں آیا ہے۔

یوم عرفہ اور محرم کا روزہ

(۴۱۲) مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ كَانَ لَهُ كَفَّارَةُ سَنَتَيْنِ وَمَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثُوْنَ يَوْمًا۔

''جس شخص نے عرفہ کے دن کا روزہ رکھا تو یہ روزہ اس کے دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے اور جس شخص نے ماہ محرم کے ایک دن کا روزہ رکھا تو اس کے لئے ہر دن کا ثواب تیس دن کے برابر ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الصغیر (ص۲۰۰) میں ہیثم بن حبیب کے طریق سے روایت کیا اس نے بیان کیا ہمیں سلام طویل نے حدیث بیان کی اس نے حمزہ زیات سے اس نے لیث بن ابی سلیم سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے اور طبرانی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں ہیثم بن حبیب راوی متفرد ہے ،میں کہتا ہوں: امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ایک باطل حدیث بیان کرنے کے باعث متہم قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ رواۃ میں ذکر کیا ہے اور سلام طویل متہم ہے اور ابن ابی سلیم ضعیف ہے۔ ہیثمی نے اس حدیث کو (۱۹۰/۳) میں اس ہیثم راوی کے باعث معلول قرار دیا ہے حالاں کہ یہ کوتاہی ہے جو پوشیدہ نہیں ہے اور اس سے زیادہ تعجب خیز امام منذری رحمہ اللہ کا قول ہے جو الترغیب (۷۸/۱) میں ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الصغیر میں ذکر کیا اور کہا کہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد میں کچھ سقم نہیں ہے۔ یہ عجیب قسم کی غفلت ہے ورنہ وہ حدیث کیسے کسی حرج سے سالم قرار دی جا سکتی ہے جس کی اسناد میں اس قسم کا متہم طویل راوی ہے ابن خراش نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ راوی کذاب ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ شخص ثقہ قسم کے رواۃ سے موضوع روایات ذکر کرتا ہے گویا کہ وہ اس طرح کا کام قصداً کر رہا ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے اس نے موضوع احادیث کو ذکر کیا ہے۔ اس حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ نے معجم کبیر (۱۰۹/۱) میں بھی ذکر کیا ہے، اسی سند سے صرف پہلا حصہ حدیث کا اتنا حصہ تو صحیح ہے اس لئے کہ اس کے کثرت کے ساتھ شواہد موجود ہیں ان میں سے سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی مرفوعا حدیث ہے کہ ''عرفہ کے دن کے روزہ کے بارے میں میں

اللہ تعالیٰ کے بارے میں امید کرتا ہوں کہ اس روزے سے گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کو دور کرے گا۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳/۱۶۷-۱۶۸) میں ذکر کیا ہے جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے سوا دوسرے محدثین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، اور آپ الترغیب (۲/۷۶) کی جانب رجوع کریں اگر آپ چاہیں، بعدازاں طبرانی رحمہ اللہ نے حدیث کے دوسرے حصہ کو دوسرے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے۔

محرم کے روزے کی فضیلت

(۴۱۳) مَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمُحَرَّمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثُونَ حَسَنَةً ۔

”جس شخص نے محرم کے ایک دن کا روزہ رکھا اس کے لئے ہر دن کے بدلے میں تیس نیکیاں ہیں۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے المعجم الصغیر (۱/۱۰۹/۳) میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن زریق بن جامع نے ہمیں حدیث بیان کی اس نے بتایا ہمیں ہیثم بن حبیب نے اس نے کہا ہمیں سلام طویل نے اس نے حمزہ زیات سے حدیث بیان کی اس نے لیث سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کی ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد موضوع ہے اس حدیث میں تین علتیں ہیں جن کا تذکرہ اس سے پہلی حدیث میں ہو چکا ہے، حالانکہ ان دونوں احادیث کی اسناد ایک ہیں اور متن میں اختلاف ہے، پس اس حدیث میں تین نیکیوں کا تذکرہ ہے اور اس میں تیس دن کا تذکرہ ہے جب کہ یہ ایک اور علت ہے اس کو بھی ماقبل کے ساتھ شامل کیا جائے گا اس حدیث کی علت سے امام ہیثمی رحمہ اللہ غافل رہے جو اس کے موضوع ہونے کی متقاضی ہے جیسا کہ وہ اس حدیث سے پہلی والی حدیث سے بھی غافل رہے اس کی وضاحت گزر چکی ہے اور اس میں امام مناوی رحمہ اللہ نے اس کی متابعت کی ہے جو الجامع الصغیر کی شرح میں ہے کہ اس کی اسناد میں ہیثم بن حبیب راوی کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔

علمِ منطق

(۴۱۴) مَا أُوتِيَ قَوْمٌ الْمَنْطِقَ إِلَّا مُنِعُوا الْعَمَلَ ۔

”جس قوم کو علم منطق عطا کیا گیا تو ان کو عمل سے محروم کیا گیا۔“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ علامہ عراقی رحمہ اللہ نے الاحیاء (۳۷/۱) کی تخریج میں اس کا ذکر کیا ہے امام سبکی رحمہ اللہ نے طبقات الشافعیۃ (۱۴۵/۴) میں اس کا ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی دعا

(۴۱۵) مَنْ قَرَأَ السُّوْرَةَ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا آلُ عِمْرَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَمَلَائِكَتُهُ حَتّٰى تَحْجُبَ الشَّمْسُ۔

"جس شخص نے جمعہ کے دن اس سورت کی تلاوت کی جس میں آل عمران کا تذکرہ ہے تو اس کے لئے سورج کے غروب ہونے تک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الکبیر (۲/۱۰۵/۳) میں احمد بن ماہان بن ابی حنیفہ کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا اس نے طلحہ بن زید سے اس نے زید بن سنان سے اس نے یزید بن خالد دمشقی سے اس نے طاؤس سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ اسناد موضوع ہے، احمد بن ماہان سے مقصود احمد بن محمد بن ماہان ہے اس کے والد ابوحنیفہ کنیت کے ساتھ معروف ہیں ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کے احوال کا ذکر (۷۳/۱/۱) میں کیا ہے جب کہ اس نے اس کے بارے میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا اور اس نے اپنے والد سے ذکر کیا ہے کہ اس نے محمد بن ماہان کے بارے میں کہا کہ وہ مجہول راوی ہے اور طلحہ بن زید احادیث وضع کرنے کے ساتھ متہم ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جب کہ یزید بن سنان سے مقصود ابوفروۃ الرہاوی ضعیف ہے جو چیز پہلے گزر چکی ہے اس سے تجھے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول کشاف کی تخریج (۷۳/۳) میں ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس میں کوتاہی ہے بلاشبہ اس نے خود طلحہ کے احوال میں اس بات کو التقریب سے ذکر کیا ہے کہ وہ متروک راوی ہے جب کہ احمد علی اور ابوداود رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ احادیث کو وضع کیا کرتا تھا اور اسی طرح مجمع الزوائد (۱۶۸/۲) میں ہیثمی کا قول ہے کہ اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط اور الکبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں طلحہ بن زید الرقی راوی ضعیف ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اس میں کوتاہی موجود ہے، البتہ مناوی رحمہ اللہ کا شرح الجامع الصغیر میں اس سے نقل کرنا کہ وہ شدید قسم کا ضعیف راوی ہے شاید ناسخ یا طابع سے لفظ

جذارہ گیا ہے اس کا وہ ذکر نہیں کر پائے ہیں، بعدازاں مناوی رحمہ اللہ نے ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس نے اس کے بارے میں بتایا ہے وہ شدت کے ساتھ ضعیف ہے جب کہ احمد اور ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کو حدیث وضع کرنے کی جانب منسوب کیا ہے، مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں مزید کہا ہے کہ مصنف کیلئے مناسب تھا (مقصود علامہ سیوطی ہیں) کہ وہ اس کو حذف کر دیتے۔

علم کے لیے چین کا سفر

(۴۱۶) أُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِالصِّيْنِ۔

''علم حاصل کرو اگر چہ ملک چین جانا پڑے۔''

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۲۰۷) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبھان (۲/۱۰۶) میں اور ابن علیک نیسابوری رحمہ اللہ نے الفوائد (۲/۲۴۱) میں اور ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ نے الاربعین (۲/۱۵۱) میں اور خطیب رحمہ اللہ نے تاریخ (۹/۳۶۴) میں اور کتاب الرحلة (۲/۱) میں اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے جامع بیان العلم (۱/۷-۸) میں اور الضیاء رحمہ اللہ نے المنتقی من مسموعاته بمرو (۱/۲۸) میں سب نے حسن بن عطیہ کے طریق سے اس نے کہا ہم سے ابو عاتکہ نے بیان کیا جو طریف بن سلمان ہے اس نے انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ان سب نے اضافہ کیا ہے ((فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم)) بے شک علم کو طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اور ابن عدی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ راوی کا کہنا اگر چہ علم کی تلاش میں چین جانا پڑے اس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے کہ کس نے روایت کیا ہے البتہ حسن بن عطیہ نے روایت کیا ہے اور اسی طرح خطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں کہا ہے اور اس سے پہلے حاکم رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے جیسا کہ اس کو اس سے ابن المحب نے نقل کیا ہے اور اس کی تحریر سے الفوائد کے حاشیہ سے نقل کیا گیا ہے جب کہ اس میں نظر ہے پس عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الضعفاء (۱۹۶) میں حماد بن خالد الخیاط سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں طریف بن سلیمان نے اس کے بارے میں آگاہ کیا اور اس نے وضاحت کی ہے کہ ولو بالصین کا جملہ سوائے ابی عاتکہ کے محفوظ نہیں ہے جب کہ ابوعاتکہ متروك الحديث ہے اور ((فریضة علی کل مسلم)) میں بھی کمزوری ہے جو ضعف کے قریب ہے پس اس حدیث کی اصل آفت یہ ابوعاتکہ راوی ہے جس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے بلکہ عقیلی رحمہ اللہ نے اس کو شدید ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے جب کہ

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کو غیر ثقة قرار دیا ہے اور ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس کو ذاھب الحدیث کہا ہے جو جرح کا صیغہ ہے جیسا کہ اس سے اس کے بیٹے نے (۴۹۴/۱/۲) میں روایت کیا ہے اور سلیمانی نے اس کا شمار ان لوگوں میں کیا ہے جو حدیث کے وضع میں معروف ہیں اور ابن قدامہ رحمہ اللہ نے المنتخب (۱/۱۹۹/۱۰) میں الدوری سے ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا ہے اور میں نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے اس ابو عاتکہ کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اس کو پہچانا نہیں اور مروزی رحمہ اللہ سے ہے کہ ابو عبداللہ یعنی امام احمد رحمہ اللہ کے سامنے اس حدیث کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے اس حدیث کا سختی کے ساتھ انکار کیا۔

میں کہتا ہوں: ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو باطل قرار دیا ہے اس کا اصل نہیں ہے جب کہ امام سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد (ص ۶۳) میں اس کو برقرار رکھا ہے البتہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۱/۱۹۳) میں اس کا تعاقب کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس حدیث کے دو اور طریق ہیں ایک طریق یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم العسقلانی سے، اس نے زہری سے، اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اس کو حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ اس یعقوب (راوی) کو ذہبی نے کذاب قرار دیا ہے بعد ازاں اس نے ذکر کیا کہ اس نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جو شخص میری امت کے بارے میں چالیس احادیث محفوظ کرے۔'' یہ حدیث باطل ہے، دوسری روایت احمد بن عبداللہ الجویباری کے طریق سے ہے اسناد کے ساتھ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے البتہ اس کا صرف پہلا حصہ ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے جویباری کو احادیث وضع کرنے والا قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اس کا ابن جوزی رحمہ اللہ کا تعاقب کرنا کچھ درست نہیں اور اس نے التعقبات علی الموضوعات (ص ۴) پر ذکر کیا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شعب الایمان میں ابو عاتکہ کے طریق سے روایت کیا ہے اور اس نے متن کو مشہور قرار دیا ہے اور اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابو عاتکہ ترمذی کے رواۃ سے ہے اور اس پر کذب بیانی اور متہم ہونے کی جرح نہیں ہے جب کہ میں نے اس کا ایک اور متابع پایا ہے جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے، اس کو ابو یعلیٰ رحمہ اللہ اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے العلم میں کثیر بن شنظیر کے طریق سے اس نے ابن سیرین سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی اس کو عبید بن محمد الفریابی کے طریق سے اس نے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے اس نے الزہری رحمہ اللہ سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس

کے دوسرے نصف کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے طرق سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کثرت کے ساتھ ہیں جو اس کو حسن کے مرتبہ تک پہنچاتے ہیں اس کے قائل حافظ المزی رحمہ اللہ ہیں جب کہ بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو الشعب میں چار طرق سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نیز سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہے، ہم نے اس پر کچھ تعاقب کیے ہیں۔

پہلا تعاقب: یہ ہے کہ اس پر غور وفکر کیا جائے جس کو اس نے بیہقی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کیا وہ حدیث کا پہلا نصف حصہ مراد لیتا ہے میری مراد تم علم حاصل کرو اگر چہ چین جانا پڑے یا دوسرا ہے ظاہر ہے کہ یہی مشہور ہے اور اس کے بارے میں سخاوی رحمہ اللہ نے بیہقی رحمہ اللہ کے قول کا ذکر کیا ہے پہلے نصف میں نہیں۔

دوسرا تعاقب: یہ ہے اس کا کہنا کہ ابو عاتکہ کذب بیانی کے ساتھ مجروح نہیں ہے یہ اس مفہوم کے مخالف ہے جو سلیمانی سے پہلے گزر چکا ہے بلکہ نسائی رحمہ اللہ سے بھی جب کہ اس نے اس کو ثقہ قرار نہیں دیا ہے ظاہر ہے کہ اس کے الفاظ اس کے مجروح ہونے کو متضمن ہیں یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے۔

تیسرا تعاقب: میں نے کثیر بن شنظیر کی اس روایت کی جانب جامع ابن عبد البر (ص۹) پر رجوع کیا تو مجھے اس میں حدیث کا پہلا حصہ نہیں ملا اس میں صرف دوسرا حصہ مذکور ہے جو ابن ماجہ کی روایت کے مطابق ہے جب کہ میرا خیال ہے کہ ابو یعلی رحمہ اللہ کی روایت اس کی مثل ہے اس میں پہلا حصہ نہیں ہے اگر پہلا حصہ ہوتا جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے تو علامہ ہیثمی رحمہ اللہ بھی اس کو مجمع الزوائد میں شامل کرتے جب کہ اس نے ایسا نہیں کیا ہے۔

چوتھا تعاقب: زہری رحمہ اللہ کی روایت جو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہے ابن عبد البر رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں عبید بن محمد الفریابی ہے میں اس کو نہیں پہچانتا ہوں، اس کے مجہول ہونے کی جانب امام سیوطی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے اُس نے اس کی اسناد کو شروع سے ذکر کیا ہے البتہ اس نے اس کے ساتھ یہ وہم دلایا ہے کہ اس تک اسناد کا راستہ سالم ہے محفوظ ہے جب کہ حقیقت اس طرح نہیں ہے بلکہ اس میں کذاب راوی ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

پانچواں تعاقب: یہ اس کا کہنا کہ اس کے کثرت کے ساتھ طرق موجود ہیں مقصود حدیث کا دوسرا جملہ ہے جیسا کہ اس کے کلام سے واضح ہے جب کہ مناوی رحمہ اللہ نے اس سے سمجھا ہے کہ اس نے مکمل حدیث کا ارادہ کیا ہے اس نے اس کی شرح میں اس کا ذکر کیا ہے البتہ ابن حبان رحمہ اللہ کے ابطال کو نقل کرنے اور ابن جوزی رحمہ اللہ کا اس کے بارے میں وضع کا حکم لگانے کے بعد اور مزی کے قول کے ساتھ منازعت

کی گئی ہے کہ اس کے متعدد طرق ہیں ان کے مجموعہ سے حدیث حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق جو تلخیص الواھیات میں ہے کہ یہ حدیث کثرت طرق سے مروی ہے جو ضعیف ہیں البتہ ان میں بعض صالح ہیں جب کہ یہ مناوی رحمہ اللہ کا وہم ہے مزی رحمہ اللہ نے دوسرے نصف کا ارادہ کیا ہے جیسا کہ سیوطی رحمہ اللہ کے اس کلام سے ظاہر ہے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے اور وہ وہی ہے جس کا ارادہ ذہبی رحمہ اللہ نے کیا ہے جس کو مناوی رحمہ اللہ نے تلخیص سے نقل کیا ہے اس میں ہرگز شک وشبہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے پہلے حصے کے بارے میں درست بات وہی ہے جس کا ابن حبان رحمہ اللہ اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی کوئی ایسی اسناد نہیں ہے جس میں تقویت کی صلاحیت ہو۔

البتہ حدیث کا دوسرا حصہ تو اس کے بارے میں احتمال ہے کہ وہ درجہ حسن تک پہنچ جائے جیسا کہ امام مزی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کے طرق کثرت کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے موجود ہیں اب تک میں ان میں سے آٹھ طرق جمع کر سکا ہوں جب کہ یہ حدیث صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کی ایک جماعت سے مروی ہے البتہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور علی رضوان اللہ علیھم اجمعین) جب کہ میں اس کے بقیہ طرق کو جمع کر رہا ہوں میں ان کے بارے میں غور کرنا چاہتا ہوں تاکہ مجھے اس کے فیصلہ پر قدرت حاصل ہو کہ وہ صحیح یا حسن یا ضعیف ہے۔ آپ جان رکھیں کہ یہ حدیث ان میں سے ہے، جس کو شالی فقہاء میں سے کسی نے مسودہ میں شامل کیا ہے اس نے اس کا نام تعالیم الاسلام رکھا ہے جو بلا جواز کہ اس میں اسلام کی تعلیمات ہیں جب کہ وہ کتاب عجیب وغریب مسائل کے ساتھ بھری ہوئی ہے اور اس میں ایسی باطل آراء کا ذکر ہے جو ہرگز کسی عالم سے صادر نہیں ہوئیں، پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس میں کثرت کے ساتھ نہایت ضعیف اور موضوع روایات موجود ہیں جب کہ اس میں یہ دلیل کافی ہے کہ اس نے اس باطل حدیث کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کی ہے اور یہ حدیث ان احادیث میں سے دوسری حدیث ہے جس کو اس نے (علم کی فضیلت) کے باب میں ذکر کیا ہے کتاب کے شروع میں (ص ۳) میں موجود ہے جب کہ اس کی اکثر احادیث ضعیف ہیں اور ان میں اس کے علاوہ بھی موضوع روایات ہیں جیسا کہ یہ حدیث کہ میری امت کے بہترین لوگ امت کے علماء ہیں اور بہترین علماء وہ ہیں جو فقہاء ہیں جب کہ یہ حدیث باطل ہے اس کی تحقیق (ح ۳۶۷) میں گزر چکی ہے، اس کے بارے میں مؤلف سے خطا ہوگئی ہے یا جس نے اس سے روایت کیا ہے ظاہر ہے کہ رحماء فقہاء کے بدل میں استعمال ہوا ہے، اور احادیث موضوعہ میں سے وہ حدیث بھی ہے جس کو اس نے

(ص ۲۳۶) پر ذکر کیا ہے کہ پگڑی باندھ کر نماز ادا کرنا پچیس درجات ثواب کے لحاظ سے زیادہ ہے نیز بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو جمعہ کے دن پگڑی باندھ کر نماز ادا کرتے ہیں جب کہ اس پر کلام (ح ۱۲۷، ۱۵۹) میں گزر چکا ہے۔

ان میں سے ایک حدیث وہ ہے کہ جو شخص فقہ کے بغیر عبادت کرتا ہے وہ اس گدھے کی مانند ہے جو خراس پر چکر لگا رہا ہے (ص ۴) اس حدیث کے موضوع ہونے کا بیان عنقریب (ح ۸۶۷) میں آئے گا یا اس کے نزدیک ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جب کہ اس مؤلف کی عجیب وغریب باتوں سے یہ بھی ہے کہ وہ جن احادیث کا ذکر کرتا ہے ان کو ان کے مشہور مصادر کی کتب حدیث کی جانب منسوب نہیں کرتا۔ یہ کیفیت علم کی دنیا پر ہرگز صحیح نہیں ہے ظاہر ہے کہ کسی روایت کے روایت کرنے کے ساتھ کم از کم اس کی نسبت کا تو علم ہونا ضروری ہے کہ وہ فلاں حدیث کی کتاب میں ہے اور بلاشبہ میں نے شروع شروع میں اس کے اس عمل کو ناپسندیدہ سمجھا لیکن جب میں نے غور سے دیکھا کہ وہ کبھی ایسا کرتا ہے اور جھوٹ کہتا ہے تو مجھ پر یہ حقیقت آسان ہوگئی جس کا اس سے پہلے میں انکار کیا کرتا تھا۔

چنانچہ بطور مثال اس کے صفحہ (ص ۲۴۷) مشاہدہ کریں وہاں وہ کہتا ہے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے نبی ﷺ کی جانب سے ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے دعا کے ان کلمات کو تحریر کیا اور اس تحریر کو میت کے سینے اور کفن کے درمیان رکھا تو اس کو قبر کا عذاب نہیں ہوگا اور نہ وہ منکر نکیر دیکھے گا اور وہ یہ دعا ہے، بعدازاں اس نے دعا کے کلمات کا ذکر کیا حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کو نہ ترمذی رحمہ اللہ نے نہ اس کے علاوہ صحاح ستہ کے مؤلفین رحمہم اللہ نے بلکہ ساٹھ کتب کے مؤلفین نے بھی ذکر نہیں کیا ہے عقل تسلیم نہیں کرتی ہے کہ اس قسم کی موضوع جو بظاہر باطل ہے وہ ایسے لوگوں کی جانب سے داخل ہوئی ہے جن کو زندگی میں ایک بار بھی حدیث کی خوشبو حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس صفحہ سے پہلے صفحہ پر جس کی جانب ہم نے اشارہ کیا ہے یہ حدیث مذکور ہے کہ صحیح مسلم میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص میت کو غسل دیتا ہے اور اس کو چھپاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس گناہوں کو معاف کردے گا، جب کہ یہ حدیث مسلم میں ہرگز نہیں ہے اور نہ دیگر کتب حدیث میں ہے البتہ امام بیہقی رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو چالیس دفعہ کے ساتھ ذکر کیا ہے پس یہ تو بہت کم احادیث ہیں ان سب احادیث سے جو اس کتاب میں موضوع روایات ہیں ان کے حوالہ جات کا کچھ اصل نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ میں نے بلا ارادہ ان پر اطلاع حاصل کی ہے لیکن اگر میں کتاب کو اول سے آخر تک دیکھتا اور ارادہ منکرات احادیث کو معلوم کرنا ہوتا تو یہ کتاب اپنے حجم

سے بہت بڑی کتاب ہوتی، والی اللہ المشتکیٰ۔

مزید برآں اس میں جو فقہی ناقابل تسلیم مسائل ہیں وہ کثرت کے ساتھ ہیں جب کہ اس مقام میں ان کو بیان کرنا ممکن نہیں البتہ بطور مثال کے دو باتیں پیش کرتا ہوں چنانچہ اس نے غسل کے آداب میں ذکر کیا ہے کہ جب کوئی شخص غسل خانے سے نکلے تو سنت یہ ہے کہ وہ دو رکعت ادا کرے جب کہ یہ ایسی سنت ہے جس کا سنت کی کتب میں ہرگز ذکر نہیں جن میں موضوعات کو روایت کیا گیا ہے اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ کسی مجتہد امام نے اس کا تذکرہ کیا ہو، اور (ص ۲۵۲، ۲۵۳) میں اس نے کہا ہے کہ لاالہ الااللہ، اللہ اکبر اور سبحان اللہ کے کلمات کہنے اور نبی ﷺ پر اونچی آواز سے درود بھیجنا جنازے کے سامنے کچھ گناہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو میت کا شعار ہے اور اس کے ترک میں اس کو حقیر گردانتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے ورثاء میں کلام کرنا ہے بلکہ اس کو ضروری قرار دینا بھی بعید از فہم نہیں ہے۔

جب کہ یہ بدعت تو ان بدعات سے ہے جن کا سنت میں کچھ اصل نہیں ہے چنانچہ کوئی بھی امام ان کا قائل نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مجھے ان متاخرین سے سخت تعجب ہے جو علم کے طالبین پر اس کو حرام قرار دیتے ہیں جب وہ صحیح حدیث کی اتباع کرتا ہے اس دلیل کے باعث کہ مذہب اس کے خلاف ہے بعد ازاں وہ ایسے مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اس لئے کہ وہ سنت کے خلاف ہے اور اس کے خلاف بھی ہے جو ائمہ رحمھم اللہ کہتے ہیں جن کی وہ تقلید کرتے ہیں اور اللہ کی قسم! بلاشبہ قریب تھا کہ میں اس شخص کے قول کو اپنانے کی جانب جھکاؤ اختیار کروں اس پر عمل کروں اجتہاد کے دروازے کو بند کروں جب میں اس قسم کے اجتہادات کو دیکھتا ہوں جن کے بارے میں شرعی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کسی امام کی تقلید ہے بلاشبہ یہ مقلدین اگر اجتہاد کریں گے تو ان کا اجتہاد راہ صواب سے زیادہ غلط ہوگا اور ان کا بگاڑ بنسبت ان کی اصلاح کے زیادہ ہوگا، واللہ المستعان۔

اور آپ تیسری مثال کو محسوس کریں گے کہ وہ پہلی دو مثالوں سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ اس میں ایسی چیز کو حلال کرنے کا حیلہ موجود ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے بلکہ اس کو امت کے اجماع کے ساتھ کبائر گناہوں سے شمار کیا جاتا ہے اور وہ سود ہے، اس مسکین کی یہ وضاحت (ص ۳۲۱) میں ملاحظہ فرمائیں۔

جب قرض لینے والا اس شخص کے لئے معین مال کی نذر مانتا ہے جس نے اس کو قرض دیا ہے جب تک کہ اس کا قرض اس کے ہاں موجود ہے تو اس کا نذر ماننا صحیح ہے۔ مثال کے طور پر وہ یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مجھ پر لازم ہے جب تک کہ اتنا روپیہ جس کا ذکر کیا گیا ہے جو میرے پاس موجود ہے یا

اس سے کچھ مال میرے ذمہ ہے کہ میں تجھے ہر ماہ یا ہر سال اتنا اتنا روپیہ دوں گا۔ جب کہ اس کی مزید وضاحت ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ وہ قرض دینے کے لئے اس کو حلال قرار دیتا ہے کہ وہ ہر ماہ یا ہر سال متعین فائدہ اپنے قبضہ میں کرے گا یہاں تک کہ اس کے قرض کی ادائیگی مکمل ہو جائے البتہ یہ صورت سودی کاروبار کی نہیں ہے بلکہ اس کا نام نذر ہے جس کا پورا کرنا ضروری ہے اور یہ تو اس کے ہاں تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے تو اسے وہ شخص جو اس وضاحت کو ملاحظہ کر رہا ہے کیا تو اس کیفیت کو شریعت کے احکام کے ساتھ کھیل کود کا نام رکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی محرمات کے ساتھ حیلہ سازی کرے گا جیسا کہ وہ شخص کرے گا جو خود کو تکلفاً عالم قرار دیتا ہے جب کہ اس صورت میں میری کیفیت یہ ہے کہ اس قسم کی حیلہ سازی کا مرتکب وہی شخص ہوتا ہے جس کا شمار ان یہودیوں سے ہے جو قدیم زمانہ سے اس سے روشناس ہیں بلکہ ان کا مچھلی کے بارے میں شکار کرنے کا حیلہ جو ہفتہ کے دن کے بارے میں روا رکھتے تھے وہ کسی پڑھے لکھے شخص کے ذہن سے دور نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نبی محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو تباہ و برباد کرے جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا تو انہوں نے چربی کو پگھلا کر فروخت کرنا شروع کر دیا اور اس کی قیمت کو وصول کر کے اپنے کام و دہن کی لذت بنایا (صحیح بخاری، صحیح مسلم)۔

بلکہ یہودیوں نے جس مکر وفریب کو اپنایا ہے وہ اس سے کم ہے جس کا ارتکاب اس شیخ نے کیا ہے جو جعلی قسم کا شیخ ہے حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے محرمات کو حلال قرار دیا ہے جب کہ یہ شیخ ان کے ساتھ اس میں بھی مشارکت رکھتا ہے مزید برآں کہ وہ تقرب الٰہی کے حصول کے لئے نذر کی صورت میں محرمات کو حلال گردانتا ہے اور مجھے کچھ معلوم نہیں کہ کیا اس شخص کے کانوں تک رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا ہے یا کہ نہیں، جب کہ آپ نے واضح طور پر فرمایا کہ تم نے ان کاموں کا ارتکاب نہیں کرنا جن کے یہودی مرتکب ہوئے انہوں نے محرمات الٰہیہ کو نہایت بھونڈے قسم کے حیلوں سے حلال گردانا ہے۔

ابن بطہ نے اس حیلہ کو جزء الخلع و ابطال الحیل میں ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد قوی ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر (۲/۲۵۷) میں اور ان کے سوا دیگر محققین رحمہم اللہ نے اپنی تالیفات میں ذکر کیا ہے اور اس جیسے مسئلے کے بارے میں میرا اعتقاد ہے اس کیلئے برابر ہے آیا اس تک یہ حدیث پہنچی ہو یا نہ اس لئے کہ جب تک اس نے خود پر قرآن پاک اور سنت کے ساتھ ہدایت حاصل کرنے کا دروازہ بند کر رکھا ہے اور ان دونوں کے باعث فقاہت حاصل کرنا، ان کے علاوہ دوسری چیزوں سے بے پرواہ کر دیتا ہے، ان بحثوں سے جو متاخرین کی ہیں مثلاً یہ رائے جس حرام کردہ کو حلال کر لیا۔

یہ اس کیلئے نئی معلومات نہیں ہیں اس کیلئے کچھ فائدہ نہیں ہے جس کی اس حدیث اور اس جیسی احادیث سے امید کی جاتی ہے جو آپ سے صحیح ہیں البتہ یہ بات کہی جاتی ہے۔اس میں اخلاص کو متعین کیا جائے اور خواہشات کی پیروی نہ کی جائے ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی امید رکھتے ہیں۔اس کے باوجود یہ مؤلف کے علم کی انتہا ہے جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے جبکہ وہ بلا شبہ اسکے ساتھ اپنے آپ میں مغرور ہے اپنے علم پر نازاں ہے آپ اس کی جانب کان جھکائیں وہ اس کتاب (ص ۵۸) میں اپنے رسالہ کا بیان کر رہا ہے کہ اس رسالہ میں ایسی معلومات کو جمع کیا گیا ہے جس کا اس دور میں کوئی مثیل نہیں ہے اور اب تک زمانہ نے اس کے مثیل کا نام نہیں سنا ہوگا وہ رسالہ تو ایک نشان ہے جملوں کی ترتیب کے لحاظ سے مزید براں مسائل کی بہتات ہے اور مسائل کا استنباط بھی ہے۔

چنانچہ اس رسالہ میں اتنے مسائل جمع ہیں جو ضخیم مجلدات میں نہیں ہیں یوں باور کریں کہ اس عالم میں ان مسائل کو نہایت خوبصورت ذہن کے ساتھ تشبیہ دینا مناسب ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسالہ زبردست مساعی کے بعد اور سالہا سال کی محنت کے بعد پیش کیا گیا ہے مزید برآں کثرت کے ساتھ مجلدات اور کتب کے حوالہ جات کے ساتھ اس کو مرتب کیا گیا ہے چنانچہ وہ اپنے انداز میں منفرد حیثیت رکھتا ہے بلکہ وہ تو مکھن ہے جس کو دودھ سے محنت کے ساتھ نکالا جاتا ہے اس کے مطالعہ کرنے والے فرحت وانبساط محسوس کرتے ہیں اور دنیائے بسیط کے لوگوں کے دلوں میں انشراح کو جلوہ گر کرتی ہے۔

یہ سادہ انداز کا کلام اس کے طویل وعریض معلومات انیقہ سے پردہ کشائی نہیں کر سکتے۔البتہ میں نے اپنے آپ سے بار بار سوال کیا اور میں نے یہ جملہ دہرایا کہ رسول اللہ ﷺ تو ان لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں جو دیگر لوگوں کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں کہ تم مبالغہ کے انداز کے ساتھ مدح وتوصیف بیان کرنے والوں کے منہ میں مٹی ڈالو! تو پھر اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے جو خود اپنی تعریف میں قلابے ملاتا ہے اور ان خوبیوں کا دعویٰ کرتا ہے جو اس میں نہیں ہیں؟ اس لئے دعا ہی کی جائے کہ اے اللہ! ہمیں اپنی ذات کے بارے میں معرفت عطا کر اور ہمارے اخلاق اپنے پیارے برگزیدہ نبی ﷺ کے اخلاق میں ڈھال دے، چنانچہ نہایت مختصر کلمات ہیں جن کو پیش کیا گیا ہے میری آرزو تھی کہ میں اس کتاب کے بارے میں ان باتوں کو تحریر میں لاتا جن سے اسلام کی تعلیمات کو جلا حاصل ہوتی تاکہ انہیں بصیرت حاصل ہوتی جب وہ ان لوگوں کے مطالعہ سے گزرتیں' واللہ یقول الحق ویھدی السبیل ۔

علم نجوم کی تدریس

(۴۱۷) رُبَّ مُعَلِّمِ حُرُوْفِ أَبِيْ جَادٍ دَارِسٌ فِي النُّجُوْمِ لَيْسَ لَهُ عِنْدَ اللّٰهِ خَلَاقٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

''کتنے ہی ایسے معلم جو ستاروں کے بارے میں ابجد کی تعلیم دیتے ہیں، ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی حصہ نہیں ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۰۵/۳) میں خالد بن یزید العمری کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا ہمیں محمد بن مسلم نے بتایا اس نے بتایا ہمیں ابراہیم بن میسرۃ نے خبر دی ہے اس نے طاؤس سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ خالد راوی اس کو ابو حاتم اور یحییٰ نے کذاب قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ راوی موضوع روایات کو ثقہ لوگوں سے بیان کرتے ہیں جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (۱۱۷/۵) میں اس حدیث کو امام طبرانی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں خالد بن یزید عمری ہے جو کذاب ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس کے ساتھ ساتھ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع میں ذکر کیا ہے اور مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جس کو میں نے ہیثمی رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے بعد ازاں اس نے واضح کیا ہے کہ اس سے اس حدیث کو حمید بن زنجویہ نے بھی بیان کیا ہے۔

گوشت اور گندم

(۴۱۸) اَللَّحْمُ بِالْبُرِّ مَرَقَةُ الْأَنْبِيَاءِ۔

''گندم کی روٹی کے ساتھ گوشت تناول کرنا انبیاء علیہم السلام کا سالن ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے سلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو طبقات الصوفیہ (ص ۴۹۷، ۴۹۸) میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد اسی طرح ہے امام سلمی نے ذکر کیا کہ مجھے احمد بن عطاء روذباری نے بتایا اور اس کی اجازت دی اس نے کہا ہمیں علی بن عبداللہ عباسی نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں حسن بن سعید نے بتایا اس نے کہا محمد بن ابی عمیر نے کہا کہ ہشام بن سالم نے بیان کیا اس نے عبداللہ بن جعفر بن محمد صادق نے کہا اس نے کہا مجھے میرے باپ نے بتایا وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے مرفوعاً

روایت کرتا ہے، میں کہتا ہوں: یہ اسناد زبردست ضعیف ہے احمد بن عطاء راوی کے بارے میں خطیب رحمہ اللہ نے (۴/۳۳۶) میں اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ ان میں وہم ہے اور زبردست غلطی کا ارتکاب کیا ہے تو میں نے ابوعبداللہ محمد بن علی الصوری سے سادہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے روذباری نے بیان کیا اس نے اسماعیل بن محمد الصفار سے اس نے حسن بن عرفہ سے احادیث کو بیان کیا جب کہ الصفار نے اس کو ابن عرفہ سے روایت نہیں کیا ہے چنانچہ امام الصوری کا قول ہے کہ میں اس کو ان لوگوں سے نہیں سمجھتا ہوں جو ارادتاً جھوٹ کہتے ہوں البتہ اس پر شبہ ہوا ہے، حسن بن سعد راوی اور اس کے اوپر کے دو رواۃ کو میں نہیں پہچانتا، اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر میں روایت کیا ہے راوی ابن النجار ہے وہ حسین سے روایت کرتے ہیں جب کہ شارح نے اس پر کچھ کلام نہیں کیا، چنانچہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس کی اسناد کا علم ہی نہیں ہو سکا ہے۔

استاد اور شاگرد کی فضیلت

(۴۱۹) إِنَّ الْعَالِمَ وَالْمُتَعَلِّمَ إِذَامَرَّا بِقَرْيَةٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ الْعَذَابَ عَنْ مَقْبَرَةِ تِلْكَ الْقَرْيَةِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا۔

"بلاشبہ عالم اور متعلم جب ان دونوں کا گزر کسی بستی پر سے ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بستی کے قبرستان والوں سے چالیس دن عذاب کی تخفیف فرماتا ہے۔"

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے شرح عقائد کی تخریج (ورقہ ۶ وجہ ۲) میں ذکر کیا ہے جبکہ علامہ قاری رحمہ اللہ نے اس کا ذکر فرائد القلائد علی احادیث شرح العقائد (۱/۲۵) میں برقرار رکھا ہے۔

جدل وجدال اور عملی زندگی

(۴۲۰) إِنَّكُمْ فِي زَمَانٍ أُلْهِمْتُمْ فِيهِ الْعَمَلُ وَسَيَأْتِي قَوْمٌ يُلْهَمُوْنَ الْجَدَلَ۔

"بلاشبہ تم تو ایسے دور میں ہو جس دور میں تمہیں عملی زندگی گزارنے کا الہام کیا جاتا ہے جبکہ مستقبل قریب میں ایسے لوگ ہوں گے جنہیں جدل وجدال کا الہام کیا جائے گا۔"

تحقیق: اس حدیث کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے جیسا کہ عراقی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں فوائد کو تخریج الاحیاء (۱/۴۷) میں ذکر کیا ہے اور علامہ سبکی رحمہ اللہ نے طبقات الشافعیہ (۴/۱۴۵) میں ذکر کیا ہے۔

شعر کے ساتھ مثال پیش کرنا

(۴۲۱) مَنْ مَثَّلَ بِالشِّعْرِ فَلَيْسَ لَهُ عِنْدَاللهِ خَلَاقٌ۔

''جس شخص نے کسی شعر کے ساتھ مثال پیش کی، تو اس شخص کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حصہ نہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۰۵/۳) میں ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں حجاج بن نصیر نے بتایا اس نے کہا ہمیں محمد بن مسلم نے بیان کیا اس نے ابراہیم بن میسرۃ سے اس نے طاؤس سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے ضعف کا باعث یہ حجاج راوی ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو التقریب میں ضعیف قرار دیا ہے حجاج راوی تلقین کو قبول کرتا تھا، المجمع (۸/۱۲۱) میں اس کے مؤلف نے کہا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس روایت کی اسناد میں حجاج بن نصیر راوی کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور اس نے حجاج راوی کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس سے خطا ہو جاتی تھی جب کہ اس اسناد کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں۔

علم کے مطابق عمل کی فضیلت

(۴۲۲) مَنْ عَمِلَ بِمَا يَعْلَمُ، وَرَّثَهُ اللهُ عِلْمَ مَالَمْ يَعْلَمْ۔

''جس شخص نے علم کے مطابق عمل کیا (تو) اللہ تعالیٰ اس کو اس علم کا وارث بناتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱۰/۱۴-۱۵) میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے یزید بن ہارون سے ذکر کیا ہے اس نے حمید بن الطویل سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے بعد ازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس کلام کو بعض تابعین سے روایت کیا ہے اس نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ذکر کیا ہے اس پر بعض

رواۃ کو وہم لاحق ہوا کہ اس نے اس کو نبی ﷺ سے بیان کیا ہے تو اس پر اس اسناد کو اس حدیث میں رکھ دیا ہے مقصود آسانی اور قرب ہے جب کہ یہ حدیث اس اسناد کے لحاظ سے احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے احتمال نہیں رکھتی۔ میں کہتا ہوں: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تک اس اسناد میں ایک جماعت رواۃ کی ہے جن کی مجھے معرفت نہیں ہے تو میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کس نے اس کو وضع کیا ہے۔

تیمّم سے ایک ہی نماز

(۴۲۳) مِنَ السُّنَّةِ أَنْ لَّا يُصَلِّي الرَّجُلُ بِالتَّيَمُّمِ إِلَّا صَلَاةً وَّاحِدَةً ثُمَّ يَتَيَمَّمُ لِلصَّلَاةِ الْأُخْرَىٰ۔

''سنت سے ہے کہ کوئی شخص تیمّم کے ساتھ صرف ایک نماز ہی ادا کرسکتا ہے دوسری نماز کی ادائیگی کے لئے دوبارہ پھر تیمّم کرے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳/۱۰۷/۲) میں حسن بن عمارہ کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے حکم بن عیینہ سے اس نے مجاہد سے اس نے ابن عباس سے اس کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو (ص ۶۸) میں اور بیہقی نے اس کے طریق سے (۱/۲۲۱-۲۲۲) میں ذکر کیا ہے جب کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث میں حسن بن عمارہ راوی کو ضعیف قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ وہ اس سے بھی برا ہے، شعبہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا تھا جب کہ ابن المدینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ حدیث کو وضع کیا کرتا تھا جب کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی احادیث کو موضوع قرار دیا ہے، مزید براں شعبہ نے بھی یہی بات کہی ہے اس نے حکم سے چند احادیث کو ذکر کیا ہے تو ہم نے ان احادیث کے بارے میں حکم سے سوال کیا تو اس نے وضاحت کی کہ میں نے ان سے کچھ نہیں سنا ہے۔

جب کہ صحابی کا کہنا کہ ''من السنة كذا'' یہ جملہ علماء کے نزدیک مرفوع حدیث کے حکم میں ہے اسی لئے میں نے اس کو شامل کیا ہے اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۲۲۲) میں حسن بن عمارہ سے اس کی پہلی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے الفاظ یہ ہیں ((لا يصلي بالتيمم الا صلوة واحدة)) کہ ''تیمّم کے ساتھ صرف ایک نماز کو ادا کیا جائے'' جب کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حسن بن عمارۃ راوی حجت کے لائق نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حالت میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع نہ موقوف حدیث بیان کرنا درست نہیں

بلکہ اس سے اس کے خلاف روایت کی گئی ہے جیسا کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کو المحلی (۱۳۲/۲) میں ذکر کیا ہے کہ تیمم کرنے والا شخص اپنے تیمم کے ساتھ جس قدر چاہے فرائض ونوافل ادا کر سکتا ہے جب تک کہ اس کا تیمم ٹوٹ نہ پائے یا پانی مل جائے یہی کیفیت اس مسئلہ میں درست ہے جیسا کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کو ثابت کیا ہے ملاحظہ کریں، الروضة الندیه (۵۹/۱)

لونڈی خریدنے کا طریقہ

(۴۲۴) لَابَأْسَ أَنْ يُقَلِّبَ الرَّجُلُ الْجَارِيَةَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَشْتَرِيَهَا وَيَنْظُرَ إِلَيْهَا مَاخَلَا عَوْرَتَهَا وَعَوْرَتُهَا مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهَا إِلَى مَعْقِدِ إِزَارِهَا۔

”کچھ حرج نہیں کہ جو شخص کسی لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ لونڈی کو مختلف انداز میں الٹائے پلٹائے اس کی شرم گاہ کے علاوہ دیگر سکتا ہے جب کہ اس کی شرم گاہ اس کے دونوں گھٹنوں سے لے کر اس کے تہ بند باندھنے کی جگہ تک ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (ج ۳ ق ۲/۹۷) میں حفص بن عمر کندی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں صالح بن حسان نے بتایا اس نے محمد بن کعب القرظي سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے حفص بن عمر راوی جو حلب کے قاضي ہیں، ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع احادیث کو ذکر کرتا تھا اس لئے اس کے ساتھ استدلال جائز نہیں ہے، جب کہ صالح بن حسان کے ضعیف قرار دیئے جانے پر اتفاق ہے، بلکہ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ صالح بن حسان تو لونڈیوں سے گانا سنتا تھا، مزید برآں وہ موضوع روایات کو پختہ لوگوں سے بیان کرتا ہے البتہ امام ہیثمی رحمہ اللہ کا المجمع (۵۳/۲) میں یہ کہنا کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الکبیر میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں صالح بن حسان راوی ضعیف ہے اور ابن حبان نے اس کو ثقہ رواۃ میں اس کا ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس میں دو باتیں مؤاخذہ کے قابل ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ صرف اس ایک کے ساتھ جرم لگانا درست ہے حالانکہ اس سے روایت کرنے

والا ضعف میں اس جیسا ہے یا زیادہ ضعیف ہے، اس میں کوئی انصاف نہیں۔

دوسرا مواخذہ یہ ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے صالح راوی کو ثقہ رواۃ میں ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے بارے میں صرف (صالح بن ابی حسان) ہی ذکر کیا ہے کہ جب کہ یہ دونوں ایک طبقہ سے ہیں چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ پر ان دونوں میں سے ایک دوسرے کے باعث شبہ ہو گیا ہے نیز آپ کو علم ہے کہ ابن حسان کو ابن حبان رحمہ اللہ نے احادیث وضع کرنے کے ساتھ متہم کیا ہے، آپ اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ سنت میں آزاد اور لونڈی کی شرم گاہ میں فرق نہیں ہے جب کہ میں نے اس کی وضاحت کو اپنی کتاب (حجاب المرأۃ المسلمۃ) میں ذکر کیا ہے جو شخص چاہتا ہے اس کی جانب رجوع کرے۔

سفر میں موت

(۴۲۵) مَوْتُ الْغَرِيْبِ شَهَادَةٌ إِذَا احْتَضَرَ فَرَمَى بِبَصَرِهِ عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ فَلَمْ يَرَ إِلَّا غَرِيْبًا وَذَكَرَ أَهْلَهُ وَوَلَدَهُ وَتَنَفَّسَ فَلَهُ بِكُلِّ نَفَسٍ يَتَنَفَّسُهُ يَمْحُوا اللّٰهُ عَنْهُ أَلْفَيْ أَلْفَ سَيِّئَةٍ وَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفَيْ أَلْفَ حَسَنَةٍ۔

''غریب الوطنی میں موت سے ہم کنار ہونا شہادت ہے جب موت اس کے سامنے آئے تو وہ اپنی نظر کو دائیں بائیں جانب جھکاتا ہے تو اس کو اجنبی لوگ ہی نظر آتے ہیں تو اس وقت وہ اپنے اہل وعیال کو یاد کرتا ہے اور ٹھنڈا سانس لیتا ہے تو اس کو ہر سانس کے بدلہ میں جو وہ لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دو ہزار برائیوں کو دور کرتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں دو ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳/۱۰۷/۱) میں عمرو بن حصین العقیلی کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن عبداللہ بن علاثہ نے روایت کیا ہے اس نے حکم بن ابان سے اس نے وہب بن منبہ سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ روایت بھی موضوع ہے اس کی اسناد میں عمرو بن الحصین (راوی) کذاب ہے اور اس کی موضوع احادیث کثرت کے ساتھ پہلے گزر چکی ہیں جب کہ ابن علاثہ راوی ضعیف ہے بعض نے اس کو متہم قرار دیا ہے البتہ کہا گیا ہے کہ اصل آفت وہ راوی ہے جس سے یہ ابن الحصین روایت کرتا ہے، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے، کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الکبیر (۲/۳۱۷) میں ذکر کیا ہے اور اس روایت میں عمرو بن الحصین راوی متروک ہے، میں کہتا ہوں

: کہ اس کے پہلے جملہ کو ابن الجوزی نے موضوعات میں ایک دوسرے طریق سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے نیز واضح کیا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، جب کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۱۳۲/۲-۱۳۳) میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث کے اور طرق اور شواھد ہیں، میں کہتا ہوں: کہ وہ بھی معلول ہیں جب کہ بعض دیگر بعض سے زیادہ ضعیف ہیں اس طرح حدیث سے صرف ضعف کا مسئلہ ہی واضح ہوتا ہے جب کہ مکمل حدیث موضوع ہے اس لئے کہ اس کے شواہد نہیں ہیں اور یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے عجائبات سے ہے کہ اس نے ان وضع کردہ طرق کو دیگر طرق اور شواہد میں ذکر کیا ہے۔

حجر اسود باعث شفا

(۴۲۶) لَوْلَا مَاطَبِعَ الرُّكْنُ مِنْ أَنْجَاسِ الْجَاهِلِيَّةِ وَأَرْجَاسِهَا وَأَيْدِي الظَّلَمَةِ وَالْأَثِمَةِ لَا سْتَشْفَى بِهِ مِنْ كُلِّ عَاهَةٍ وَلَأَلْفَى الْيَوْمَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَهُ اللَّهُ وَإِنَّمَا غَيَّرَهُ اللَّهُ بِالسَّوَادِ لِأَنْ لَّا يَنْظُرَ أَهْلُ الدُّنْيَا إِلَى زِينَةِ الْجَنَّةِ وَلَيَصِيرَنَّ إِلَيْهَا وَإِنَّهَا لَيَاقُوتَةٌ بَيْضَاءُ مِنْ يَاقُوتِ الْجَنَّةِ وَضَعَهُ اللَّهُ حِينَ أَنْزَلَ آدَمَ فِي مَوْضِعِ الْكَعْبَةِ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ الْكَعْبَةُ وَالْأَرْضُ يَوْمَئِذٍ طَاهِرَةٌ لَمْ يُعْمَلْ فِيهَا شَيْءٌ مِنَ الْمَعَاصِي وَلَيْسَ لَهَا أَهْلٌ يُنَجِّسُونَهَا فَوُضِعَ لَهُ صَفٌّ مِنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَى أَطْرَافِ الْحَرَمِ يَحْرُسُونَهُ مِنْ سُكَّانِ الْأَرْضِ وَسُكَّانُهَا يَوْمَئِذٍ الْجِنُّ لَا يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَنْظُرُوا إِلَيْهِ لِأَنَّهُ شَيْءٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَمَنْ نَظَرَ إِلَى الْجَنَّةِ دَخَلَهَا فَلَيْسَ يَنْبَغِي أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهَا إِلَّا مَنْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَالْمَلَائِكَةُ يَذُودُونَهُمْ عَنْهُ وَهُمْ وُقُوفٌ عَلَى أَطْرَافِ الْحَرَمِ يَحْدِقُونَ بِهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ وَلِذَلِكَ سُمِّيَ الْحَرَمَ لِأَنَّهُمْ يَحُولُونَ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهُ۔

”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ حجر اسود کو دور جاہلیت کی نجاستوں اور پلیدیوں اور ظالم اماموں کے ہاتھوں نے زنگ آلود کر دیا ہے تو اس کے باعث ہر مصیبت سے شفا حاصل ہوتی اور میں آج بھی اس کو اس کی شکل پر پاتا جس شکل پر اللہ تعالیٰ نے

اس کو پیدا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لئے سیاہی میں تبدیل کر دیا ہے تا کہ دنیا کے لوگ جنت کی زیب و زینت کو نہ دیکھ سکیں اور نہ اس کی جانب جا سکیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ وہ سفید یاقوت ہے اس کا شمار جنت کے یواقیت سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو اس وقت رکھا جب کہ آدم علیہ السلام کو کعبہ کی جگہ میں کعبہ کی تعمیر سے پہلے اتارا حقیقت یہ ہے کہ ان دنوں زمین پاک تھی زمین ہرگز کسی نافرمانی سے آشنا نہ تھی اور زمین پر رہنے والے باشندے ایسے نہ تھے جو اس کو نجس کرتے تو اس کے احترام کے لئے فرشتوں کی ایک صف کو حرم کے کناروں پر متعین کیا گیا تا کہ وہ اس کی حفاظت ان سے کرے جو زمین پر آباد ہیں جب کہ ان دنوں زمین پر جن آباد تھے ان کے لئے جائز نہیں تھا کہ حجر اسود کی جانب نظر اٹھائیں جب کہ اس کا شمار جنت سے تھا اور جس شخص نے جنت کو دیکھا وہ تو جنت میں داخل ہو گیا پس ہرگز مناسب نہیں ہے کہ اس کی جانب کوئی دیکھے سوائے ان کے لئے جن کے لئے جنت واجب ہے چنانچہ فرشتے ان کو اس سے روکتے ہیں جب کہ فرشتے حرم کے کناروں پر کھڑے ہوتے ہیں سبھی جوانب سے اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا نام حرم ہے اس لئے وہ خود کو اس کے اور ان کے درمیان مسائل رکھتے ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، علامہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الکبیر (۱/۱۰۷/۳) میں عوف بن غیلان بن منبہ الصنعانی سے ذکر کیا ہے اس نے بتایا ہمیں عبد اللہ بن صفوان نے خبر دی وہ ادریس بن بنت وہب بن منبہ سے روایت کرتا ہے اس نے کہا مجھے وہب بن منبہ نے بتایا اس نے طاؤس سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس لئے کہ وہب بن منبہ کے علاوہ سبھی رواۃ مجہول ہیں مجھے معلوم نہیں ہو سکا ہے کہ کس نے ان کا تذکرہ کیا ہے جب کہ متن بھی بظاہر منکر ہے، واللہ اعلم، جب کہ المجمع (۲۴۳/۳) میں ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ نے اس کو الکبیر میں روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں ایسے رواۃ ہیں جن کو میں جانتا نہیں ہوں اور نہ ہی ان کا کہیں تذکرہ ہے۔

لا الہ الا اللہ کی فضیلت

(۴۲۷) مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْقَى وَيَفْنَى كُلُّ شَيْءٍ عُوفِيَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ ۔

"جس شخص نے کہا کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہے ہر چیز سے پہلے ہے اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کے بعد تک ہے اور کوئی معبود نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہے جو باقی ہے اور (اس کے علاوہ) ہر چیز فنا ہو گی تو اس کو ہر قسم کے فکر اور غم سے بچاؤ حاصل رہتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (ج۳ق ۹۳،۱) میں عباس سے مقصود ابن بکار الضبی سے ذکر کیا اس نے کہا ہمیں ابو ہلال نے بتایا اس نے قتادہ سے اس نے سعید بن مسیّب سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد موضوع ہے عباس راوی کے بارے میں دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ کذاب ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی دو احادیث کو ذکر کیا ہے، اور ان دونوں کو باطل قرار دیا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو متہم قرار دیا ہے کہ اس نے آئندہ ذکر ہونے والی حدیث کو وضع کیا ہے اور المجمع (۱۰/۱۳۷) میں ذکر ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ذکر کیا اور اس کی اسناد میں عباس بن بکار (راوی) ضعیف ہے ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: ذہبی رحمہ اللہ نے میزان میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں اس کے بارے میں ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق کو ذکر نہیں کیا، واللہ اعلم، پس اگر یہ صحیح ہے تو قاعدہ مسلمہ ہے کہ جرح کو تعدیل میں مقدم کیا جائے جیسا کہ یہ مشہور اصطلاح ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

(۴۲۸) اِبْنَتِي فَاطِمَةُ حَوْرَاءُ آدَمِيَّةٌ لَمْ تَحِضْ وَلَمْ تَطْمِثْ وَإِنَّمَا سَمَّاهَا فَاطِمَةُ لِأَنَّ اللّٰهَ فَطَمَهَا وَمُحِبِّيهَا مِنَ النَّارِ ۔

"میری بیٹی فاطمہ اولاد آدم میں سے حور ہے اور حیض کے خون سے مستثنیٰ ہے اور نہ یہ پلید ہوئی، آپ نے اس کا نام فاطمہ رکھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس سے محبت کرنے والوں کو دوزخ سے رہائی عطا کی ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، الخطیب رحمہ اللہ نے اس کو (۱۲/۳۳۱) میں اپنی اسناد کے ساتھ سیدنا ابن

عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں سوائے ایک کے باقی رواۃ مجہول ہیں جب کہ اسناد ثابت نہیں ہے اور اس کے طریق سے ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلي (۴۰۰/۱) میں اس کو برقرار رکھا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عباس بن بکار کے احوال میں جس کا تذکرہ کیا اس حدیث میں گزر چکا ہے جو اسناد کے لحاظ سے منقطع ہے ام سلیم سے منقول ہے اس نے بیان کیا کہ سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حیض ونفاس کا خون نہیں دیکھا گیا بعد ازاں اس نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کو عباس راوی نے وضع کیا ہے۔

احرام اور پٹی باندھنا

(۴۲۹) كَانَ لَا يَرَىٰ بِالْهِمْيَانِ لِلْمُحْرِمِ بَأْسًا۔

''احرام باندھنے والے کے لئے پٹی باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکبیر (۱/۹۹/۳) میں یوسف بن خالد السمتی سے بیان کیا اس نے کہا ہمیں زیاد بن سعد نے بیان کیا اس نے صالح بن التوأمة سے بیان کیا اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا، میں کہتا ہوں: سمتی راوی کذاب ہے جیسا کہ ابن معین رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے، اور صالح راوی ضعیف ہے حدیث میں درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اسی طرح بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی السنن (۶۹/۵) میں سعید بن جبیر کے طریق سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ذکر کیا اس کی اسناد میں شریک قاضی راوی میں ضعف ہے۔

عورتوں کی مخالفت کرو

(۴۳۰) شَاوِرُوهُنَّ يَعْنِي النِّسَآءَ-وَخَالِفُوهُنَّ۔

''عورتوں سے مشورہ کرو اور ان کی مخالفت کرو۔''

تحقیق: اس حدیث کے مرفوع ہونے کی حقیقت کا کچھ اصل نہیں جیسا کہ اس کا فائدہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ بعد ازاں علامہ مناوی رحمہ اللہ (۲۶۳/۴) نے بیان کر دیا ہے اور شاید اس جملہ کا اصل وہ ہے جس کو عسکری رحمہ اللہ نے الامثال میں ذکر کیا ہے کہ عمر نے بتایا ہے کہ تم عورتوں کی مخالفت کرو بلاشبہ ان کی مخالفت میں برکت ہے اگرچہ مجھے اس کی صحت کا علم نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے

اس کی اسناد کو اللآلی (۲/۱۷۴) میں ذکر نہیں کیا کہ ہم اس کو دیکھ پاتے۔ بعد ازاں مجھے اس کی اسناد پر اطلاع حاصل ہوئی کہ علی بن جعد الجوہری نے اس کو اپنی حدیث (۱/۱۷۷/۱۲) میں ابو عقیل کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے حفص بن عثمان بن عبد اللہ سے اس نے سیدنا عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

میں کہتا ہوں: یہ اسناد بھی ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت یہ حفص (راوی) مجہول ہے بلاشبہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کو (۱/۲/۱۸۴) میں صرف ابی عقیل کی روایت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں جرح وتعدیل کا ذکر نہیں ہے۔ جب کہ دوسری علت ابو عقیل ہے اور اس کا نام یحییٰ بن متوکل عمری ہے، بھیہ کا ساتھی ہے اور ضعیف ہے جیسا کہ التقریب میں ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس نے ایسے لوگوں سے روایت کی ہے جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں، مزید برآں حدیث کا مفہوم بھی مطلق طور پر صحیح نہیں ہے جب کہ نبی ﷺ کی اپنی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مخالفت ثابت نہیں جب اس نے آپ کو اشارہ دیا تھا کہ آپ صلح حدیبیہ میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے قربانی کو نحر کریں تا کہ آپ کے رفقاء آپ کی اس میں متابعت کریں اس سے بعد آنے والی حدیث نمبر (۴۳۵) کو بھی ملاحظہ کریں۔

سفید بکری کے خون کی فضیلت

(۴۳۱) اِسْتَوْصُوْا بِالْمَعْزِیْ خَیْرًا فَاِنَّهَا مَالُ رَفِیْقٍ وَهُوَ فِی الْجَنَّةِ وَاَحَبُّ الْمَالِ اِلَی اللهِ الضَّاْنُ وَعَلَیْکُنَّ بِالْبَیَاضِ فَاِنَّ اللهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ بِالْبَیْضَآءِ فَلْیَلْبَسْهُ اَحْیَاؤُکُمْ وَکَفِّنُوْا فِیْهِ مَوْتَاکُمْ وَاِنَّ دَمَ الشَّاةِ الْبَیْضَآءِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ دَمِ السَّوْدَاوَیْنِ۔

”بکریوں کے بارے میں بھلائی کرنے کی وصیت کرو اس لئے کہ بکریاں تو ایسا مال ہے جن میں نرمی کارفرما ہے اور جنت میں بھی بکریاں ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی جانب زیادہ محبوب مال بھیڑیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا تو جنت روشن سفید تھی تو اس کی پشم کو تم زندگی میں لباس کے کام میں لاؤ اور اس میں تم اپنے فوت شدہ لوگوں کو کفن پہناؤ اور یہ حقیقت ہے کہ ایک سفید بکری کا خون اللہ کے ہاں دو سیاہ بکریوں کے خون سے زیادہ عظمت والا ہے“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳/۱۱۳/۱-۲) میں ابوشہاب کے طریق سے اس نے حمزہ نصیبی سے اس نے عمرو بن دینار سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث من گھڑت ہے اور اس کی علت حمزہ نصیبی (راوی) ہے ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ شخص حدیث کو گھڑتا تھا جب کہ اس حدیث کو امام ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۴/۶٦) میں ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو **معجم الکبیر** میں روایت کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں حمزہ نصیبی (راوی) متروک ہے۔

بیوی کے ساتھ جماع

(۴۳۲) نَهٰى عَنِ الْمُوَاقَعَةِ قَبْلَ الْمُدَاعَبَةِ۔

”بیوی کے ساتھ کھیل کود سے پہلے مجامعت سے منع کیا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، خطیب رحمہ اللہ نے اس روایت کو (۱۳/۲۲۰-۲۲۱) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس سے ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۱٦/۲۹۹/۲) میں اور ابوعثمان البحتری نے **الفوائد المخرجة من اصول مسموعاته** (۱/۲۴) میں خلف بن محمد الخیام کے طریق سے اس کی اسناد کے ساتھ ابی الزبیر سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس الخیام کے حالات کو میزان الاعتدال میں نقل کیا ہے حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث ساقط ہے بوجہ اس کے روایت کرنے کے اس حدیث کو کہ نبی ﷺ نے بیوی کے ساتھ کھیل کود سے پہلے مجامعت سے منع کیا ہے، اور خلیلی نے ذکر کیا ہے کہ وہ راوی اختلاط سے محفوظ نہ تھا جب کہ وہ غایت درجہ ضعیف ہے اس نے ایسے فنون کا ذکر کیا ہے جن کو پہچانا نہیں جاسکتا۔ میں کہتا ہوں: ابوالزبیر مدلس ہے اور اس نے لفظ عن کے ساتھ روایت کی ہے اور غماری نے اس حدیث کو المغیر (ص۱۰۰) میں ذکر کیا ہے۔

ماں کی نسبت سے پکارا جانا

(۴۳۳) يُدْعَى النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأُمَّهَاتِهِمْ سِتْرًا مِنَ اللهِ عَزَّوَجَلَّ عَلَيْهِمْ۔

”قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کی جانب نسبت کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا دراصل اللہ عزوجل لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالیں گے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۱۷) میں اسحاق بن ابراہیم الطبری سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں مروان فزاری نے خبر دی اس نے حمید طویل سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور کہا ہے اس اسناد کے ساتھ اس حدیث کا متن منکر ہے، جب کہ اسحاق بن ابراہیم (راوی) منکر الحدیث ہے، اور ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے وہ ابن عیینہ اور فضل بن عیاض سے روایت کرتا ہے اور سخت منکر الحدیث ہے، وہ ثقہ رواۃ سے موضوعات کو روایت کرتا ہے اس کی حدیث کو تحریر میں لانا جائز نہیں البتہ بطور تعجب کے لایا جاسکتا ہے۔ جبکہ حاکم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ''اس نے فضیل اور ابن عیینہ سے موضوع احادیث کو روایت کیا ہے''

ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو الموضوعات میں ابن عدی رحمہ اللہ کے طریق سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہے اسحاق راوی منکر الحدیث ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۲/۴۴۹) میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ اس حدیث کا ایک اور طریق ہے جس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے یعنی وہ حدیث جو اس کے بعد ہے جب کہ وہ حدیث اس کے ساتھ ساتھ اس حدیث کے بھی مخالف ہے اس سے شاہد کے لحاظ سے بلاشبہ اس میں صراحت ہے کہ مقصود ان کی مائیں ہیں جب کہ اس میں ان کے ناموں کا ذکر ہے ظاہر ہے کہ ان دونوں الفاظ میں کتنا فرق ہے جب کہ ابن عراق نے اس کا رد کرتے ہوئے (۲/۳۸۱) میں ذکر کیا ہے کہ:

میں کہتا ہوں: یہ ابوحذیفہ اسحاق بن بشر کے طریق سے ہے لہٰذا اس کا شاہد ہونا صحیح نہیں ہے

(**میں کہتا ہوں:** شاہد میں شرط یہ ہے کہ شاہد کا ضعف مشہور نہ ہو جب کہ یہاں معاملہ اس طرح نہیں ہے اس لئے کہ اس اسحاق بن بشر کا شمار ان لوگوں سے ہوتا ہے جو احادیث کو وضع کرتے تھے جیسا کہ (۲۲۳) میں پہلے گزر چکا ہے)۔

جب کہ اس کے مخالف ثابت ہے چنانچہ سنن ابی داؤد میں مضبوط اسناد کے ساتھ مذکور ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے الاذکار میں سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ ''تمہیں قیامت کے دن تمہارے اور تمہارے آباؤ اجداد کے ناموں کے ساتھ پکارا جائے گا'' اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً صحیح حدیث میں ہے کہ ''جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پہلے اور پچھلے لوگوں کو اکٹھا کرے گا تو ہر دھوکہ باز کی دبر پر جھنڈا نصب کیا جائے گا تو کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کا غدر ہے''، واللہ اعلم۔

میں کہتا ہوں: سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ضعیف ہے مضبوط نہیں اور اس کی اسناد میں انقطاع ہے جب کہ ابوداود رحمہ اللہ نے خود بھی اس حدیث کو اس وجہ سے معلول قرار دیا ہے چنانچہ اس نے (۴۹۴۸) میں اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ ابن زکریا راوی نے سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

میں کہتا ہوں: اسی سبب کے باعث ایک دوسری جماعت کے افراد نے اس کو معلول قرار دیا ہے مثال کے طور پر امام بیہقی، امام منذری، امام عسقلانی رحمہم اللہ ہیں چنانچہ اس کے بعد امام نووی رحمہ اللہ اور اس کے پیروکاروں کے کہنے پر دھوکہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے اس سلسلہ میں فیض القدیر کا مطالعہ کریں۔

پل صراط کے پاس ہر ایماندار کے لیے روشنی کا عطیہ

(۴۳۴) إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَدْعُوا النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِهِمْ سِتْرًا مِنْهُ عَلٰى عِبَادِهِ وَأَمَّا عِنْدَ الصِّرَاطِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي كُلَّ مُؤْمِنٍ نُورًا وَكُلَّ مُؤْمِنَةٍ نُورًا وَكُلَّ مُنَافِقٍ نُورًا فَإِذَا اسْتَوَوْا عَلَى الصِّرَاطِ سَلَبَ اللّٰهُ نُورَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ: ﴿انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ [الحدید:۱۳]﴾ وَقَالَ الْمُؤْمِنُونَ: ﴿رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا [التحریم:]﴾ فَلَا يَذْكُرُ عِنْدَ ذٰلِكَ أَحَدٌ أَحَدًا۔

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے ناموں کے ساتھ پکارے گا گویا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پردہ ڈالیں گے البتہ پل صراط کے پاس تو اللہ عزوجل ہر ایماندار شخص اور ہر ایماندار عورت کو روشنی کا عطیہ دیں گے اور ہر منافق کو بھی روشنی عطا کریں گے تو جب پل صراط پر برابر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور عورتوں کے نور کو سلب کر لے گا تو منافق کہیں گے: ''تم ہمیں مہلت دو تا کہ ہم تم سے روشنی حاصل کریں'' جب کہ ایماندار کہیں گے: ''اے ہمارے پروردگار ہماری روشنی کو مکمل فرما'' تو اس وقت کوئی شخص کسی شخص کو یاد نہیں کرے گا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۱۵/۳) میں اسماعیل بن عیسیٰ

العطار کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے بتایا ہمیں اسحاق بن بشر ابو حذیفہ نے خبر دی ہے اس نے کہا ہمیں ابن جریج نے ابن ابی ملیکہ سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ راوی اسحٰق کذاب ہے اس کی احادیث پہلے گزر چکی ہیں جب کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۳۵۹/۱۰) میں حدیث کو طبرانی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اسحاق متروک ہے۔

عورت کی اطاعت کرنا

(۴۳۵) طَاعَةُ الْمَرْأَةِ نَدَامَةٌ۔

"عورت کی اطاعت کرنا پشیمانی کا باعث ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (ق ۱/۳۰۸) میں عثمان بن عبد الرحمان الطرائفی سے اس نے عنبسہ بن عبدالرحمان سے اس نے محمد بن زاذان سے اس نے ام سعد بنت زید بن ثابت سے اس نے اپنے باپ سے مرفوعا روایت کیا ہے اس نے اس حدیث کو اس عنبسہ شخص کے حالات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے اس کے لئے اس حدیث کے علاوہ بھی احادیث ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے، میں کہتا ہوں: ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ احادیث کو وضع کرتا تھا جب کہ عثمان بن عبد الرحمان الطرائفی کے بارے میں ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۲۹۰) میں کہا ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے البتہ وہ مجہول قسم کے لوگوں سے عجائبات بیان کرتا ہے جب کہ یہ عجائبات مجہول رواۃ کی جہالت کے باعث ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس خیال پر اس کے بعد کے محققین نے اس پر لکھا اور ان میں سے بعض نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضوعات میں ابن عدی رحمہ اللہ کی روایت سے بیان کیا ہے اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے عنبسہ راوی کوئی چیز نہیں ہے اور عثمان راوی حجت کے قابل نہیں ہے جب کہ یہ حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس لفظ کے ساتھ وارد ہے کہ "عورتوں کی اطاعت کرنا باعث ندامت ہے" عقیلی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۸۱) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے (ق ۱/۱۵۶) میں اور القضاعی رحمہ اللہ نے (ق ۲/۱۲/) میں اور الباطرقانی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۱۶۸) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۲۰۰/۱۵) میں محمد بن سلیمان بن ابی کریمہ سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے والد سے اس نے عائشہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے جب کہ عقیلی رحمہ اللہ نے بتایا

ہے کہ محمد بن سلیمان نے ہشام سے باطل احادیث بیان کی ہیں جن کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے۔

چنانچہ ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے اور ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ہشام سے ضعیف راوی نے بیان کیا ہے اور ہشام سے اس حدیث کو خالد بن ولید مخزومی نے بیان کیا ہے جب کہ وہ ابن ابی کریمہ سے زیادہ ضعیف ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق ابن جوزی رحمہ اللہ پر تعاقب کیا ہے اور اللآلی (۱۷۴/۲) میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے ہشام (راوی) سے دو اور طریق ہیں اور ایک ابوبکر کی حدیث سے شاہد ہے لیکن دونوں طرق سے ایک طریق میں خلف بن محمد بن اسماعیل ہے جب کہ وہ ساقط الحدیث ہے جیسا کہ حاکم رحمہ اللہ سے پہلے (ح ۴۲۲) میں گزر چکا ہے جب کہ اس حدیث کو اس طریق سے ابوبکر المقری الاصبہانی نے الفوائد (۲/۱۹۲/۱۲) میں اور ابو احمد بخاری نے اپنی حدیث (۱/۲) کے جز میں روایت کیا ہے جب کہ دوسرے طریق میں ابوالبختری راوی ہے اور اس کا نام وہب بن وہب ہے جو کہ مشہور احادیث وضع کرنے والا تھا البتہ شاہد تو اسناد کے ضعف کے باعث اس لفظ کے مخالف ہے اور اس کا اس کے بعد ذکر ہو رہا ہے۔ جب کہ اس کے بعد دوسرا شاہد اس سے رہ گیا ہے جس کو ابن عساکر نے (۲/۳۲۷/۵) میں ذکر کیا ہے جابر کی حدیث سے جو پہلے لفظ کے ساتھ مرفوع ہے جب کہ اسناد میں رواۃ کی ایک جماعت ہے جو معروف نہیں ہیں اور علی بن احمد بن زہیر تیمی (راوی) کے بارے میں امام ذہبی نے کہا ہے یہ راوی ثقہ نہیں ہے، جب کہ ابوبکرہ سے شاہد یہ ہے۔

عورتوں کی اطاعت کا نقصان

(۴۳۶) هَلَكَتِ الرِّجَالُ حِيْنَ أَطَاعَتِ النِّسَاءَ۔

"لوگ تباہ و برباد ہو گئے جب انہوں نے عورتوں کی اطاعت کی۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۱۳۸) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (۳۴/۲) میں اور ابن ماسی رحمہ اللہ نے انصاری کے آخری جز (۱/۱۱) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۲۹۱/۴) میں اور احمد رحمہ اللہ نے (۴۵/۵) میں ابوبکرہ کے طریق سے بکار بن عبدالعزیز بن ابی بکرہ وہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے وہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک شخص خوشخبری دینے کے لئے آیا وہ آپ کو ایک لشکر کی کامیابیوں کے بارے میں خوشخبری دے رہا تھا جب کہ آپ کا سر مبارک ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں تھا تو آپ کھڑے ہوئے آپ نے سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی آپ سجدہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے قاصد کے بارے میں،

پوچھ گچھ کی اس نے آپ کو آگاہ کیا تو اس نے آپ کو دشمن کے معاملہ کے بارے میں جو خبر دی اس میں اس بات کا تذکرہ تھا کہ ان کی حکمران عورت ہے جب کہ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ ان کے معاملہ کی نگران ایک عورت ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا اس وقت لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے جب ان کی حکمران عورت ہوگی۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ اس کی غفلت ہے جو اس نے بکار کے حالات کو میزان الاعتدال میں ذکر کیا ہے کہ ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو لا شـــــی قرار دیا ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس کا شمار ان ضعیف رواۃ میں ہے جن کی احادیث کو تحریر کیا جاتا ہے اور اس نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے اسے ابن عدی رحمہ اللہ نے چلایا ہے۔ میں کہتا ہوں: جب کہ میرا خیال یہ ہے کہ ابو بکرہ سے اس حدیث کا اصل ہے الفاظ اور ہیں اس سے مقصود وہ حدیث ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح (۴۶/۱۳-۴۷) میں اس سے ذکر کیا ہے جب نبی ﷺ کو یہ خبر ملی کہ فارسیوں نے کسریٰ کی بیٹی کو بادشاہ بنایا ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ کبھی کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکتے جنہوں نے اپنے معاملات کو عورت کے سپرد کیا۔ اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے اور امام احمد رحمہ اللہ نے (۳۸/۵، ۴۳، ۴۷، ۵۰، ۵۱) میں زیادہ طرق کے ساتھ ابو بکرہ سے روایت کیا ہے یہ اصل حدیث ہے جب کہ اس حدیث کو اس سے اس کے نواسے نے پہلے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں غلطی کی ہے، واللہ اعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ اس کے راوی کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس نے اس میں غلطی کی ہے۔ البتہ اس حدیث کا مفہوم مطلق طور پر صحیح نہیں ہے چنانچہ صلح حدیبیہ کے واقعہ میں صحیح بخاری (۳۶۵/۵) میں وارد ہے کہ ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کو مشورہ دیا جب کہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قربانیوں کے ذبح کرنے سے انکار کیا کہ آپ باہر نکلیں اور آپ کسی فرد سے گفتگو نہ کریں یہاں تک کہ قربانیوں کو ذبح کر دیا جائے اور محرم لوگ اپنے سر منڈ والیں چنانچہ آپ نے اسی طرح کیا تو جب آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی اس کیفیت کو دیکھا تو وہ کھڑے ہوئے انہوں نے قربانیوں کو نحر کیا چنانچہ اس حدیث میں وارد ہے کہ نبی ﷺ نے ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورہ کو قبول کیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو معلوم ہوا کہ حدیث مطلق نہیں ہے جب کہ اس کے مثل وہ حدیث ہے جس کا اصل نہیں ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو لیکن ان کی مخالفت کرو اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

جاہل شخص کی ایک قسم

(۴۳۷) مَنْ وُلِدَ لَهُ ثَلَاثَةٌ فَلَمْ يُسَمِّ أَحَدَهُمْ مُحَمَّدًا فَقَدْ جَهِلَ ۔

''جس شخص کے ہاں تین بچے پیدا ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے تو وہ شخص جاہل ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم الکبیر (۱۰۸-۱۰۹) میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے احمد بن نضر العسکری نے بیان کیا اس نے بتایا ہمیں ابوخیثمہ مصعب بن سعید نے روایت کیا اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن ایمن نے خبر دی ہے اس نے لیث سے اس نے مجاہد سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ذکر کیا ہے مزید برآں اس مصعب کے طریق سے اس حدیث کو حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند (۱۹۹-۲۰۰) میں زوائد مسند سے ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۲۸۰) میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے، مصعب کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے منکر احادیث بیان کرتا تھا بعدازاں اس نے اس کی تین احادیث کا ذکر کیا ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس پر ان الفاظ میں تعاقب کیا ہے کہ یہ تو صرف منکر اور آزمائش ہیں۔ پھر ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی روایات میں واضح ضعف موجود ہے جب کہ صالح جزرہ نے کہا ہے کہ وہ تو نابینا شخص تھا اسے کچھ علم نہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے جب کہ ولید بن عبدالملک بن مسرح حرانی نے اس کی متابعت کی ہے لیکن مجھے اس کے حالات سے آگاہی حاصل نہیں ہو سکی ہے مزید براں اس سے روایت کرنے والا ابو بدر احمد بن خالد بن مسرح حرانی ہے، دارقطنی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ لاشئی ہے اس کی متابعت کی کچھ وقعت نہیں ہے اور یہ متابعت حافظ ابن بکیر صیر فی (۱/۵۸) کے نزدیک وارد ہے اس شخص کی فضیلت میں جس کا نام احمد اور محمد ہے، جب کہ لیث بن ابی سلیم محدثین کے اتفاق کے مطابق ضعیف ہے اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۱۷۸/۲/۳) میں صحیح اسناد کے ساتھ عیسیٰ بن یونس سے ذکر کیا ہے جب اس سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس سے کیوں سماع نہیں کرتے ہیں تو اس نے جواب دیا میں نے اس کو دیکھا ہے کہ اس کو اختلاط کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا جب کہ وہ دن کے نمایاں ہونے کے باوجود مینار پر چڑھتا اور اذان کہتا تھا چنانچہ اس کے باعث ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ مصعب سے روایت کیا ہے۔

بعدازاں اس نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں موسیٰ (راوی) لیث (راوی) سے متفرد ہے اور

لیث کو احمد اور اس کے علاوہ ائمہ نے متروک قرار دیا ہے ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عمر کے آخری حصے میں اس کو اختلاط کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا چنانچہ وہ اسانید کو تبدیل کرتا تھا اور مرسل روایات کو مرفوع بنا دیتا تھا جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۱۰۲/۱۰۱/۱) میں اس کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ لیث کا معاملہ اس حد تک نہیں پہنچا تھا کہ اس کی بیان کردہ حدیث پر وضع کا حکم لگایا جائے جب کہ امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ رحمہم اللہ نے اس کی روایات کو ذکر کیا ہے اور ابن معین وغیرہ رحمہم اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن معین رحمہ اللہ نے اس راوی کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس راوی میں کچھ حرج نہیں ہے جیسا کہ میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب میں ہے جب کہ یہ اس کی روایت میں سے ہے وگرنہ ثقہ رواۃ نے اس سے اس کا ضعف روایت کیا ہے، اس پر اعتماد کرنا مناسب ہے کیوں کہ اس کے ضعیف قرار دینے کا سبب واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو اختلاط لاحق ہو گیا تھا البتہ دونوں باتوں میں مطابقت ممکن ہے کہ اس کا پہلی بات سے ارادہ یہ ہے کہ وہ فی نفسہ صادق ہے مقصود یہ ہے کہ وہ ارادتاً جھوٹ نہیں کہتا ہے جب کہ یہ بات اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ ضعف تو اختلاط کے باعث ہے جب کہ اختلاط کے ختم کرنے پر دسترس نہیں ہے۔ یہ تو وہ بات ہے جس کی جانب امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ راوی سچا ہے اور وہم کا شکار ہے اس جیسا قول یعقوب بن شیبہ کا ہے کہ وہ صدوق تو ہے البتہ حدیث اور اس کی مثل کے لحاظ سے ضعیف ہے عثمان بن ابی شیبہ اور نسائی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

پس یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ ائمہ اس کے ضعیف قرار دینے پر اتفاق رکھتے ہیں البتہ اس کا فی نفسہ ثقہ ہونا اس کے ضعف کو ختم نہیں کر سکتا جب کہ یہ حقیقت تو ایسی واضح ہے اس شخص پر ہرگز مخفی نہیں ہے جس کا جرح وتعدیل کیساتھ معمولی تعلق ہو پس معلوم ہوا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس سے توثیق کا جو فائدہ حاصل کرنا چاہا ہے وہ ہرگز فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

ہاں! امام سیوطی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ لیث راوی کا معاملہ اس حد تک نہیں پہنچ پایا ہے کہ اس کی حدیث کو موضوع کہا جائے، درست ہے، البتہ کبھی ضعیف حدیث کا ایسے وصف نے احاطہ کیا ہوتا ہے جو اس پر موضوع ہونے کا حکم صادر کرتا ہے مثال کے طور پر جس پر سلف صالحین کا مؤقف نہیں۔ یہ حدیث بھی اسی قبیل سے ہے یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ ہم کثرت کے ساتھ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں معلومات رکھتے ہیں کہ ان کے تین اور اس سے زیادہ لڑکے ہیں جب کہ انہوں نے کسی ایک کا نام بھی

(محمد) نہیں رکھا ہے جیسا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب وغیرہ ہیں۔

مزید برآں ثابت ہوا کہ سبھی ناموں سے افضل نام عبداللہ، عبدالرحمٰن ہیں اور اسی طرح عبدالرحیم عبداللطیف ہیں اور ہر وہ نام جس میں اللہ تعالیٰ کی عبودیت آشکارا ہے مثال کے طور پر اگر ایک مسلمان شخص اپنی سبھی اولاد کے نام یوں رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہیں رکھتا تو اس کا ایسا کرنا صحیح ہے تو کیسے اس کے بارے میں کہا جائے کہ اس نے جہالت کا کام کیا ہے بالخصوص جب کہ اسلاف میں ایسے لوگ تھے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں کے ساتھ نام رکھنے کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے اگر چہ ہم اس کو اپنے لئے بطور مذہب کے پسند نہیں کرتے ہیں۔

نوٹ: بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا کہ میں اپنے سبھی بیٹوں کے نام ایسے رکھوں جن سے عبودیت نمایاں ہو مثال کے طور پر میں نے اپنی پہلی بیوی مرحومہ سے عبدالرحمٰن، عبداللطیف، عبدالرزاق نام رکھے ہیں جب کہ دوسری بیوی سے عبدالمصور اور عبد الاعلیٰ رکھے جب کہ ان میں سے چوتھا نام ایسا ہے کہ میں کسی شخص کے بارے میں خیال نہیں رکھتا ہوں کہ وہ اس نام رکھنے میں مجھ سے سبقت لے گیا ہو باوجود اس کے کہ میں رجال اور رواۃ کی کتب میں کثرت کے ساتھ ناموں پر اطلاع رکھتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے توفیق عطا کرے اور میرے آل میں برکت فرمائے، (ربنا هب لنا من أزواجنا و ذرياتنا قرة أعين و اجعلنا للمتقين إماما)۔ پھر میرے ہاں ۱۳۸۳ھ میں مدینہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام محمد رکھا، آپ ﷺ کے شہر کی یاد میں اور آپ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے کہ میرے نام کے مطابق نام رکھو اور کنیت کے مطابق کنیت نہ رکھو۔ متفق علیہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی حدیث کی اسناد کے ضعیف ہونے سے لازم نہیں آتا ہے کہ وہ درحقیقت موضوع نہ ہو جیسا کہ اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ صحیح نہ ہو پہلی صورت کو تو ہم نے بیان کر دیا ہے جب کہ دوسری صورت میں احتمال ہے کہ اس کے طرق اور شواہد ہوں جو اس کو حسن، صحیح کے درجہ تک پہنچا دیں اور یہ ایسا معاملہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ اس میں ذرہ بھر تساہل نہیں کرتا ہے جیسا کہ یہ حقیقت واضح ہے جب اس نے ابن جوزی رحمہ اللہ پر اللآلی المصنوعۃ میں تعاقب کیا ہے کہ ہم اس کو نہیں دیکھتے ہیں کہ وہ پہلی صورت کو وہ مقام عطا کرتے ہوں جس کا وہ مستحق ہے پس ہم اس کو پہچان رہے ہیں کہ وہ کثرت کے ساتھ ایسی احادیث ہیں جن پر ابن جوزی رحمہ اللہ نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے، ان کو موضوع ہونے سے بچانا چاہتا ہے صرف اس کی اسناد کی طرف دیکھتا ہے جبکہ ابن جوزی رحمہ اللہ حدیث

کے متن کی جانب بھی دیکھتے ہیں اوران کی یہ کیفیت ان کی دقت نظری کی دلیل ہے جس پر ان کی تعریف کی جانی چاہیے۔

اوران میں سے وہ حدیث ہے جس پر ہم گفتگو کر رہے ہیں۔ حدیث کو قوی قرار نہیں دیا جا سکتا ہے کہ وہ واثلہ بن اسقع اور جعفر بن محمد کی حدیث سے مروی ہے کہ وہ اپنے باپ سے وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں اور عبدالملک بن ہارون بن عنترہ کی حدیث سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتا ہے کہ ابن بکیر نے اس کو ذکر کردہ جز (اس کی فضیلت جس کا نام احمد اور محمد ہے) میں بیان کیا ہے، اس لئے کہ اس کے تمام طرق ایسے راویوں سے خالی نہیں ہیں جو متہم ہوں جیسا کہ ابن عراق رحمہ اللہ نے اس کو تنزیہ الشریعۃ (۱/۸۲) میں بیان کیا ہے۔

البتہ واثلہ سے مروی حدیث کو اس کی سند میں عمر بن موسیٰ الوجیہی (راوی) ہے، وہ احادیث کثرت کے ساتھ موضوع بناتا تھا جب کہ جعفر بن محمد کی حدیث جو وہ اپنے باپ سے اس کے دادا سے بیان کرتا ہے اس حدیث کی اسناد میں عبداللہ بن داہر ایسا راوی ہے جس کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے متہم قرار دیا ہے پھر ذہبی رحمہ اللہ نے کہا وہ احادیث وضع کرتا تھا اور حدیث میں تیسری کمزوری یہ ہے کہ اس کے راوی عبدالملک بن ہارون ہے کثرت کے ساتھ جھوٹ بولنے والا اور من گھڑت احادیث پیش کرنے والا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا

(۴۳۸) مَثَلُ أَصْحَابِي مَثَلُ النُّجُومِ مَنِ اقْتَدَىٰ بِشَيْءٍ مِنْهَا اهْتَدَىٰ۔

"میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثال ستاروں کی مانند ہے جو شخص ان کے کسی عمل کی اقتدا کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہوگا۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، قضاعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۱۰۹) میں جعفر بن عبدالواحد سے اس نے بیان کیا کہ وہب بن جریر بن حازم نے ہمیں اپنے باپ سے بیان کیا اس نے اعمش سے اس نے ابی صالح سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: محدثین نے حاشیہ پر تحریر کیا ہے اس کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ وہ شخص (ابن المحب) ہے یا ذہبی ہے یہ حدیث صحیح نہیں ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کے موضوع ہونے کا سبب یہ جعفر راوی ہے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ جعفر نامی شخص احادیث وضع کیا کرتا تھا جب کہ ابوزرعہ رحمہ اللہ نے کہا ہے اس نے ایسی احادیث کو روایت کیا ہے جن کا کچھ اصل نہیں ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ

نے ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کے باعث اسے متہم قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ بھی ان میں سے ہے، مزید براں اس نے بیان کیا ہے بلاشبہ یہ جعفر کے مصائب سے ہے۔ یہ حدیث پہلے اسی طرح گزر چکی ہے اور اس کے طرق پر کلام بھی بلکہ اس کے اکثر الفاظ پر بھی کلام گزر چکا ہے۔ ان کا نمبر (۵۸-۶۲) ہے آپ وہاں رجوع کریں اگر رجوع کرنا چاہتے ہیں بلاشبہ اس کے ضمن میں بے شمار فوائد سے آگاہی حاصل ہوگی۔

اہل مکہ کے لیے قصر کی مسافت

(۴۳۹) يَا أَهْلَ مَكَّةَ لَا تَقْصُرُوا الصَّلَاةَ فِي أَدْنٰى مِنْ أَرْبَعَةِ بُرُدٍ مِّنْ مَكَّةَ إِلٰى عُسْفَانَ۔

"اے مکہ والو! تم نماز کو چار برید کی مسافت سے کم میں مکہ سے عسفان جگہ تک قصر نہ کرو۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۱/۱۱۲/۳) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ نے سنن (ص ۱۴۸) میں جب کہ اس کے طریق سے بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۳۷/۳-۱۳۸) میں اسماعیل بن عیاش کے طریق سے اس نے عبدالوہاب بن مجاہد سے اس نے اپنے والد سے اور عطاء بن ابی رباح نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے اس کا سبب عبدالوہاب بن مجاہد ہے سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس نے موضوع احادیث کو روایت کیا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے کہا ہے محدثین نے اس سے روایت نہ کرنے پر اجماع کیا ہے جب کہ اسماعیل بن عیاش راوی اپنی روایت کے بیان کرنے میں ضعیف ہے جو شامی رواۃ کے سوا سے کرتا ہے جب کہ یہ روایت بھی ان سے ہے ابن مجاہد حجازی نے بتایا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اسماعیل بن عیاش سے دلیل نہیں لی جا سکتی اور عبدالوجاب بن مجاہد ضعیف ہے اور اس میں صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عباس کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں: امام بیہقی نے اس حدیث کو عمرو بن دینار کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے عطا سے موقوفاً ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور ابن مجاھد راوی کا طبرانی کی روایت میں نام ذکر نہیں کیا گیا ہے، اسی لئے ھیثمی رحمہ اللہ نے اس کو نہیں پہچانا (۲-۱۵۷) اس حدیث کے موضوع ہونے اور اس کی

غلط نسبت نبی ﷺ کی جانب کرنے کی، وہ دلیل ہے جس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ احکام السفر (ج ۲ ص ۶-۷ پر مجموعۃ الرسائل والمسائل) میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث دراصل سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے جب کہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور اس کے سوا کی روایت میں اس کو مرفوع نبی ﷺ کی جانب منسوب کیا ہے یہ نسبت بلاشک وشبہ ائمہ حدیث کے ہاں باطل ہے اور نبی ﷺ کیسے مکہ کے باشندوں کو سفر کی تحدید کے بارے میں کہہ سکتے تھے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ ہجرت کے بعد کچھ عرصہ مدینہ میں اقامت پذیر رہے اور مدینہ کے باشندوں کے لئے آپ نے حد مقرر نہیں کی۔

مزید برآں میلوں اور فراسخ کے ساتھ تحدید کرنا محتاج ہے کہ زمین کی پیمائش کی مقدار معلوم ہو جب کہ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کو خاص لوگ ہی جانتے ہیں اور جن لوگوں نے اس کا ذکر کیا ہے وہ اس کی خبر دوسروں سے تقلید کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں اور وہ قطعی نہیں ہے جب کہ نبی ﷺ نے ہرگز زمین کی مساحت کا تعین نہیں کیا ہے تو کیسے کوئی شارع اپنی امت کے لئے تعین کرسکتا ہے حالانکہ آپ کو تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے اور سفر کی حد عام طور پر معلوم ہوتی ہے، مزید براں صحیح متن کے ساتھ تحدید ثابت ہے جس پر اہل حدیث علماء کا اتفاق ہے کہ نبی ﷺ حجۃ الوداع میں عرفہ اور مزدلفہ اور منیٰ کے دنوں میں نماز قصر کرتے تھے اور اسی طرح سیدنا ابو بکر، عمر رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے بعد کیا کرتے تھے اور ان کی اقتداء میں مکہ کے باشندے نمازیں ادا کرتے تھے اور وہ ان کو نماز کی تکمیل کا حکم نہیں دیتے تھے پس معلوم ہوا کہ یہ سفر ہے جب کہ مکہ اور عرفہ کے درمیان ایک برید کا فاصلہ ہے اور اس کی مسافت میں اونٹوں اور پیدل چلنے کی صورت میں نصف دن کا وقت صرف ہوتا ہے۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ سفر کی لغت میں کوئی حد مقرر نہیں اور نہ شرع میں مقرر ہے اس کے بارے میں عرف عام کی طرف رجوع کیا جائے چنانچہ جس کو عرف عام میں سفر کہتے ہیں یہ وہی سفر ہے جس پر شارع نے حکم لگایا ہے مزید برآں اس عظیم الشان بحث کی تحقیق اگر آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے رسالہ کا مطالعہ کریں جس کی جانب ابھی ابھی اشارہ کیا گیا ہے اس کی جانب مراجعت کریں بلاشبہ اس میں اہم فوائد کا ذکر ہے جو فوائد آپ کو اس کے علاوہ کہیں سے نہ مل سکیں گے۔

اخلاق حسنہ وسیئہ کی حقیقت

(۴۴۰) حُسْنُ الْخُلُقِ يُذِيبُ الْخَطَايَا كَمَا يُذِيبُ الشَّمْسُ الْجَلِيْدَ وَإِنَّ الْخُلُقَ السُّوءَ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ۔

''اخلاق حسنہ گناہوں کو پگھلا دیتے ہیں جیسا کہ سورج کورے کو پگھلا دیتا ہے مزید برآں یہ بھی حقیقت ہے کہ اخلاق فاسدہ اعمال کو خراب کر دیتے ہیں جیسا کہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو (۲/۳۰۴) میں عیسیٰ بن میمون سے اس نے بتایا کہ میں نے محمد بن کعب سے سنا ہے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس نے اس کا ذکر عیسیٰ بن میمون کے حالات میں تمام احادیث میں کیا ہے، بعدازاں اس نے واضح کیا ہے کہ اس کی اکثر مرویات پر کوئی متابعت نہیں کرتا ہے اور ابن معین رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے اس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر روایات والا قرار دیا ہے اور نسائی رحمہ اللہ نے متروک الحدیث کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے وہ بھی موضوع روایات کو ذکر کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے مستحسن نہیں گردانا کہ وہ اس حدیث کو جامع الصغیر میں ابن عدی رحمہ اللہ کی اس روایت سے اس کے پہلے حصے پر اقتصار کرے جب کہ علامہ مناوی نے اس پر تعلیق کی ہے جس سے باوجود گہرائی کے حدیث کی کیفیت کا پتہ نہیں چلتا ہے، چنانچہ اس نے بیان کیا ہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شعب الایمان میں ذکر کیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور الخرائطی رحمہ اللہ المکارم میں ضعیف قرار دیا ہے عراقی رحمہ اللہ نے اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس کی شاہد روایت طبرانی رحمہ اللہ کی حدیث ہے اور اس کی اسناد بھی ضعیف ہے۔ طبرانی رحمہ اللہ کی حدیث آگے آنے والی حدیث کی جانب اشارہ کر رہی ہے اور اس پر یہ بات پوشیدہ ہے کہ وہ اس طریق سے بھی ہے البتہ خرائطی کی حدیث تو وہ اس کے نزدیک سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور اس کا تذکرہ ایک حدیث کے بعد ہو رہا ہے۔

اخلاق کی ایک اور حقیقت

(۴۴۱) اَلْخُلُقُ الْحَسَنُ يُذِيبُ الْخَطَايَا كَمَا يُذِيبُ الْمَاءُ الْجَلِيدَ وَالْخُلُقُ السُّوءِ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ۔

''اخلاق حسنہ گناہوں کو پگھلا دیتے ہیں جیسا کہ پانی کورے کو پگھلا دیتا ہے اور برے اخلاق اعمال کو خراب کر دیتے ہیں جیسا کہ سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔''

تحقیق: یہ غایت درجہ ضعیف حدیث ہے، اور اس کے دو طریق ہیں پہلا طریق سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے امام طبرانی نے اس حدیث کو الکبیر (۱/۹۸/۳) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابو محمد القاری نے اپنی حدیث (۱/۲۰۳/۲) میں عیسیٰ بن میمون سے ذکر کیا ہے اس نے کہا میں نے محمد بن قرظی سے سنا وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے اس عیسیٰ راوی سے مقصود مدنی ہے اور وہ واسطی کے ساتھ معروف ہے اور یہ وہی شخص ہے جو اس سے پہلی حدیث کی اسناد میں ہے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۲۸۷/۱/۳) میں اپنے باپ سے اس نے بیان کیا ہے کہ وہ راوی متروک الحدیث ہے جب کہ یہ حدیث مجمع الزوائد (۲۴/۸) میں ہے اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الکبیر اور معجم الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس حدیث کی اسناد میں عیسیٰ بن میمون مدنی راوی ہے جو ضعیف ہے جب کہ دوسرا طریق سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہے اس کو تمام نے الفوائد (۱/۵۳) میں ذکر کیا ہے وہ مخیر بن سعید المنبجی سے اس نے کہا ہمیں روح بن عبدالواحد نے خبر دی اس نے کہا ہمیں خلید بن دعلج نے بتایا اس نے حسن سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد بھی غایت درجہ ضعیف ہے خلید بن دعلج راوی کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے جب کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو متروک رواۃ کی جماعت میں ذکر کیا ہے مزید روح بن عبدالواحد کے بارے میں ابو حاتم رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ وہ مضبوط راوی نہیں ہے اس نے متناقض روایات کو بیان کیا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے خلید کے بارے (۲/۱۲۰) میں اس حدیث کے بعد جس کو اس نے روح کی روایت سے اس نے خلید سے روایت کیا ہے شاید ضعف کی علت اس میں ہے جو اس سے روایت کرتا ہے۔

حسنِ اخلاق کی فضیلت

(۴۴۲) إِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ لَيُذِيبُ الْخَطِيئَةَ كَمَا تُذِيبُ الشَّمْسُ الْجَلِيدُ۔

”بلا شبہ اخلاق حسنہ گناہوں کو یوں پگھلا دیتے ہیں جیسا کہ سورج کہر کو پگھلا دیتا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، الخرائطی نے اس حدیث کو مکارم الاخلاق (ص ۷) میں بقیہ

بن ولید کے طریق سے اس نے بتایا مجھے ابوسعید نے بتایا اس نے کہا مجھ سے عبدالرحمان بن سلیمان نے بیان کیا اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے یہ ابوسعید راوی بقیہ کے مجھول شیوخ سے ہیں جن کی وہ تدلیس کیا کرتے تھے ابن معین رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ جب بقیہ راوی اپنے استاد کا نام ذکر نہ کرے اور کنیت کے ساتھ اس کا ذکر کرے تو آپ سمجھ لیں کہ وہ ہرگز کسی چیز کے برابر نہیں ہے مزید برآں اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع میں الخرائطی کی اس روایت سے ذکر کیا ہے اور مناوی رحمہ اللہ نے اس کے احوال میں جگہ خالی چھوڑی ہے اور اس کے بارے میں کلام نہیں کیا۔

مُردوں پر زندہ لوگوں کے اعمال

(۴۴۳) اَلَا اِنَّهٗ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا مِثْلَ الذُّبَابِ تَمُوْرُ فِيْ جَوِّهَا فَاللّٰهَ فِيْ اِخْوَانِكُمْ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ فَاِنَّ اَعْمَالَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيْهِمْ۔

”خبردار دنیا سے باقی نہیں ہے مگر مکھی کے برابر ہے جو فضا میں گردش کرتی رہتی ہے پس تم اللہ تعالیٰ سے اپنے بھائیوں کے بارے میں خوفزدہ رہو جو قبرستان میں ہیں اس لئے کہ تمہارے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اُس حدیث کو (۴/۳۰۷) میں ابواسماعیل سکونی کے طریق سے اس نے کہا میں نے مالک بن اَدِی سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے نعمان بشیر سے سنا وہ مرفوع بیان کرتے تھے اور امام حاکم نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذھبی رحمہ اللہ نے اس کا رد کیا ہے ان کا قول ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں دو مجہول راوی ہیں، میں کہتا ہوں: ان سے مقصود سکونی اور ابن اَدِی ہیں جیسا کہ میزان میں وضاحت ہے یہ دونوں راوی مجہول ہیں۔

نوحہ خواں اور گلوکار ابلیس

(۴۴۴) كَانَ اِبْلِيْسُ اَوَّلَ مَنْ نَاحَ وَاَوَّلَ مَنْ تَغَنّٰى۔

”ابلیس پہلا وہ شخص ہے جو نوحہ گری کا موجد ہے اور پہلا وہ شخص ہے جس نے گانا گایا۔“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، امام غزالی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۲۵۱) میں سیدنا

جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی تخریج میں ذکر کیا ہے کہ میں نے اس کے اصل کو جابر کی حدیث سے نہیں پایا جب کے الفردوس کے مؤلف نے اس کا تذکرہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی حدیث سے کیا ہے اور اس کے لڑکے نے اس کو اپنی سند میں ذکر نہیں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی کی فضیلت

(۴۴۵) مَنْ طَلَبَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ كَانَتِ السَّمَآءُ ظِلَالَهُ وَالْأَرْضُ فِرَاشُهُ يَهْتَمُّ بِشَيْءٍ مِّنْ أَمْرِ الدُّنْيَا فَهُوَ لَا يَزْرَعُ وَيَأْكُلُ الْخُبْزَ وَهُوَ لَا يَغْرِسُ الشَّجَرَ وَيَأْكُلُ الثِّمَارَ تَوَكُّلًا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَطَلَبًا لِمَرْضَاتِهِ فَضَمَّنَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْأَرْضِيْنَ السَّبْعَ رِزْقَهُ فَهُمْ يَتْعَبُوْنَ فِيْهِ وَيَأْتُوْنَ بِهِ حَلَالًا وَيَسْتَوْفِيْ هُوَ رِزْقَهُ بِغَيْرِ حِسَابٍ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَتّٰى أَتَاهُ الْيَقِيْنُ۔

”جو شخص اس کی ذات سے اس چیز کو طلب کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو آسمان اس پر سایہ فگن ہوتا ہے اور زمین اس کا بچھونا ہوتا ہے وہ دنیوی معاملات کا کچھ خیال نہیں کرتا ہے تو وہ ایسی زراعت نہیں کرتا ہے اس کے باوجود اس کے کھانے کے لئے اس کو روٹی میسر آتی ہے اور وہ پھلدار درختوں کو اگاتا نہیں ہے لیکن پھلوں سے اپنے کام و دہن کو محظوظ کرتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اس کے رزق کا ضامن بناتا ہے تو وہ اس کے بارے میں خود کو تھکاوٹ سے ہم کنار کرتے ہیں اور اس کو حلال روزی عطا کرتے ہیں اور اس شخص کو اس کا رزق مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاں بلاحساب عطا کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ موت سے ہمکنار ہو۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۱۰/۴) میں ابراہیم بن عمرو سکسکی کے طریق سے روایت کیا اس نے کہا ہمیں میرے باپ نے بتایا اس نے کہا ہمیں عبدالعزیز بن ابی رواد نے بیان کیا اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور اس نے اس حدیث کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا رد کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے، میں کہتا ہوں: بلکہ

حدیث منکر، موضوع ہے اس کی اسناد میں عمرو بن بکر راوی ابن حبان کے نزدیک متہم ہے جب کہ اس کا بیٹا ابراہیم ہے امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو متروک قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: ابراہیم کے احوال جو میزان میں ہیں اس میں ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے والد سے موضوع باتوں کی روایت کرتا ہے جب کہ اس کا باپ بھی لاشئی ہے، بعدازاں اس کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

افضل کون ہے

(۴۴۶) اَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَفْضَلِ الْمَلَائِكَةِ جِبْرِيْلُ علیه السلام وَأَفْضَلُ النَّبِيِّيْنَ آدَمُ وَأَفْضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةِ وَأَفْضَلُ الشُّهُوْرِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَأَفْضَلُ اللَّيَالِي لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَأَفْضَلُ النِّسَاءِ مَرْيَمُ بِنْتِ عِمْرَانَ۔

''کیا میں تمہیں سب فرشتوں سے افضل فرشتہ نہ بتاؤں وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جب کہ انبیاء علیہم السلام میں سب سے زیادہ فضیلت والے آدم علیہ السلام ہیں اور دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے اور مہینوں سے افضل مہینہ رمضان کا ہے اور تمام راتوں سے افضل لیلۃ القدر کی رات ہے اور تمام عورتوں سے افضل عورت مریم بنت عمران ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی نے اس حدیث کو نافع ابی ہرمز کے طریق سے روایت کیا ہے اس نے عطاء بن ابی رباح سے اس نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے، نافع ابو ہرمز راوی کو ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کذاب قرار دیا ہے جب کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے اور سبھی انبیاء علیہم السلام سے افضل نبی ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں اس پر صحیح حدیث دلالت کر رہی ہے: ارشاد نبوی ہے: ''قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا'' مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو (۱/۱۲۷) میں ذکر کیا ہے، چنانچہ مسلم شریف کی یہ صحیح حدیث (۴۴۶) نمبر والی حدیث کو موضوع قرار دے رہی ہے۔

عبادت گزار جاہل اور فاسق قراء

(۴۴۷) يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ عُبَّادٌ جُهَّالٌ وَقُرَّاءٌ فَسَقَةٌ۔

''آخر زمانہ میں عبادت گزار لوگ جاہل ہوں گے اور قراء فسق و فجور کے مرتکب ہوں گے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۳۱۵/۴) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے (۳۳۱/۲-۳۳۲) میں اور ابوبکر آجری نے اخلاق العلماء (ص ۶۲) میں یوسف بن عطیہ کے طریق سے اس نے ثابت سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابونعیم رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے یہ حدیث غریب ہے ہم نے حدیث کو یوسف بن عطیہ کے طریق سے ہی تحریر کیا ہے جب کہ اس کی حدیث منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: ابن حبان رحمہ اللہ نے یوسف بن عطیہ کو احادیث کے وضع کرنے کی تہمت سے متہم کیا ہے جب کہ امام حاکم اس سے خاموش ہیں اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں یوسف راوی تباہ و برباد ہے جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے انتہا درجہ کے ضعیف اور متہم ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے کہ وہ منکر الحدیث راوی ہے۔

امتِ محمد یہ خیر و برکت میں

(۴۴۸) لَا تَزَالُ هٰذِهِ الْأُمَّةُ (أَوْ قَالَ أُمَّتِيْ) بِخَيْرٍ مَالَمْ يَتَّخِذُوْا فِيْ مَسَاجِدِهِمْ مَذَابِحَ كَمَذَابِحِ النَّصَارٰى۔

''نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت یا یہ امت خیر و برکت کے ساتھ رہے گی جب تک کہ وہ اپنی مسجدوں میں مزابح (محراب) نہ بنائیں گے جیسا کہ عیسائیوں نے بنائے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کو المصنف (ج ۱۔۱۰۷۔۱) میں ذکر کیا ہے، اسناد اس طرح ہے، کہ وکیع نے ہمیں بتایا اس نے کہا ہمیں ابو اسرائیل نے (موسیٰ جہنی) سے خبر دی ہے اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس حدیث کا ذکر کیا (جس کا ترجمہ شروع میں موجود ہے)

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے، جب کہ اس میں دو علتیں ہیں پہلی علت یہ ہے کہ روایت معضل ہے اس حدیث کے راوی موسیٰ جہنی جو عبداللہ کے بیٹے ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین کی وساطت کے ساتھ روایت کرتے ہیں جیسے عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ، شعبی، مجاہد اور نافع وغیرہ تو ان کا شمار

تبع تابعین سے ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے جو اعلاء الاریب بحدوث بدعة المحاریب کے (ص: ۳۰) پر ہے کہ یہ مرسل ہے جب کہ یہ درست نہیں جب کہ مرسل حدیث کا اطلاق محدثین کی اصطلاح میں صرف تابعی کے قول پر ہوتا ہے کہ تابعی بیان کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ یہ تو اس طرح نہیں ہے۔

دوسری علت یہ ہے کہ ابو اسرائیل ضعیف ہے اور اس کا نام اسماعیل بن خلیفہ عبسی ہے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ وہ راوی راست گفتار تھا البتہ اس کا حافظہ خراب تھا جب کہ یہ اس لحاظ سے ہے جو المصنف کے ہمارے قلمی نسخہ میں ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس سے جس کو اس نے الاعلام میں نقل کیا ہے اس میں (اسرائیل) ہے یعنی اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی ہے جب کہ یہ راوی ثقہ ہے اس کا شمار ابو اسرائیل کے طبقہ سے ہے اور وہ دونوں وکیع کے اساتذہ سے ہیں جب کہ میں دونوں نسخوں سے حتمی طور پر زیادہ صحیح کا یقین نہیں دلا سکتا اگرچہ غلبہ ظن پہلے نسخہ پر ہے جب کہ ہمارا نسخہ درست ہے اس کا اصل نسخہ سے جو (۷۳۵) سن کا ہے اور جو چیز سیوطی رحمہ اللہ سے واقع ہوئی اس بنیاد اس نے کہا یہ حدیث مرسل ہے اس کی اسناد صحیح ہے حالانکہ آپ پہچان چکے ہیں کہ درست صورت یہ ہے کہ حدیث معضل ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ ابو اسرائیل سے محفوظ ہو لیکن میرا خیال ہے کہ اس سے محفوظ نہیں ہے، چنانچہ میرے نزدیک یہ حقیقت راجح ہے کہ اس حدیث کو اس نے بیان کیا ہے جب کہ میں نے دوسرے نسخہ کی جانب رجوع کیا کہ مصنف (۱۔۱۸۸۔۱) میں، تو میں نے اس کو پہلے نسخے کے مطابق پایا اس لحاظ سے اسناد ضعیف ہے معضل ہے۔

فائدہ: المذابح سے مقصود محراب ہیں جیسا کہ لسان العرب وغیرہ میں ہے اور جیسا کہ واضح طور پر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے کہ تم ان مذابح سے کنارہ کشی اختیار کرو مقصود محراب ہیں امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴۳۹/۲) میں اور اس کے سوا مؤلفین نے حسن سند کے ساتھ ذکر کیا ہے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ص ۲۱ میں کہا کہ حدیث ثابت ہے) اور اس سے استدلال کرتے ہوئے روکا گیا ہے کہ مساجد میں محراب نہ بنائے جائیں جب کہ یہ محل نظر ہے میں نے اس کی وضاحت الثمرا لمستطاب فی فقه السنة والکتاب میں کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ محرابوں سے مقصود مجلسوں کی وہ جگہ ہے جہاں مجالس کے صدر تشریف رکھتے ہیں جیسا کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ نے اس کو یقین کے ساتھ الفیض میں ذکر کیا ہے۔

ہاں! علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے گزشتہ ذکر کردہ رسالہ میں یقین کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے کہ مسجد میں

محراب کا ہونا بدعت ہے جب کہ شیخ علی قاری رحمہ اللہ نے بھی مرقاۃ المفاتیح (۱/۴۷۳) میں اس کا ذکر کیا ہے بلکہ اس کے علاوہ علماء نے بھی ذکر کیا ہے تو اس کا بدعت ہونا معضل حدیث سے بے پرواہ کرتا ہے اگر چہ نہی میں صراحت ہے اس لئے کہ ہم خود اپنے لئے اجازت نہیں سمجھتے کہ ہم اس قول سے دلیل حاصل کریں جو نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور بلاشبہ امام بزار نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ اس نے محراب میں نماز ادا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے اور اس نے واضح کیا ہے کہ وہ عیسائیوں کے گرجوں کی مانند ہیں لہٰذا تم اہل کتاب کے ساتھ مشابہت نہ کرو یعنی محراب، طاق میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے، علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے (۵۱/۲) میں نے ذکر کیا ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ ابراہیم سے بیان کیا ہے اس نے کہا عبداللہ نے واضح کیا کہ تم نماز کی ادائیگی کے لئے ان محرابوں سے خود کو دور رکھو جب کہ ابراہیم ان میں قیام نہیں کرتا تھا، میں کہتا ہوں: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات صحیح ثابت ہے بلاشبہ ابراہیم بن یزید نخعی نے اگر چہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا نہیں ہے تو وہ اس سے بظاہر مرسل ہے البتہ ائمہ کی ایک جماعت نے اس کی مرسل روایات کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرسل روایات کے ساتھ خاص کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اور یہ تخصیص ہی صحیح ہے اس لئے کہ اعمش نے روایت کیا ہے کہ میں نے ابراہم سے عرض کیا کہ آپ مجھے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مسند روایات ذکر کریں تو ابراہیم نے کہا کہ جب میں تم کو ایک شخص سے روایت کروں، وہ عبداللہ سے روایت کرتا ہے تو وہ ایسی روایت ہے جس کو میں نے سنا ہے اور جب میں کہوں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا تو وہ حدیث سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی ایک نے روایت کی ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی طرح التہذیب میں معلق ذکر کیا ہے جب کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے (۱/۱۳۳) میں اس کو موصول ذکر کیا ہے اور ابن سعد رحمہ اللہ نے الطبقات (۲۷۲/۶) میں اور ابوزرعہ رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق (۲/۱۲۱) میں صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ اثر اس کے بارے میں ابراہیم نے آگاہ کیا ہے کہ عبداللہ نے بیان کیا تو اس نے اس کو اس سے ایک جماعت کے طریق سے حاصل کیا ہے اور وہ بھی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ ہیں تو دل ان کی حدیث سے مطمئن ہے جب کہ وہ جماعت میں اگر چہ مشہور نہیں ہیں ظاہر ہے کہ تابعین کے بارے میں صدق کو غلبہ ہے بالخصوص سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ تو صادق ہیں، بعد ازاں ابن ابی شیبہ نے سالم بن ابی الجعد سے ذکر کیا ہے اس نے کہا کہ تم مساجد میں محراب قائم نہ

کرو۔اس کی اسناد صحیح ہے مزید برآں موسیٰ بن عبیدہ سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے اس نے بتایا کہ میں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی مسجد کا مشاہدہ کیا تو میں نے اس میں محراب کو نہیں دیکھا اور اس نے اسلاف سے کثرت کے ساتھ ایسے آثار ذکر کیے ہیں جن سے مساجد میں محراب بنانے کی کراہت ہے اور جو کہ ہم نے ذکر کیا ہے وہ کفایت کرتا ہے۔

البتہ شیخ کوثری کا اپنے کلام میں یقین کے ساتھ کہنا جس کے ساتھ اس نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے سابقہ رسالے کا آغاز کیا ہے، اس کے (ص ۱۷) پر موجود ہے کہ نبی ﷺ کی مسجد میں محراب موجود تھا تو وہ اثر ان آثار کے مخالف ہے جن میں یقین کے ساتھ محراب کو بدعت قرار دیا گیا ہے پس لازمی طور پر ناقدین کی ایک جماعت نے اس کو یقینی قرار دیا ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جب کہ اس کا دارو مدار ایسی حدیث پر ہے جو صحیح نہیں ہے اور کوثری کی تلبیسات کو ختم کرنے کے لیے کلام ضروری ہے، اس سے مقصود سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور وہ یہ ہے۔

سینے پر ہاتھ باندھنا

(۴۴۹) حَضَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ نَهَضَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ الْمِحْرَابَ [يَعْنِيْ مَوْضِعَ الْمِحْرَابِ] ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ بِالتَّكْبِيْرِ ثُمَّ وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى يُسْرَاهُ عَلٰى صَدْرِهِ۔

"میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں موجود تھا جب آپ مسجد کی جانب کھڑے تو آپ محراب میں داخل ہوئے بعد ازاں آپ نے اللہ اکبر کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو بلند کیا اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھا۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۳۰) میں محمد بن جعفر الحضرمی سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں سعید بن عبدالجبار بن وائل نے خبر دی اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنی والدہ سے اس نے سیدنا وائل بن حجر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور اسی طریق سے امام بزار رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس میں زائد الفاظ ہیں اور امام طبرانی رحمہ اللہ نے معجم الکبیر میں ذکر کیا ہے جیسا کہ مجمع الزائد (۱/۲۳۲/۲/۱۳۴-۱۳۵) میں ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں سعید بن عبدالجبار راوی کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ قوی راوی نہیں ہے جب کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کا ذکر ثقہ رواۃ میں کیا ہے جب کہ محمد بن حجر راوی ضعیف ہے اور دوسرے مقام میں ہے کہ محمد بن حجر راوی کے

بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقد کیا ہے کہ اس میں کچھ نظر ہے اور ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اس کے لئے منکر احادیث ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ اس راوی کو ابن الترکمانی نے الجوھر النقی میں معلول قرار دیا ہے مزید بیان کیا ہے کہ عبدالجبار کی ماں سے مقصود یحییٰ کی ماں ہے مجھے اس کی حالت اور اس کے نام کا علم نہیں ہے تو ان علماء کے کلام سے واضح ہوا کہ اس کی اسناد میں تین علتیں ہیں ایک محمد بن حجر دوسری علت سعید بن عبدالجبار ہے تیسری علت عبدالجبار کی والدہ ہے چنانچہ علامہ کوثری کی تلبیسات سے ہے کہ وہ پہلی دو علتوں سے خاموش ہیں قاری کو وہم لاحق ہوتا ہے کہ اس میں سوائے تیسری علت اور کوئی خطرہ نہیں، اس کے باوجود وہ اس کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے جب کہ اس نے کہا ہے عبدالجبار کی والدہ کا تذکرہ نہ کرنا اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے اس لئے کہ ان سبھی روایات سے الگ نہیں ہے جن کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ روایت کرنے والی عورتوں میں سے کسی ایسی عورت کے بارے میں علم نہیں ہے جو متہم ہے اور نہ وہ جس کو روایت کرنے والوں نے چھوڑ رکھا ہے۔

میں کہتا ہوں: ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا یہ مقصود نہیں ہے البتہ یہ حقیقت ہے کہ ان عورتوں کی روایات ضعیف ہیں البتہ ان کا ضعف کچھ زیادہ نہیں ہے تو کوثری کا مقصود کمزور ہے خصوصاً اس کے بعد کہ ہم نے پہلی دو علتوں سے نقاب کشائی کر دی ہے پس حقیقت یہ ہے کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کا پیش لفظ تحریر کرنے والا اور اس پر حواشی مرتب کرنے والا، دوسرا ایک ایسا عالم فاضل شخص ہے جس کا نام عبداللہ بن محمد صدیق غماری ہے۔ وہ اس حدیث پر نقد کرنے میں گہرائی میں چلا گیا اگرچہ وہ علامہ کوثری کے ساتھ محرابوں کو مستحسن قرار دینے میں متفق ہے چنانچہ اس نے حدیث کی صحت سے نقاب کشائی (ص ۲۰) پر تحریر کی ہے جب کہ وہ اس کلام پر یقینی طور پر مطلع ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے ضعف کا سبب عبدالجبار کی والدہ کا مجہول ہونا ہے مزید برآں اس لئے کہ محمد بن حجر بن عبدالجبار راوی کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ منکر احادیث روایت کرتا تھا جیسا کہ امام ذہبی کا قول ہے کہ فرض کیجئے کہ اس کا اثبات ہے تو پھر اس کی تاویل ضروری ہے کہ محراب سے مقصود نماز ادا کرنے کی جگہ ہے اس لئے کہ یہ حقیقت قطعی ہے کہ مسجد نبوی میں اس وقت محراب نہیں تھا جب کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے یقین کے ساتھ محراب کے ہونے کی نفی کی ہے، میں کہتا ہوں: اور جس تاویل کی طرف جایا جا رہا ہے وہ حدیث کا قطعی مفہوم ہے اس کی دلیل مسند بزار میں زیادتی ہے یعنی محراب کی جگہ ہے جب کہ یہ حقیقت واضح ہے کہ نبی ﷺ کے عہد رسالت

میں محراب کا وجود نہ تھا اس لئے راوی نے اس کی تاویل محراب کی جگہ سے کی ہے۔

مزید براں اس وضاحت سے انصاف پسند قاری کے سامنے یہ حقیقت واضح ہے کہ کوثری کا حدیث کی اسناد اور معنیٰ کے لحاظ سے مضبوطی نہیں ہے تو اس کو وہ شاید فائدہ نہ دے گا جس کا اس نے عبدالمہیمن بن عباس کی روایت سے ذکر کیا ہے جو طبرانی میں ہے سہل بن سعد سے مروی ہے اور اس میں یہ جملہ ہے کہ جب آپ کے لئے محراب بنایا گیا تو آپ نے اس کی جانب پیش قدمی کی اس کا سبب یہ ہے کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ آپ کے لئے محراب بنایا گیا یہ منکر ہیں، یہ عبدالمہیمن اس اسناد میں متفرد ہے مزید برآں اس کو ایک سے زائد محققین نے ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ کوثری کا یہی خیال ہے جب کہ حقیقت میں اس کی کیفیت اس سے بدتر ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور نسائی رحمہ اللہ نے اس کو غیر ثقہ قرار دیا ہے تو اس میں شدید قسم کا ضعف موجود ہے کہ اس کی حدیث کو بطور استشہاد کے پیش نہیں کیا جا سکتا جب کہ اصول حدیث کی کتب میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے البتہ یہ تو تب ہے کہ اس کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ کے موافق ہوں تو کیسے استشہاد ممکن ہے جب کہ وہ دونوں مختلف ہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ البتہ کوثری اور دیگر محققین کا محرابوں کو مستحسن قرار دینا اس چیز کے پیش نظر ہے کہ اس میں مصلحت موجود ہے کہ اس سے قبلہ کی جانب رہنمائی حاصل ہوتی ہے تو یہ دلیل تو نہایت کمزور ہے اس کے چند اسباب ہیں۔

پہلا سبب: اکثر و بیشتر مساجد میں مینار موجود ہیں ان کا وجود قطعی طور پر اسی مصلحت کے ساتھ پایا جاتا ہے تو ایسی صورتوں میں محرابوں کی ضرورت نہیں ہے اور مناسب یہ ہے کہ یہ کیفیت اس مسئلہ میں اختلاف کرنے والوں کے درمیان متفق ہو جو اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں اگر وہ انصاف کے قائل ہیں اور وہ عذر تراشنے کا ارادہ نہیں کرتے خود کو اس منہج پر چلانا چاہتے ہیں جو جمہور کا منہج ہے اور انہیں خوش کرنا مقصود ہے۔

دوسرا سبب: یہ حقیقت ہے کہ جس کام کو ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر مشروع قرار دیا گیا ہے تو جب ضرورت اور مصلحت کا تقاضہ ہو تو اس کام کو کیا جائے اور اس سے آگے نہ بڑھا جائے، پس جب مسجد میں محراب تعمیر کرنے سے مقصود قبلہ کی جانب رہنمائی ہو تو یہ رہنمائی تب بھی حاصل ہو سکتی ہے جب چھوٹا سا محراب اس میں تیار کیا جائے جب کہ اس دور میں اکثر مساجد میں فراخ محراب دیکھنے میں آتے ہیں کہ ان میں امام چھپ سکتا ہے مزید براں وہ زیب و زینت کا نشان ہوتے ہیں اور اس میں ایسے نقش و نگار کئے گئے ہوتے ہیں جو نمازیوں کو غافل کرتے ہیں اور نمازیوں کے خشوع میں اثر انداز ہوتے ہیں اور

ذہن کی توجہ میں اجتماعیت دکھائی نہیں دیتی ہے جب کہ ایسی کیفیت سے قطعی طور پر روکا گیا ہے۔

تیسرا سبب: یہ ہے کہ جب یہ حقیقت واضح ہے کہ عیسائی لوگ اپنے گرجوں میں محراب تعمیر کرتے ہیں تو اس وقت ضروری ہے کہ محرابوں سے بالکلیہ صرف نظر کی جائے اور اس کے بدل کوئی ایسی چیز ہو جس پر معاشرہ میں اتفاق ہو مثال کے طور پر امام کے قیام کی جگہ پر ایک ستون قائم کیا جائے جب کہ سنت میں اس کا اصل بھی موجود ہے چنانچہ طبرانی رحمہ اللہ کبیر (۲/۸۹/۱) میں دو طریق سے وہ عبداللہ بن موسیٰ تیمی سے اس نے اسامہ بن زید سے اس نے معاذ بن عبداللہ بن خبیب سے اس نے جابر بن اسامہ جہنی سے روایت کیا ہے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے بازار میں نبی ﷺ سے ملاقات کی جب کہ آپ بازار میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جلو میں تھے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ نبی ﷺ تمہاری قوم کے لئے مسجد کی جگہ متعین کر رہے ہیں، پس میں واپس آیا تو لوگ کھڑے تھے، میں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی جگہ متعین کی اور آپ نے قبلہ کی جانب ایک لکڑی کو گاڑا اس کو وہاں کھڑا کیا۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد حسن ہے اس کے سبھی رواۃ ثقہ اور مشہور ہیں تہذیب التہذیب میں ان کا تذکرہ ہے جب کہ ان میں سے ایک کا نام امام ہیثمی پر محرف ہو گیا چنانچہ مجمع الزوائد (۱۵/۲) میں امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو معجم الاوسط اور معجم الکبیر میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں معاویہ بن عبد اللہ بن حبیب ایسا راوی ہے جس کے حالات کا مجھے علم نہیں ہے جب کہ وہ معاذ ہے معاویہ نہیں ہے اور ابن خبیب میں خا پر پیش ہے فتح نہیں ہے اس صحیح کیفیت میں حافظ ابن حجر نے اس کو الاصابہ (۲۲۰/۱) میں بخاری کی تاریخ کی روایت میں سے اور ابن ابی عاصم اور طبرانی نے روایت کیا ہے جب کہ یہ حقیقت اس شخص پر پوشیدہ ہے جس نے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے رسالہ پر حواشی تحریر کئے ہیں اس سے مقصود استاد غماری ہیں اس نے ہیثمی رحمہ اللہ کے کلام کو حدیث کے معلول قرار دیئے جانے کے بارے میں معاویہ بن عبداللہ کے بارے میں کہا کہ اس کے باعث حدیث معلول ہے اور اس کو برقرار رکھا ہے۔

خلاصہ یہ ہے: کہ مسجد میں محراب بنانا بدعت ہے اور محراب بنانے کو مصالح مرسلہ قرار دینے کا کوئی اشارہ نہیں ملتا جب کہ اس کے علاوہ ایسے کام ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے مشروع قرار دیا ہے کہ مساجد کو فراخ بنایا جائے تکلف سے دور رہا جائے اور زیب و زینت سے دور رہا جائے۔

پتھروں کے بارے میں عقیدہ

(۴۵۰) لَوِ اعْتَقَدَ أَحَدُكُمْ بِحَجَرٍ لَنَفَعَهُ۔

''اگر تم میں سے کوئی شخص پتھر کے بارے میں اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ فائدہ دیتا ہے تو وہ ضرور اس کو فائدہ عطا کرتا ہے۔''

تحقیق: یہ موضوع ہے، جیسا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر کیا ہے شیخ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی موضوعات (ص ٦٦) میں ذکر کیا ہے کہ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ تو ان لوگوں کا کلام ہے جو بتوں کو اپنا معبود تسلیم کرتے ہیں وہ پتھروں کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے اور اس کی مثل یہ بھی ہے جس شخص کو کوئی چیز اللہ کی جانب سے پہنچتی ہے کہ اس میں فضیلت ہے، میں کہتا ہوں: اس سے مقصود وہ حدیث جو آگے آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ملنے والی چیز کی فضیلت

(۴۵۱) مَنْ بَلَغَهُ عَنِ اللّٰهِ شَيْءٌ فِيهِ فَضِيلَةٌ فَأَخَذَ بِهِ إِيمَانًا بِهِ وَرَجَاءَ ثَوَابِهِ أَعْطَاهُ اللّٰهُ ذٰلِكَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ كَذٰلِكَ۔

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی چیز حاصل ہوئی کہ اس میں فضیلت کارفرما ہو تو اس نے اس پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے ثواب کی امید کرتے ہوئے پکڑا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس عطیہ سے نوازے گا اگرچہ حقیقت اس طرح نہ ہو۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، حسن بن عرفہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی جز (۱/۱۰۰) میں اور ابو محمد الخلال رحمہ اللہ نے ماہ رجب کی فضیلت میں (۱/۱۵-۲) میں اور خطیب رحمہ اللہ نے (۲۹۶/۸) میں اور محمد بن طولون رحمہ اللہ نے (۸۸۰-۹۵۳) میں اربعین (۲/۱۵) میں فرات بن سلمان اور عیسیٰ بن کثیر سے ان دونوں نے ابو رجاء سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے اس نے سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس طریق سے الموضوعات میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے صحیح نہیں ہے ابو رجاء راوی کذاب ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو اللآلی (۲/۲۱۴) میں اسے برقرار رکھا ہے جب کہ میں ابو رجاء کو پہچانتا نہیں ہوں۔

بعد ازاں مجھے معلوم ہوا کہ حافظ سخاوی رحمہ اللہ نے المقاصد (ص ۱۹۱) میں وضاحت کی ہے کہ وہ

راوی معروف نہیں ہے اور اسی طرح اس نے القول البدیع (۱۹۷) میں کہا ہے البتہ مؤرخ ابن طولون کا قول ہے کہ اس حدیث کی اسناد جید ہے اور ابورجاء راوی کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ محرز بن عبد اللہ جزری ہے جو ہشام کے غلام تھے اور وہ ثقہ ہیں اور اس حدیث کے کچھ طرق اور شواہد ہیں جن کو میں نے التوشیح لبیان صلوٰۃ التسبیح میں ذکر کیا ہے۔ (بعدازاں میں نے ابن ناصر الدین دمشقی کو دیکھا کہ اس نے اس طرح کے کلام کو اپنی کتاب الترجیح لحدیث صلوٰۃ التسبیح (۷۷-۸۴۲) میں ذکر کیا ہے تو مجھے معلوم ہوا کہ ابن طولون نے اس کو اس سے لیا ہے جب کہ اس کتاب کو میں نے مکتبۃ الحرم مکی سن ۱۳۸۲ھ میں دیکھا تھا)۔

جب کہ وہ اس علم کے قواعد سے بہت دور ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اس محرز نامی راوی کو اگر تسلیم کیا جائے کہ وہ ابورجاء ہے تو وہ مدلس ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں ذکر کیا ہے اور اس نے عن کے ساتھ بیان کیا ہے تو پھر کیسے اس اسناد کو عمدگی حاصل ہو سکتی ہے علاوہ ازیں میں اسے زیادہ بعید گردانتا ہوں کہ ابورجاء سے مقصود وہ محرز ہے، اس کے کچھ اسباب ہیں ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ انہوں نے اس کے احوال میں ذکر کیا ہے کہ اس کے اساتذہ میں سے فرات بن سلمان ہیں جب کہ اس اسناد میں جو واقع ہے وہ اس کے مخالف ہے میری مراد یہ ہے کہ فرات بن سلمان وہ حدیث کو اس سے روایت کرنے والا ہے البتہ یوں کہا جائے گا کہ یہ روایت وہ ہے جو اکابر کی اصاغر سے ہوتی ہے جب کہ اس میں ایک طرح کا بعد ہے، واللہ اعلم۔

اس کی تائید ہو رہی ہے کہ یہ وہ نہیں ہے اس طرح کہ میں نے "جزء ابن عرفہ" عطاردی کے حاشیہ میں دیکھا اس میں اس جانب اشارہ تھا کہ یہ اس کا نسب ہے جب کہ اس کے کنارے میں صح کا لفظ واضح نہیں ہے یہ اس جانب اشارہ ہے کہ یہ نسبت اصل کتاب سے ناسخ کے قلم سے رہ گئی ہے تو اس کو حاشیہ پر تحریر کر دیا ہے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ پس مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ یہ اصل سے ہے تو احتمال ہے کہ اس کو وہاں لگا دیا گیا ہو مقصود وضاحت اور بیان ہو یہ مقصود نہیں کہ یہ اصل میں ہے اور شاید ہم اس جزء کے دوسرے نسخہ پر مطلع ہو سکیں تو پھر اس کلمہ کی حقیقت واضح ہو گی، واللہ اعلم۔

بعدازاں مجھے حدیث سے آشنائی ہوئی کہ اس کو حافظ قاسم ابن الحافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اربعین سلفی (۱/۱۱) میں دو طریق سے ابی رجاء سے ذکر کیا ہے اور اس نے آگاہ کیا ہے کہ "یہ حدیث محل نظر ہے اور میں نے اپنے باپ سے سنا وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے تھے، بعدازاں ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو دارقطنی رحمہ اللہ کی روایت سے اس کی اسناد کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، اس

میں اسماعیل بن یحییٰ راوی کے بارے میں ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ کذاب ہے جبکہ ابن حبان رحمہ اللہ کی روایت سے بزیع ابوالخلیل کے طریق سے محمد بن واسع اور ثابت بن ابان سے (اسی طرح اصل میں ہے جبکہ شاید وہ ابن اسلم ہے جب کہ میں راویوں میں ثابت بن ابان راوی کو نہیں پہچانتا) وہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کرتا ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بزیع راوی متروک ہے۔

میں کہتا ہوں: ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ وہ راوی متہم ہے ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے، کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع چیزوں کو پیش کرتا ہے گویا کہ وہ عمداً اس کا قصد کرتا ہے جب کہ الضعفاء میں ہے کہ وہ متروک ہے اور لسان المیزان میں ہے کہ دار قطنی رحمہ اللہ کا قول ہے ہر وہ چیز جس کو روایت کرتا ہے باطل ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع احادیث روایت کرتا ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں اس کی مثل ذکر کیا ہے جیسا کہ مجمع الزوائد (۱۴۹/۱) میں ہے اور عنقریب ہم اس کا ذکر کریں گے۔

بعد ازاں امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام ابن جوزی رحمہ اللہ کا تعاقب کیا ہے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بیان کرتے ہوئے دوسرا طریق ذکر کیا ہے جس میں متہم راوی بھی ہے جیسا کہ اس کی وضاحت اس حدیث میں ذکر ہو رہی ہے جس کو اس کے بعد ذکر کیا جائے گا جب کہ اس نے ایک اور طریق کو ذکر کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ولید بن مروان کی روایت سے ہے وہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور اس سے خاموشی اختیار کی ہے جب کہ یہ ولید راوی مجہول ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۱۸/۲/۴) میں اپنے باپ سے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ذہبی رحمہ اللہ اور عسقلانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے مزید برآں اس میں انقطاع ہے کہ اس ولید نے غیلان بن جریر سے روایت کی ہے جب کہ غیلان نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی صحابی سے روایت نہیں کیا، چنانچہ اس کا شمار صغار تابعین سے ہے تو ولید اس لحاظ سے ان کے متبعین سے ہے اس نے صحابہ کو نہیں پایا اسی طرح حدیث کا منقطع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب کہ سیوطی رحمہ اللہ کے عجائبات سے یہ بھی ہے کہ اس نے اس کے بعد حمزہ بن عبدالمجید سے ایک واقعہ ذکر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے آپ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ سب کچھ میں نے کہا ہے اور یہ میری جانب سے ہے جب کہ علماء کے ہاں یہ حقیقت ثابت ہے کہ خواب کے ساتھ کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا ہے تو اس لحاظ سے یہ

زیادہ بہتر ہے کہ خواب سے حدیث نبوی ثابت نہیں ہو سکتی، جب کہ حدیث قرآن کے بعد احکام کے لیے بنیاد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام طرق سے دلیل ثابت نہیں ہوتی ہے جب کہ بعض احادیث دیگر بعض سے شدید قسم کی ضعیف ہوتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن ناصر الدین نے الترجیح میں ابن رجاء کے طریق سے ذکر کیا ہے جب آپ نے اس کے کمزور ہونے کو معلوم کر لیا کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے درست کیا ہے جب کہ اس نے اس کو احادیث موضوعہ میں شامل کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی اس پر متابعت کی ہے جیسا کہ اس حدیث کے بارے میں گزر چکا ہے جو اس سے پہلے ہے کہ اس کا کچھ اصل نہیں ہے تو لہٰذا اس باب میں یہ دلیل کافی ہے اور شوکانی رحمہ اللہ نے اس کی موافقت کی ہے جیسا کہ اس حدیث میں جو اس کے بعد ہے اس میں ذکر ہو رہا ہے۔

اس حدیث کے برے آثار سے یہ بھی ہے کہ یہ حدیث اشارہ دے رہی ہے کہ حدیث جیسی بھی ہو اس پر عمل کر کے ثواب کی امید رکھی جائے خواہ حدیث صحیح، ضعیف یا موضوع ہو، اہل علم کے ہاں اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جمہور مسلمان علماء خطباء مدرسین وغیرہ احادیث کو بیان کرنے میں سستی کی ہے اور ان پر عمل کیا جب کہ اس کیفیت سے احادیث صحیحہ کی واضح طور پر مخالفت ہے اور خوف زدہ کیا گیا کہ کسی حدیث کی نسبت نبی ﷺ کی جانب اس وقت کی جائے جب وہ صحیح ہوں اور ان کی صحت ثابت ہو جیسا کہ ہم نے اس کو مقدمہ میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔

یہ حدیث اور وہ حدیث جو معنویت کے لحاظ سے اس کے مترادف ہے گویا کہ وہ ان لوگوں کا سہارا ہیں جو فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کے مطابق عمل کے جواز کے قائل ہیں جب کہ ہمارا موقف اس کے مخالف ہے اور ہم شدت کے ساتھ اس بات کے قائل ہیں کہ حدیث پر عمل کرنا تب ہی درست ہے جب اس کی صحت ثابت ہو جیسا کہ محققین علماء کا قول ہے ان سے مقصود حافظ ابن حزم ابن العربی المالکی وغیرہ ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ جواز کے قائل ہیں انہوں نے چند شروط کے ساتھ اس کو مقید کیا ہے ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کرتے وقت اعتقاد یہ ہو کہ حدیث ضعیف ہے مزید برآں اس کی تشہیر نہ کی جائے کہ وہ ضعیف ہے تا کہ کہیں ضعیف حدیث پر عمل کرنے کا سہارا ہموار نہ ہو جائے اور جو کام مشروع نہیں ہے وہ کہیں مشروع قرار نہ پائے یا اس پر عمل کرنے کو بعض جاہل لوگ یہ خیال کرنے نہ لگ جائیں کہ یہ سنت صحیحہ ہے۔

جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب (ص ۳۔۴) میں

وضاحت کی ہے جب کہ اس مفہوم کو استاذ ابن عبدالسلام وغیرہ نے واضح کیا ہے اور ڈرنا چاہیے، کہیں کوئی شخص اس حدیث کے مفہوم میں داخل نہ ہو جائے کہ جس میں نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص میری جانب نسبت کرتے ہوئے حدیث بیان کرتا ہے جب کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو پھر اس کا شمار جھوٹے لوگوں میں سے ہوگا۔ تو اس شخص کا کیا حال ہے جو اس پر عمل کر رہا ہے اور اس بات میں کچھ فرق نہیں ہے کہ احکام یا فضائل میں اس کے مطابق عمل کیا جائے جب کہ احکام وفضائل سب شریعت ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ حقیقت واضح ہے کہ ان شرائط کے ساتھ عمل کرنا اس موضوع حدیث کے منافی ہے گویا کہ جو لوگ ان کے قائل ہیں وہ ان کے موضوع ہونے کے قائل ہیں اور مقصود بھی یہی ہے آپ غور کریں! البتہ دوسرا طریق جس کی جانب اس کی حدیث سے اشارہ گزر چکا ہے تو وہ آگے ذکر ہونے والی حدیث ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ملنے والی چیز کی ایک اور فضیلت

(۴۵۲) مَنْ بَلَغَهُ عَنِ اللهِ فَضْلٌ فَأَخَذَ بِذٰلِكَ الْفَضْلَ الَّذِيْ بَلَغَهُ أَعْطَاهُ اللهُ مَا بَلَغَهُ وَإِنْ كَانَ الَّذِيْ حَدَّثَهُ كَاذِبًا۔

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی فضیلت ملتی ہے اور وہ اس کو تھامے رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نعمت عطا کرے گا جو اس کو پہنچی ہے اگرچہ بتانے والے نے جھوٹ ہی بتایا ہو۔“

تحقیق: یہ موضوع ہے، بغوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کامل بن طلحہ کی حدیث (۱/۴) میں اور ابن عبد البر رحمہ اللہ نے جامع بیان العلم (۱/۲۲) میں اور ابو اسماعیل سمرقندی رحمہ اللہ نے ما قرب سندہ (۱/۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے التجرید میں (۱/۲/۴) میں مخطوطہ ظاہریہ سے مجموعہ (۱۲/۱۰) سے عباد بن عبدالصمد کے طریق سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں اور عباد راوی متہم ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے مزید اس نے واضح کیا ہے کہ اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک نسخہ بیان کیا ہے جس کی تمام احادیث ضعیف ہیں بعد ازاں امام ذہبی رحمہ اللہ نے ایک ٹکڑا بیان کیا اور کہا کہ اس نے ایک طویل حدیث کو بیان کیا جیسا کہ واعظ لوگوں کے وضع کردہ قصے کہانیاں ہوتی ہیں، بعد ازاں ایک اور حدیث کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ تو ظاہراً جھوٹ ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس کیساتھ ساتھ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جب

کہ اسناد کے ساتھ بیان کرنا اس کو ذمہ داری سے بری قرار دیتا ہے چنانچہ اس نے اس کے تذکرہ سے معذرت کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ تمام اہل علم فضائل بیان کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں ان کو ہر قسم کے رواۃ سے بیان کرتے ہیں البتہ احکام کی احادیث میں تشدد کرتے ہیں چنانچہ شوکانی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے نہایت عمدہ بات کہی ہے الفوائد المجموعہ (ص ۱۰۰) میں ان کا قول مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ احکام شرعیہ بالکل برابر ہوتے ہیں ان میں کچھ فرق نہیں ہوتا تو ان میں کسی کی تشہیر کرنا درست نہیں جب تک کہ دلیل موجود نہ ہو گرنہ کہنا ہو گا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگائی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا جب کہ اس کی سزا تو معروف ہے کہ وہ اپنا مقام دوزخ میں بنائے حالانکہ دل بھی گواہی دیتا ہو کہ فلاں جملہ وضع کردہ اور باطل ہے جب کہ یہ حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ وارد ہے اور وہ یہ ہے۔

فضیلت کو سچا نہ سمجھنے والا

(۴۵۳) مَنْ بَلَغَهُ عَنِ اللّٰهِ فَضِيلَةٌ فَلَمْ يُصَدِّقْ بِهَا لَمْ يَنَلْهَا۔

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے فضیلت حاصل ہوتی ہو وہ اس کو سچا نہ سمجھے تو اس فضیلت سے اس کو شاد کام نہیں کیا جاتا ہے۔"

تحقیق: یہ موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (ق ۲/۴۰) میں بزیع بن ابی الخلیل الخصاف سے اس نے ثابت سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ میرے علم میں نہیں ہے کہ اس حدیث کو بزیع بن ابی الخلیل کے علاوہ کسی نے ذکر کیا ہو۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ شخص حدیث وضع کرنے میں تہمت زدہ ہے جیسا کہ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو مجمع الزوائد (۱۴۹/۱) میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے جب کہ طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں، اور اس میں بزیع بن ابی الخلیل راوی ضعیف ہے میں کہتا ہوں: بلکہ وہ راوی متہم ہے جیسا کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ اور دیگر محدثین رحمہم اللہ کی عبارتیں اس کے بارے میں اس حدیث سے پہلے گزر چکی ہیں۔

تسبیح، تحمید، تکبیر اور تہلیل کی فضیلت

(۴۵۴) إِذَا صَلَّيْتُمْ فَقُولُوا سُبْحَانَ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَشْرًا فَإِنَّكُمْ تُدْرِكُوْنَ بِذٰلِكَ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ مَنْ بَعْدَكُمْ۔

''جب تم نماز سے فراغت حاصل کرو تو تم سبحان اللہ کے کلمہ کو تینتیس بار اور الحمد للہ کے کلمات کو تینتیس بار کہو اور اللہ اکبر کے کلمات کو تینتیس بار اور لا الہ الا اللہ کے کلمات کو دس بار کہو تو تم اس عمل کے باعث ان لوگوں کو پاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور تم ان سے سبقت لے جاؤ گے جو تمہارے بعد ہیں۔''

تحقیق: اس سیاق وسباق کے ساتھ یہ حدیث ضعیف ہے، اس حدیث کو نسائی رحمہ اللہ نے (۱/۱۹۹) میں اور ترمذی رحمہ اللہ نے (۲/۲۶۴-۲۶۵) میں عتاب بن بشیر کے طریق سے اس نے خصیف سے اس نے مجاہد سے اور مجاہد اور عکرمہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا اس نے بیان کیا: ''فقراء لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ حقیقت ہے کہ مالدار لوگ نمازیں ادا کرتے ہیں جیسے ہم ادا کرتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں جب کہ ان کے پاس مال ودولت ہے وہ صدقہ کرتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا:...... امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں خصیف راوی جو کہ عبدالرحمٰن جزری کا بیٹا ہے وہ سچا راوی ہے البتہ اس کا حافظہ خراب ہے آخر زندگی میں اختلاط ہو گیا تھا جب کہ عتاب راوی سچا ہے خطا کر جاتا تھا اور حدیث کے یہ الفاظ کہ لا الـــہ الا الـلــہ کا دس بار ورد کیا جائے گا، منکر ہے اس واقعہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مخالف ہے جب کہ اس میں لا الـہ الا الـلـہ وحدہ لا شریك له کے کلمات ایک بار کہنے کا ذکر ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے جیسا کہ میں نے اس کو احادیث صحیحہ (نمبر ۱۰۰) میں بیان کیا ہے۔

اچھا اور برا شخص

(۴۵۵) اَلرَّجُلُ الصَّالِحُ یَاْتِیْ بِالْخَبَرِ الصَّالِحِ وَالرَّجُلُ السُّوْءُ یَاْتِیْ بِالْخَبَرِ السُّوْءِ۔

''صالح شخص اچھی خبر لاتا ہے جب کہ برا شخص بری خبر لاتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حلیۃ الاولیاء (۳/۵۹) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۱۸۵/۱۳) میں محمد بن قاسم الطالقانی سے اس نے کہا عمر (الحلیۃ میں جب کہ عمر وغلط ہے) ابن ہارون نے بیان کیا اس نے داؤد بن ابی ہند سے اس نے سعید بن المسیب سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اس نے بیان کیا حدیث غریب ہے ہم نے اس حدیث کو تحریر نہیں کیا مگر محمد بن قاسم کی حدیث سے، میں کہتا ہوں وہ شخص احادیث وضع کرنے والا ہے اور اس کا استاذ عمر بن ہارون جھوٹا شخص ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ پر یہ بات مخفی رہی ہے تو اس نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابو نعیم رحمہ اللہ اور ابن عساکر رحمہ اللہ کی روایت سے انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اس کے شارح نے اس حدیث کی اسناد کے بارے میں کچھ نقص نہیں بتایا البتہ اس نے ذکر کیا ہے کہ دیلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس کا مجھے ایک اور طریق میسر آیا جس کو ابو بکر ازدی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث (۱/۵) میں یحییٰ بن عبدویہ سے ذکر کیا ہے اس نے کہا مجھے ابو محمد بن سعید بن میتب رحمہ اللہ نے بیان کیا اور میرا خیال ہے کہ اس کا نام عبدالملک ہے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ اسناد زبردست ضعیف ہے اس کی علت عبدویہ (راوی) ہے جس کو ابن معین رحمہ اللہ نے جھوٹ کے ساتھ متہم کیا ہے جب کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کی تعریف کی ہے اور ابو محمد بن سعید بن المسیب رحمہ اللہ کو میں پہچانتا نہیں ہوں جب کہ سعید کا ایک بیٹا تھا جس کو محمد کہا جاتا تھا شائد کہ یہ وہی ہے جس کا نام عبدویہ پر تبدیل ہوگیا تو اس نے اس کو کنیت بنا دیا اور اس کا خیال ہے کہ اس کا نام عبد الملک ہے مزید برآں اسناد میں عن جدہ کی زیادتی ہے تو اس کو میتب کی اسناد سے کر دیا کہ وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے اور میتب تابعی ہے لیکن ہم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی روایت کو پہچانتے نہیں ہیں۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا، اولاد اور ان کی فضیلت

(۴۵۶) إِنَّ فَاطِمَةَ حَصَنَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَ اللّٰهُ ذُرِّيَّتَهَا عَلَى النَّارِ۔

"بلا شبہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی شرمگاہ کو تحفظ عطا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو دوزخ پر حرام کر دیا۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۲۵۷/۱) میں اور عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (ص ۲۸۶) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل (ق ۱/۲۴۹) میں اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے فضائل فاطمہ (ورقہ ۳ وجہ ۲) میں اور تمام رحمہ اللہ نے الفوائد (۲/۶۱) میں اور ابن مندہ رحمہ اللہ نے المعرفہ (۱/۲۹۳/۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۱/۲۳/۵)، (۱/۳۸۶/۱۷) میں معاویہ بن ہشام کی طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر بن غیاث الحضرمی نے اس نے عاصم بن ابی النجود سے اس نے زر بن حبیش سے اس نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس کو ابن شاہین نے اور اسی طرح ابو القاسم المہرانی نے الفوائد المنتخبة (۲/۱۱/۲) میں حفص بن عمر ایلی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عبد الملک بن ولید بن معدان نے بتایا اور سلام بن سلیم القاری نے عاصم سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔

نیز ابن شاہین نے اس حدیث کو محمد بن عبید بن عتبہ کے طریق سے اس نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن اسحاق بلخی نے بتایا اس نے کہا ہمیں تلید نے خبر دی اس نے عاصم سے روایت کی ہے میں کہتا ہوں: پس یہ تین طرق عاصم راوی سے ہیں جب کہ یہ تینوں طرق نہایت ضعیف ہیں جب کہ ان میں سے بعض میں بعض سے زیادہ ضعف ہے۔ چنانچہ پہلے طریق میں عمر بن غیاث راوی کے بارے میں عقیلی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا ہے اس کی حدیث میں نظر ہے امام عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے اور یہ حدیث وہی ہے اور امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الصغیر (ص ۲۱۴) میں ذکر کیا ہے کہ عاصم نے اس کے سماع کا ذکر نہیں کیا اس لئے کہ حدیث معضل ہے اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو متہم کیا ہے اس نے ذکر کیا کہ وہ عاصم سے ایسی حدیث روایت کرتا ہے جو اس سے ثابت نہیں ہے اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۱۲۸/۱/۳) میں اپنے والد سے ذکر کیا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے جب کہ اس سے روایت کرنے والا معاویہ بن ہشام ہے اس میں ضعف ہے جب کہ اس کو اس کے شیخ عمر پر محمول کیا جائے گا اور ان طرق سے ابن عدی کی روایت کے مطابق ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو الموضوعات میں داخل کیا ہے اور اس نے

ذکر کیا ہے کہ اس کا دارومدار عمرو بن غیاث پر ہے جس کو عمر بھی کہا جاتا ہے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا ہے عمرو عاصم سے ایسی روایت کرتا ہے جو اس کی حدیث نہیں ہے اور شاید کہ اس نے اس کو عاصم کے اختلاط کے دور میں سنا ہے مزید برآں اگر ثابت ہو بھی جائے تو اس کا اثبات صرف اس کی اولاد کے بارے میں ہوگا جب کہ محمد بن موسیٰ الرضی نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یہ حسن اور حسین کے ساتھ خاص ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس وجہ سے اس حدیث کو حاکم رحمہ اللہ نے (۱۵۲/۳) میں اور ابونعیم رحمہ اللہ نے (۱۸۸/۴) میں ذکر کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اس میں معاویہ متفرد ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا رد ان الفاظ سے کیا ہے کہ ”میں کہتا ہوں بلکہ ضعیف ہے، اس میں معاویہ منفرد ہے اور وہ ابن غیاث سے ضعیف ہے اور وہ مرہ کے کمزور کمزور ہے، میں کہتا ہوں: عقیلی رحمہ اللہ نے بھی اس کو دوسرے طریق سے معاویہ بن ہشام سے ذکر کیا ہے البتہ اس نے اس کو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کیا ہے اور عقیلی رحمہ اللہ نے کہا اور موقوف زیادہ بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث نہ موقوف صحیح ہے نہ مرفوع صحیح ہے۔ البتہ دوسرا طریق اس میں حفص بن عمر ایلی ہے اور وہ کذاب ہے جب کہ تیسرے طریق میں راوی تلید ہے ابن معین رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ وہ کذاب ہے عثمان کو گالیاں دیا کرتا تھا جب کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کو رافضی قرار دیا ہے کہ وہ سیدنا ابوبکرو عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیا کرتا تھا جب کہ ایک لفظ میں خبیث ہے پس معلوم ہوا کہ یہ طرق کمزور ہیں جو حدیث کو صرف کمزوری میں زیادہ کرتا ہے۔ ابونعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (۲۰۶/۷-۲۰۷) میں ایسی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں نظر ہے اس نے ابن الرضا سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حسن اور حسین کے ساتھ خاص ہے اور عقیلی رحمہ اللہ نے ابن کریب کے قول سے اس کا ذکر کیا ہے جو اس کے ایک راوی ابن ہشام سے روایت کرتے ہیں اور اسی میں اضافہ ہے کہ یہ اس شخص کے لئے ہے جو ان میں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور یہ تاویل عمدہ ہے اگر حدیث صحیح ہو، جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا ایک شاہد سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے، یہ میرے نزدیک ایسا شاہد ہے جو کوتاہ ہے اس لئے کہ وہ اس سے خاص ہے، علاوہ ازیں اس کی اسناد ضعیف ہے اور اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس کی اولاد پر عذاب نہیں

(۴۵۷) إِنَّ اللّٰهَ غَيْرُ مُعَذِّبِكِ (يَعْنِي فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا) وَلَا وَلَدَهَا۔

"بلاشبہ اللہ عزوجل تجھے یعنی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اس کی (تیسری) اولاد کو عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۱۳۱/۳) میں ذکر کیا ہے اسناد ملاحظہ فرمائیں ہمیں احمد بن ماہبرام الایذجی نے آگاہ کیا اس نے بتایا کہ ہمیں محمد بن مرزوق نے آگاہ کیا اس نے بتایا کہ ہمیں اسماعیل بن موسیٰ بن عثمان انصاری نے بتایا اس نے بتایا کہ میں نے صفی بن ربعی سے سنا وہ عبدالرحمٰن غسیل سے وہ عکرمہ سے وہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کرتا ہے، جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اللآلي (۱/۲۰۲) میں قبل ازیں حدیث کی شاہد کے طور پر ذکر کیا اور اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی جب کہ امام ہیثمی رحمہ اللہ نے مجمع الزوائد (۹/۲۰۲) میں ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کیا اور کہا کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، نیز ابن عراق رحمہ اللہ نے تنزیہ الشریعہ (۱/۴۱۷) میں برقرار رکھا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں چند وجوہ سے اشکال ہے، پہلی وجہ یہ ہے: کہ اس اسماعیل راوی کو ابن حبان رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا ہے جب کہ ہم نے متعدد بار آگاہ کیا ہے کہ ابن حبان رحمہ اللہ کا کسی راوی کو ثقہ قرار دینا جب کہ وہ ثقہ قرار دینے میں اکیلا ہو قابل اعتماد نہیں ہے بالخصوص جب کہ اس کے سوا نے اس کی مخالفت کی ہو جیسا کہ اس مقام میں ہے چنانچہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے (۱/۱/۱۹۶) میں اپنے والد سے بیان کیا ہے کہ اسماعیل راوی مجہول ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے: کہ محمد بن مرزوق راوی اگرچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی روایت کو ذکر کیا ہے لیکن اس میں ضعف ہے جیسا کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے: کہ یہ ایذجی راوی علامہ سمعانی رحمہ اللہ نے الانساب میں اس کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس نے محمد بن مرزوق سے روایت کیا ہے اس سے طبرانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے جب کہ اس سے بایذج نے سنا ہے مزید برآں اس نے اس میں کسی جرح وتعدیل کا ذکر نہیں کیا ہے، واللہ اعلم۔

کافر اور مسلمان کی دیت

(۴۵۸) دِيَةُ ذِمِّيٍّ دِيَةُ مُسْلِمٍ۔

"ذمی کافر کی دیت وہی ہے جو مسلمان کی دیت ہے۔"

تحقیق: یہ منکر ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط (۲/۱۸۷/۱) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں (ص ۳۴۳-۳۴۹) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۰۲/۸) میں ابو کرز القرشی کے طریق سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت ذکر کی ہے جب کہ دار قطنی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کو نافع سے ابو کرز راوی کے سوا کسی نے مرفوع بیان نہیں کیا ہے اور ابو کرز راوی متروک ہے اور اس کا نام عبداللہ بن عبد الملک الفہری ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث اس کے مبالغہ کے ساتھ منکر حدیث ہے، مزید براں دار قطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اسامہ بن زید کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس کو اس لئے معلول قرار دیا ہے کہ اس حدیث میں عثمان بن عبدالرحمن الوقاصی متروک الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: بلکہ وہ متہم ہے جب کہ اس حدیث کے علاوہ بھی اس کی احادیث گزر چکی ہیں بعد ازاں بیہقی نے اس حدیث کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے اور اس کو معلول قرار دیا ہے کہ اس میں حسن بن عمارہ راوی متروک ہے استدلال کے لائق نہیں ہے مزید ایک دوسرے طریق سے اس سے مروی ہے جبکہ اس کی اسناد میں ابو سعد بقال ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ راوی قابل حجت نہیں ہے اور زیلعی رحمہ اللہ نے (۳۳۶/۴) میں اس کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ اس راوی میں ضعف ہے، نیز رافقی نے اپنی حدیث (۲/۱۹) میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے اور اس میں برکہ بن محمد الانصاری حلبی راوی ہے جب کہ اس میں کچھ برکت نہیں ہے دار قطنی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا، بعد ازاں بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو زہری کی حدیث سے مرسل ذکر کیا ہے نیز اس نے وضاحت کی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مرسل ہونے کی وجہ سے رد کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ زہری تو قبیح مرسل روایات کرتا ہے جب کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے (۵۵/۷) میں اس کا سبب بیان کرتے ہوئے آگاہ کیا ہے کہ وہ شخص بہت بڑا حافظ ہے وہ حدیث کو کسی علت کے پیش نظر مرسل روایت کیا کرتا تھا نیز امام محمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الآثار (ص ۱۰۴) میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ہم کو الہیثم

راوی سے مرفوع بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث تو معضل ہے اس لئے کہ الہیثم راوی ابن حبیب صیرفی کوفی ہے اس کا شمار تبع تابعین سے ہے اس نے عکرمہ اور عاصم بن ضمرہ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے مزید برآں اس کی وضاحت کرتے ہوئے میں کہتا ہوں: کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کو ائمہ رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ اس کی وضاحت حدیث (نمبر ۳۹۷) میں گزر چکی ہے وہاں میں نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو حافظہ کے لحاظ سے امام بخاری، امام مسلم امام نسائی، ابن عدی وغیرہ ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ اس مقام میں ان ائمہ کے نصوص کا ذکر کرتا ہوں جن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، ان کے سوا سے بھی جن سے صحیح طور پر ثابت ہے تاکہ مطالعہ کرنے والا شخص واضح دلیل کا معائنہ کرے اور کسی شخص کو ہرگز خیال نہیں کرنا چاہئے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کے بارے میں ہرگز کوئی شخص دعویٰ نہ کرے کہ یہ ہمارا اجتہاد ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اہل علم و عرفان کی پیروی کر رہے ہیں جو علم کے مقام میں خصوصیت کے حامل ہیں جب کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿فسالو اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون﴾ نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿فسال به خبيرا﴾ کہ آپ اس کے بارے میں اس شخص سے دریافت کریں جو خبر رکھتا ہے۔

① ......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ التاریخ الکبیر (۸۱/۲/۴) میں رقمطراز ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں محدثین نے خاموشی اختیار کی ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر علوم الحدیث (ص ۱۱۸) میں آگاہ کیا ہے کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کسی شخص کے بارے میں کہیں کہ محدثین نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے یا یہ جملہ کہیں کہ اس میں نظر ہے تو وہ شخص نہایت ادنیٰ مقام میں ہے اور ان کے نزدیک نہایت ردی حیثیت والا ہے اگرچہ جرح میں یہ عبارت لطافت کی حامل ہے اس کو ذہن نشین کریں۔

جب کہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے الفیۃ الحدیث کی شرح میں بتایا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کی عبارت اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں: جس کی حدیث کو متروک قرار دیا، ملاحظہ کریں الرفع والتکمیل (ص ۱۸۲۔۱۸۳) جب کہ امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل امام احمد (ص ۲۱۷) میں آگاہ کیا ہے کہ میں نے کہا کسی شخص کی حدیث کو کب چھوڑا جائے انہوں نے آگاہ کیا جب اس میں خطا کا پہلو غالب ہو، چنانچہ آپ غور کریں اس لئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے مقصود یہ ہے کہ محدثین نے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے یہ کیفیت مفسر قسم کی جرح ہے جب کہ کچھ لوگ اس کے

مخالف ہیں خیال رکھتے ہیں۔

②......امام مسلم رحمہ اللہ الکنی والاسماء (ق ۱/۳۱) میں فرماتے ہیں، آپ مضطرب الحدیث تھے، آپ سے کوئی بڑی صحیح حدیث مروی نہیں کیونکہ وہ فن حدیث میں قوی نہ تھے اور ان سے کثرت سے غلطیاں ہوا کرتی تھیں جب کہ ان کی ذکر کردہ احادیث بھی بہت کم ہیں۔

③......امام نسائی رحمہ اللہ کتاب الضعفاء والمتروکین کے (ص ۵۷) کے آخر میں فرماتے ہیں:

④......ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل (۲/۴۰۳) میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی روایات کو احادیث صالحہ کہنا چاہئے جب کہ ان میں اکثر مرویات غلط ہیں ان میں تصحیف ہے تبدیلی ہے مزید برآں اسانید اور متون میں زیادتیاں ہیں اور رجال میں تبدیلیاں ہیں اکثر و بیشتر ان سے مروی احادیث اس نوعیت کی ہیں اور ان کی جمیع مرویات میں صرف دس سے کچھ زیادہ احادیث صحیح ہیں جب کہ انہوں نے جن احادیث کو بیان کیا ہے شاید وہ تین صد احادیث سے زیادہ ہوں ان میں مشہور غریب احادیث ہیں جب کہ سبھی کی یہی کیفیت ہے، ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہ کا شمار محدثین سے نہیں ہے اور اس شخص سے احادیث کو نقل نہیں کیا جاتا جس کی حدیث کے بارے میں یہ حیثیت ہو۔

⑤......ابن سعد رحمہ اللہ نے الطبقات (۲۵۶/۶) میں ذکر کیا ہے کہ وہ حدیث میں ضعیف شمار ہوتے ہیں۔

⑥......عقیلی رحمہ اللہ نے الضعفاء (ص ۴۳۲) میں کہا ہے کہ ہمیں عبداللہ بن احمد نے بتایا اس نے بتایا میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہا کرتے تھے کہ ابوحنیفہ سے مروی حدیث ضعیف ہے جب کہ یہ دونوں اسناد صحیح ہیں اور میں نے ان کی نقل کو ترجیح دی ہے تا کہ کسی کے دل میں یہ خیال رونما نہ ہو کہ شاید یہ دونوں اسانید ان بعض اسانید کے قبیل سے ہیں جن کا ذکر تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہ کے حالات میں ہے۔

⑦......امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے الجرح والتعدیل (۴/۱/۴۵۰) میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے حجاج بن حمزہ نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں عبداللہ بن عثمان نے آگاہ کیا اس نے کہا میں نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فن حدیث میں مسکین سمجھے جاتے تھے۔

⑧...... امام دارقطنی رحمہ اللہ نے سنن میں بیان کیا ہے اور اس نے ابوحنیفہ سے بیان کیا ہے اس نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے اس نے عبداللہ بن شداد سے اس نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ جس شخص کا کوئی امام ہے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے چنانچہ امام دارقطنی نے اس کے بعد

(ص ۱۲۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے ابو حنیفہ کے علاوہ کسی نے ذکر نہیں کیا ہے۔
جب کہ ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ دونوں راوی ضعیف ہیں۔

⑨......امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو معرفۃ علوم الحدیث میں رواۃ کی ایک جماعت سے ذکر کیا ہے جو تبع تابعین اور ان کے بعد کے رواۃ ہیں جن کی بیان کردہ حدیث قابل حجت تصور نہیں ہوتی ہے اس کے خاتمہ پر (ص ۲۵۶) میں ذکر کیا ہے جن سب رواۃ کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ ایسے لوگ ہیں جو روایت کے لحاظ سے مشہور تھے البتہ ان کا شمار ان رواۃ میں نہیں ہے جن کو پختہ قسم کے حفاظ کہا جا سکے۔

⑩......حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ نے الاحکام الکبریٰ (ق ۲/۱۷) میں خالد بن علقمہ کی حدیث کو ذکر کیا ہے جس کو وہ عبد خیر سے روایت کرتے ہیں وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے سر کا مسح ایک بار کیا، مزید اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ حفاظ ثقہ قسم کے لوگوں نے اس حدیث کا ذکر خالد سے کیا ہے اور خالد سے امام ابو حنیفہ نے ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ آپ نے اپنے سر کا مسح تین بار کیا، جب کہ امام ابو حنیفہ سے مروی حدیث قابل حجت نہیں ہے اس لئے کہ وہ فن حدیث میں ضعیف تھے۔

⑪......امام ذہبی رحمہ اللہ نے الضعفاء (ق ۱/۲۱۵-۲) میں ذکر کیا ہے امام ابو حنیفہ کا نام نعمان ہے ابن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ اس کی اکثر روایات غلط تبدیل شدہ اور زیادات کے ساتھ ہیں جب کہ اس کی مروی احادیث صلاحیتوں والی بھی ہیں اور امام نسائی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ فن حدیث میں قوی نہ تھے ان سے کم روایات ہونے کے باوجود اغلاط زیادہ ہیں۔ ابن معین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ان سے مروی احادیث کو تحریر نہ کیا جائے۔ (الرفع والتکمیل ص ۱۰۲)

ابن معین رحمہ اللہ سے جو نقل کیا گیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا شمار ضعیف رواۃ سے ہے اور اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ابن معین کا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دینا جس کا تذکرہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب میں کیا ہے اس کا امام ابو حنیفہ کے بارے میں ایک قول نہیں ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے بارے میں ابن معین کی رائے اضطراب کی کیفیت میں ہے وہ کبھی تو ان کو ثقہ قرار دیتا ہے اور کبھی ان کو ضعیف قرار دیتا ہے جیسا کہ اس فصل میں ہے اور کبھی وہ کہتا ہے جس کو ابن محرز نے معرفۃ الرجال (۱/۶/۱) میں ذکر کیا ہے، امام ابو حنیفہ میں ہرگز کچھ ضعف نہیں ہے ان میں کذب بیانی کا شائبہ تک نہ تھا۔

مزید برآں یوں بھی ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ ہمارے نزدیک صداقت شعار لوگوں سے تھے انہیں

کذب بیانی کے ساتھ متہم نہ کیا جائے ہمارے نزدیک اس حقیقت میں ہرگز شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ کا شمار راستباز لوگوں سے ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سے مروی حدیث کو حجت تسلیم کیا جائے جب تک کہ رواۃ میں حفظ اور ضبط کے اوصاف نہ ہوں، ان کے بارے میں یہ اوصاف ثابت نہیں ہیں، بلکہ ان میں اس کے برعکس ائمہ کی شہادتیں موجود ہیں جن کا ہم نے قبل ازیں ذکر کیا ہے کیوں کہ ان کا شمار ایسے لوگوں سے ہے کہ جو شخص ان کی گواہی کے مطابق چل رہا ہے اس کو جادۂ مستقیم سے گمراہ باور نہیں کیا جا سکتا ہے اگر چہ ان کے اقوال کی اتباع کر رہا ہے جب کہ اس کیفیت امام ابوحنیفہ کے دین، پرہیز گاری اور فقاہت پر کچھ اثر نہیں پڑتا ہے بلکہ بعض متعصبین کا خیال متاخرین کے خیال سے مختلف ہے (الرفع والتکمیل ص ۱۹)۔

چنانچہ کتنے ہی فقیہ قاضی اور صالح قسم کے لوگ ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں ائمہ حدیث نے ان کے حافظہ اور ان کے ضبط کے ناقص ہونے کے باعث کلام کیا ہے جب کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کو ان کے دین اور ان کی عدالت میں طعن نہیں لگایا گیا جیسا کہ یہ حقیقت ان لوگوں پر پوشیدہ نہیں ہے جو راویوں کے حالات میں مشغولیت رکھتے ہیں اس کی مثال محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ القاضی اور حماد بن ابی سلیمان فقیہ اور شریک بن عبداللہ قاضی اور عباد بن کثیر وغیرہ ہیں یہاں تک کہ یحییٰ بن مبارک قطان نے کہا ہے ہم نے صالح لوگوں کو کسی چیز میں اتنا جھوٹ بولنے والوں میں نہیں پایا جس قدر انہوں نے حدیث کے بارے میں کذب بیانی سے کام لیا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کا اپنی کتاب کے مقدمہ (۱/۱۳) میں تذکرہ کیا ہے، اور اس کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جھوٹ ان کی زبان پر جاری ہوتا تھا جب کہ وہ عمداً جھوٹ نہیں کہتے تھے اسی مفہوم کا قول عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کہا کہ عباد بن کثیر شخص صلاحیت والا اور تقویٰ شعار ہے لیکن جب وہ حدیث بیان کرتا ہے تو زبردست خوفناک بات کہتا ہے یعنی جھوٹ بولتا ہے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ میں لوگوں کو برملا کہہ دوں کہ تم اس سے حدیث اخذ نہ کرو سفیان نے جواب میں کہا بالکل درست ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب میں کسی مجلس میں ہوتا اس میں عباد کا تذکرہ ہوتا تو میں اس کی دینداری کے باعث اس کی تعریف کرتا نیز میں کہتا ہوں: کہ تم اس سے حدیث نہ لو۔

میں کہتا ہوں یہ بات درست ہے اور عادلانہ ہے جس کے ساتھ آسمان زمین قائم ہیں چنانچہ صلاحیت اور فقاہت ایک چیز ہے اور حدیث کو اخذ کرنا اس کو محفوظ کرنا اور ضبط کرنا دوسری چیز ہے جب کہ ہر فن

کے الگ الگ لوگ ہیں اس لحاظ سے امام ابوحنیفہ پر ہرگز کچھ افسوس نہیں ہے اگر ان میں حفظ اور ضبط کا وصف نہ تھا جب کہ وہ فی نفسہ راستباز انسان تھے اس کے ساتھ ان کے فقہ اور فہم میں جو عظمت شان تھی اس کی عظمت سے انکار ممکن نہیں چنانچہ ان کے بارے میں تعصب رکھنے والے اللہ پاک سے خوفزدہ رہیں جو امام دار قطنی رحمہ اللہ کو ملعون قرار دیتے ہیں جب کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں یہ جملہ کہا ہے کہ وہ حدیث میں ضعیف ہیں اور ان کا خیال ہے کہ انہوں نے یہ جملہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں تعصب کی بنیاد پر کہا ہے جب کہ ان کو یہ معلوم نہیں کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ کے ساتھ کبار ائمہ حدیث ہیں جیسے امام بخاری، امام مسلم، امام احمد ان کے علاوہ جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کیا یہ سب ائمہ رحمہم اللہ امام ابوحنیفہ کے خلاف متعصب تھے اللہ کی قسم! اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو شخص اس قسم کی تہمت کو قبول کرتا ہے وہ ان ائمہ کے برابر کی جانب متوجہ ہوں تو اس کو آسانی ہوگی اور وہ حق کے قریب ہوگا کہ وہ اس کے خلاف کہے چنانچہ مقصود یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ محدث نہ تھے ان کا ضبط کا وصف نہ تھا جب کہ ان کے لئے وہی کافی ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو فہم اور علم کی باریکیاں عطا کی تھیں یہاں تک کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے برملا کہا کہ سبھی لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں اور اسی لئے حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے احوال سیر اعلام النبلاء (۱/۲۸۸/۵) میں بیان کیے ہیں اور اسی پر ہم بحث کا اختتام کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: کہ فقہ اور فقہی دقائق میں امامت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کیلئے مسلم ہے اس میں ہرگز کچھ شک نہیں۔

ولیس یصح فی الاذهان شیء
اذا احتاج النهار الی دلیل

”ذہن میں ہرگز کوئی چیز درست نہیں جب کوئی دن کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کا محتاج ہو۔“

بعد ازاں وہ حدیث جس کو ابن جوزی رحمہ اللہ نے الموضوعات میں پہلے طریق سے ذکر کیا ہے اور اس نے کہا کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ باطل ہے اس کا کچھ اصل نہیں ہے اور ابو کرز عبد اللہ بن کرز متروک راوی ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآ لی (۱۸۹/۲) میں اس کو برقرار رکھا ہے اور اس میں اضافہ کیا ہے، چنانچہ اس نے ذکر کیا ہے جس کی نقل ذہبی رحمہ اللہ سے پہلے گزر چکی ہے اور اس کو امام طبرانی رحمہ اللہ نے الاوسط میں ذکر کیا ہے اور یہ ایسی کیفیت ہے جو امام سیوطی رحمہ اللہ سے پہلے معلوم نہیں ہے جب کہ ان کی عادت ہے کہ وہ اس قسم کی حدیث میں ابن جوزی رحمہ اللہ کا تعاقب کرتے ہیں جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور اس نے اس کے ذکر سے قلم کو اس لئے روک رکھا ہے کہ اولاً تو وہ ضعیف ہے اور صحیح

حدیث کے معارض ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان ہے ”بلاشبہ اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے آدھی ہے اہل کتاب سے مقصود یہودی عیسائی ہیں“ امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو رقم (۶۶۹۲، ۶۷۱۶) میں اور ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف (۲/۲۶/۱۱) میں اور اصحاب السنن دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے عمرو بن شعیب کے طریق سے اس نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ (۳۱۲/۱) نے اس کو حسن قرار دیا ہے، اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو بلوغ المرام (۳۴۲/۳) سبل السلام میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد میرے نزدیک حسن ہے باوجود اس کے کہ اس صورت میں امام سیوطی رحمہ اللہ کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ذکر نہ کرتا اس لئے کہ وہ اس کی ثابت حدیث کے معارض ہے جب کہ ابوداؤد میں اس کے الفاظ یہ ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیت کی قیمت ۸۰۰ سو دینار تھی مساوی ۸۰۰۰ (آٹھ) ہزار درہم اور ان دنوں اہل کتاب کی دیت مسلمانوں کی دیت سے نصف تھی“ جب کہ اس حدیث کا شاہد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو المعجم الاوسط (۱/۱۸۸/۱) میں ہے۔ اور جو شخص اس حدیث کے بارے میں فقہی لحاظ سے تحقیق کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ سبل السلام تالیف علامہ صنعانی رحمہ اللہ اور نیل الاوطار علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا مطالعہ کرے۔

زندگی بھر کے روزے

(۴۵۹) صَامَ نُوْحٌ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الدَّهْرَ إِلَّا يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحٰى۔

”نوح علیہ السلام نے زمانہ بھر روزے رکھے سوائے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث (۵۴۴/۱) میں ابن لھیعہ کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے جعفر بن ربیعہ سے اس نے ابی فراس سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سناوہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا...... بوصیری نے الزوائد (ق ۲/۱۰۸) میں اس حدیث کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے کہ اس میں راوی ابن لھیعہ ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اسناد کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں جب کہ ابوفراس راوی کا نام یزید بن رباح السہمی المصری ہے، عجلی رحمہ اللہ نے الثقات (رقم ۱۵۷۲ میرے نسخہ کے مطابق ہے کہ) میں ذکر کیا، مصری ہے (اصل میں

لفظ بصری ہے) ثقہ تابعی ہے اور یہ راوی مسلم کے رواۃ سے ہے جب کہ یہ بات منذری پر الترغیب (۸۲/۲) میں پوشیدہ ہے پھر ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۱۹۵/۳) میں ذکر کیا، ان دونوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ معروف ہے اور اس کے سبب ان دونوں نے حدیث کو معلول قرار دیا ہے جب کہ ان دونوں نے اس کو طبرانی کی روایت سے اضافہ کے ساتھ طبرانی کبیر میں داخل کیا ہے جب کہ اس کی علت ابن لھیعہ ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

مزید برآں اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو پھر بھی اس پر عمل کرنا جائز نہیں اس لئے کہ وہ ہم سے پہلی شریعت پر ہیں جب کہ وہ ہماری شریعت میں نہیں ہیں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے بالخصوص پورے زمانہ کے روزے کے بارے میں ایک سے زائد احادیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں حکم دیا جو زمانہ بھر روزہ رکھتا تھا میں پسند کرتا ہوں کہ اس نے زندگی بھر نہیں کھایا وہ بھوکا رہا، نسائی رحمہ اللہ نے (۳۲۴/۱) میں روایت کیا، اسناد صحیح ہے۔

وعدہ پورا کرنے والا

(۴۶۰) أَنَا أَوْلَى مَنْ وَفَى بِذِمَّتِهِ قَالَهُ صلى الله عليه وسلم حِيْنَ أَمَرَ بِقَتْلِ مُسْلِمٍ كَانَ قَتَلَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ۔

"میں اس شخص کے زیادہ قریب ہوں جس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم اس وقت دیا جب آپ نے مسلمان کے قتل کا حکم دیا جس نے ایک ذمی شخص کو قتل کیا تھا۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۲۷/۱۱) میں اور طحاوی رحمہ اللہ نے (۱۱۱/۲) میں اور دار قطنی رحمہ اللہ نے (ص ۳۴۵) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۲۰/۸۔۲۱) میں ربیعہ بن ابی عبد الرحمن کے طریق سے اس نے عبد الرحمن بن بیلمانی سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مسلمان شخص کو لایا گیا جس نے ایک ذمی کافر کو قتل کیا تھا تو آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا چنانچہ اس کی گردن کاٹ دی گئی امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مرسل ہونے کے لحاظ سے معلول قرار دیا ہے جب کہ دار قطنی رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عمار بن مطر کے طریق سے موصول ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن محمد اسلمی نے بتایا اس نے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن سے اس نے ابن البیلمانی سے اس حدیث کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ امام دار قطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابراہیم بن ابی یحیٰی کے

علاوہ کسی نے مسند روایت نہیں کیا ہے اور ابراہیم راوی متروک الحدیث ہے مزید برآں درست یہی ہے کہ یہ روایت ربیعہ سے ابن البیلمانی سے نبی ﷺ سے مرسل ہے اور ابن البیلمانی راوی ضعیف ہے قابل حجت نہیں ہے جب کہ اس حدیث کو موصول ذکر کیا ہے تو حدیث کے مرسل ہونے کی صورت میں کیا حال ہوگا؟ مزید برآں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو فتح الباری (۲۲۱/۱۲) میں برقرار رکھا ہے جب کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے امام صالح بن محمد حافظ سے نقل کیا ہے کہ اس نے بتایا کہ یہ حدیث مرسل منکر ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ روایت مزید دو مرسل طرق سے بھی مروی ہے پہلا طریق یحییٰ بن سلام سے اس نے محمد بن ابی حمید سے اس نے محمد بن منکدر سے اس نے نبی ﷺ سے اس کے مثل روایت کیا ہے امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا ہے جب کہ یہ حدیث مرسل ہونے کے باوجود انتہا درجہ کی ضعیف ہے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے یحییٰ بن سلام راوی کو ضعیف قرار دیا ہے نیز محمد بن ابوحمید راوی زبردست ضعیف ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے منکر الحدیث کہا ہے اور نسائی نے بتایا ہے کہ ثقہ نہیں ہے۔

دوسری صورت عبداللہ بن یعقوب سے اس نے عبداللہ بن عبدالعزیز بن صالح الحضرمی سے نبی ﷺ سے اس کے مثل روایت کیا ہے امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کو مراسیل میں ذکر کیا ہے جیسا کہ نصب الرایہ (۳۳۶/۴) میں ہے، امام زیلعی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ابن القطان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ عبداللہ بن یعقوب اور عبداللہ بن عبدالعزیز دونوں راوی مجہول ہیں مجھے ان دونوں کے حالات معلوم نہیں ہو سکے ہیں جب کہ امام زیلعی رحمہ اللہ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث کے یہ طریق زبردست ضعف کے حامل ہیں جن کے باعث حدیث کو تقویت حاصل نہیں ہو سکتی ہے جب کہ اس حدیث کے ضعف میں مزید ضعف کا اضافہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیح حدیث کے مخالف ہے اس سے مقصود نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ مسلمان کو کافر کے قصاص میں قتل نہ کیا جائے یہ حدیث بخاری میں ہے (۲۲۰/۱۲) دیگر کتب میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جمہور علماء نے اس کو قابل عمل قرار دیا ہے جب کہ احناف نے پہلی حدیث سے استدلال کیا ہے جو ضعیف ہے اور اس صحیح حدیث کے معارض بھی ہے چنانچہ بعض اہل علم نے انصاف کا خیال کیا ہے انہوں نے صحیح حدیث کی جانب رجوع کیا ہے چنانچہ بیہقی رحمہ اللہ نے عبدالواحد بن زیاد سے روایت کی ہے اس نے بیان کیا میں نے (زفر) سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ تم تو لوگوں میں ہنسی مذاق کی صورت اختیار کر چکے ہو؟ اس نے استفسار کیا بات کیا ہے: اس نے کہا تم سبھی معاملات میں کہتے ہو کہ شبہات لاحق ہونے کے باعث حدود کو ختم کرو جب کہ تم بہت عظیم حد کی جانب لوٹے ہو تو تم نے کہا ہے کہ شبہات کے ساتھ حد کو

قائم کیا جائے اس نے استفسار کیا یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے آگاہ کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ کسی ایمان دار شخص کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اس نے وضاحت کی میں تجھ کو اس وقت گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس قول سے رجوع کر لیا ہے، نیز ابو عبید نے اس حدیث کو اس طرح ذکر کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے۔

بعد ازاں استاد مودودی رحمہ اللہ کی ایک وضاحت سے مجھے آگاہی حاصل ہوئی جو کہ ذمیوں کے عام حقوق کے بارے میں ان کی کتاب نظریۃ الاسلام (ہدیہ) میں ہے۔اس میں دو مسائل نے مجھے اپنی جانب متوجہ کیا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ذمی شخص کی دیت مسلمان شخص کی دیت جیسی ہے جب کہ اس کی وضاحت حدیث (نمبر ۴۵۸) میں گزر چکی ہے۔

دوسرا مسئلہ اس کتاب کے (ص ۳۴۱) میں ہے کہ ذمی شخص کی دیت مسلمان شخص کی دیت کے برابر ہے چنانچہ اگر کوئی مسلمان شخص کسی ذمی کو قتل کر دیتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے جیسا کہ اگر وہ کسی مسلمان کو قتل کر دیتا ہے، بعد ازاں انہوں نے دارقطنی رحمہ اللہ کی روایت سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔
اس سے استدلال کیا ہے چنانچہ اس حدیث کی ہماری تخریج سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے جب اس حدیث کو ذکر کیا تو اس کے بیان کے بعد اس کے ضعف کو ذکر کیا ہے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ الاستاذ المودودی رحمہ اللہ اس حدیث کے ضعف پر اطلاع نہیں پا سکے بظاہر مولانا مودودی رحمہ اللہ نے بعض فقہاء حنفیہ کو دیکھا جن کو تخریج کے ساتھ لگاؤ نہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو دارقطنی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کر دیا لیکن اس کے ضعف کا ذکر نہیں کیا تو استاذ مودودی رحمہ اللہ کو خیال گزرا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ اس سے خاموش رہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو استاذ اس سے خاموش نہ رہتے وہ ضرور حدیث کے ضعف کو نقل کرتے جیسا کہ علمی امانت کا تقاضا ہے۔

مزید برآں استاذ نے ذکر کے بعد تینوں خلفاء سے کچھ آثار بھی نقل کئے ہیں ان سے اس ذکر کردہ قول پر استدلال کیا ہے تو میں نے اس کلام کا جب بغور جائزہ لیا کہ علم حدیث جس کا متقاضی تھا کہ مسلمان شخص واضح دلیل پر قائم رہے۔

البتہ عمر کا اثر تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو بکر بن وائل قبیلہ کے ایک شخص نے ایک ذمی شخص کو قتل کر دیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا جائے چنانچہ اس کو ان کے سپرد کیا گیا تو انہوں نے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

میں کہتا ہوں: اس کی اسناد صحیح نہیں ہے اس لئے کہ یہ ابراہیم نخعی کی روایت سے ہے۔عبدالرزاق نے

اسی طرح اس کو اپنی کتاب المصنف میں ذکر کیا ہے جیسا کہ علامہ زیلعی رحمہ اللہ کی تالیف نصب الرایہ (۴/۳۳۷) میں ہے جب کہ ابراہیم نخعی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو نہیں پایا، علاوہ ازیں یہ روایت موصول طریق سے بھی مروی ہے جس کے آخر میں زیادتی ہے جس کے باعث استدلال فاسد ہو جاتا ہے جو صحیح ہے وہ یہ ہے: کہ ''عمر نے تحریر کیا کہ دیت وصول کی جائے قتل نہ کیا جائے'' امام طحاوی رحمہ اللہ (۲/۱۱۲) نے اس کا ذکر نزال بن سبرہ سے کیا ہے اس نے بیان کیا کہ ایک مسلمان شخص نے کافر شخص کو قتل کر دیا۔

جب کہ عثمان کے اثر میں ایک طویل واقعہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ابولولوء ملعون شخص نے جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو آپ کا بیٹا سیدنا عبیداللہ رضی اللہ عنہ ابولولوء کی بیٹی کی جانب پہنچا جو ابھی صغرسنی میں تھی اور وہ اسلام کا دعویٰ کرتی تھی اس نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھ ہرمزان اور جفینہ کو قتل کر دیا جب کہ جفینہ عیسائی تھا اس نے یہ کام اس لئے کیا کہ اس کے خیال میں یہ بات تھی کہ ان لوگوں نے اس کے باپ کے قتل میں اسے اکسایا ہے تو جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر سرفراز ہوئے تو انہوں نے مہاجرین سے مشورہ لیا کہ اس کو قتل کیا جائے تو سبھی نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو قتل کرے، بعدازاں اس کے درمیان یہ بات حائل ہوگئی کہ سبھی لوگوں کی جانب سے کثرت کے ساتھ شوروغوغا اور اختلاف ظاہر ہوا وہ جفینہ اور ہرمزان کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو تباہ و برباد کرے شاید تم ارادہ رکھتے ہو کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اس کے بیٹے کو بھی قتل کرو، بعدازاں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ یہ معاملہ ہو گیا جیسا بھی ہو گیا اور اس سے پہلے کہ آپ کو لوگوں پر غلبہ ہو چنانچہ لوگ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے بعد ادھر ادھر چلے گئے اور خلافت کا مسئلہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچا اس نے دو مردوں اور ایک لونڈی کی دیت ادا کرنے کا حکم دیا چنانچہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو شرح معانی الآثار (۲/۱۱۱) میں سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں عبداللہ بن صالح راوی میں ضعف ہے جب کہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اس واقعہ کو الطبقات (۳/۱/۲۵۸_۲۵۶) میں ذکر کیا ہے، ایک دوسری صحیح اسناد کے ساتھ سعید سے ذکر کیا ہے جب کہ ظاہراً یہ مرسل روایت ہے۔

اس لئے کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو وہ صغرسنی میں تھا اس کی عمر نو سال سے کم تھی اور جو شخص اس عمر میں ہوتا ہے اس سے بعید ہے کہ اس نے واقعہ کو بلا واساطت سیدنا عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہو بعدازاں اس کو اس سے مسند بیان کرے اگر اس نے اس واقعہ کو اس سے یا اس کے سوا سے سنا ہے جس

نے اس واقعہ کو پایا ہے اور وہ ثقہ رواۃ سے ہے پھر تو اسناد صحیح ہے وگرنہ نہیں ہے اس لئے کہ واسطہ مجہول ہے البتہ ممکن ہے کہ کچھ لوگ سعید کی مرسل روایات کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔

بہر حال اس واقعہ میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ مسلمان شخص کو ذمی شخص کے قصاص میں قتل کیا جائے اس لئے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور مہاجرین رضی اللہ عنہم جنہوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا انہوں نے وضاحت نہیں کی کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ اس نے جفینہ نصرانی کو قتل کیا ہے کیسے ممکن ہے جب کہ اس نے اس کے ساتھ دو مسلمانوں کو بھی قتل کیا ہے اور وہ ابولؤلوء کی بیٹی اور ہرمزان ہے جب کہ ہرمزان مسلمان تھا جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کیا ہے وہ قتل کا مستحق تھا اس لئے کہ اس نے دو اشخاص کو قتل کیا نہ کہ عیسائی کو قتل کرنے کے باعث، واللہ اعلم۔

جب کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اثر کے مانند ہے البتہ اس میں وضاحت ہے کہ مقتول کا بھائی آیا اس نے کہا میں نے معاف کر دیا ہے اس سے کہا گیا شاید انہوں نے گھبراہٹ میں مبتلا کیا ہو یا دھمکی دی ہو اس نے نفی میں جواب دیا لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے، امام زیلعی رحمہ اللہ (۳۳۷/۴) اور اس کے سوا نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور معلول قرار دیا ہے، کہ اس میں حسین بن میمون راوی کے بارے میں ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ فن حدیث میں قوی نہیں تھا جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے مزید اس میں قیس بن ربیع راوی ضعیف ہے، اس کی اسناد میں ضعف کے علاوہ یہ حدیث پہلے ذکر کردہ حدیث کے مخالف ہے کہ کافر کے بدلے کسی مسلمان کو قتل کیا جائے۔ اسی لئے امام زیلعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

اس میں اس حقیقت پر دلیل ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کو بیان نہیں کرتے جو آپ کی حدیث کے مخالف ہو، پس معلوم ہوا کہ ان آثار سے کوئی چیز ثابت نہیں ہو رہی اس لئے استدلال درست نہیں یہ اس وقت جب کہ آثار مرفوع حدیث کے مخالف نہ ہو تو کیسے استدلال جائز قرار پا سکتا ہے تو جب آثار حدیث کے معارض ہیں تو اس لئے آپ کے سامنے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ احادیث ضعیفہ کے ساتھ مسلمانوں کے خون کو مباح قرار دیا گیا اور ان آثار کو احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں پیش کیا گیا جو کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

عورت کا انتخاب

(۴۶۱) اَلنِّسَاءُ لُعَبٌ فَتَخَيَّرُوْا۔

''عورتیں تو کھیل کود ہیں تو تم ان کا انتخاب کرو۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، حاکم رحمۃ اللہ نے اس حدیث کو اپنی تاریخ میں ابن لھیعہ کے طریق سے اس نے احوص بن حکیم سے اس نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ نے اس کو اللآ لی (۱۸۹/۲) میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا شاہد معنوی پیش کیا ہے، ابن جوزی رحمۃ اللہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، میں کہتا ہوں: امام سیوطی رحمۃ اللہ نے اس شاہد سے حسب عادت خاموشی اختیار کی ہے جب کہ یہ شاہد غایت درجہ ضعیف ہے، اس شاہد میں تین علتیں ہیں: ابن لھیعہ راوی ضعف کے لحاظ سے مشہور ہے جب کہ احوص راوی کے بارے میں ابن معین رحمۃ اللہ اور ابن المدینی رحمۃ اللہ نے بتایا ہے کہ ''یہ کوئی چیز نہیں ہے'' مزید برآں اس میں انقطاع ہے احوص اور عمر راوی کے درمیان انقطاع ہے اسی لئے ابن عراق رحمۃ اللہ نے (۲۲۶/۲) میں ''اس کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے'' مزید برآں جو دلیل اس حدیث کے منکر ہونے پر دلالت کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ اس مفہوم کی حدیث ثابت ہے کہ ''عورتیں مردوں کے مشابہہ ہیں'' اس لئے محال ہے نہایت بعید از عقل ہے کہ نبی ﷺ ان کو کھیل کود قرار دیں، مزید برآں حدیث اس سے زیادہ اتم بھی مروی ہے وہ بھی ضعیف ہے اور وہ یہ ہے۔

عورت کھیل کود کی چیز ہے

(۴۶۲) إِنَّمَا النِّسَاءُ لُعَبٌ فَمَنِ اتَّخَذَ لُعْبَةً فَلْيُحْسِنْهَا أَوْ فَلْيَسْتَحْسِنْهَا ۔

''بلاشبہ عورتیں تو کھیل کود ہیں اور جو شخص کھیل کود کے سامان کو اختیار کرے تو وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، حارث بن ابی امامہ رحمۃ اللہ نے اس حدیث کو اپنی مسند (ص ۱۱۶- زوائدہ) میں ذکر کیا ہے اس کی اسناد اس طرح ہے کہ ہم نے احمد بن یزید سے بیان کیا اس نے بتایا ہم سے عیسیٰ بن یوسف نے روایت کیا اس نے زہیر بن محمد سے اس نے ابوبکر بن حزم سے مرفوعاً بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس میں تین علتیں ہیں:

حدیث مرسل ہے اس لئے کہ ابوبکر سے مقصود محمد بن عمرو بن حزم انصاری تابعی کا بیٹا ہے جس کی وفات سن ۱۲۰ ہجری میں ہے۔

اور زہیر بن محمد خراسانی الشامی ضعیف ہے جب کہ احمد بن یزید راوی کو میں پہچانتا نہیں ہوں

مزید برآں یہ ایسی حدیث ہے جو امام سیوطی رحمہ اللہ سے رہ گئی ہے اس نے اس کو الجامع الکبیر اور اللآلی میں شامل نہیں کیا ہے مزید اسی طرح ابن عراق کی نظر سے بھی یہ حدیث رہ گئی ہے اس نے اس حدیث کو تنزیہ الشریعہ میں شامل نہیں کیا۔

پیداوار میں عشر

(۴۶۳) فِيْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ الْعُشْرُ وَفِيْمَا سَقِيَ بِنَضْحٍ أَوْ غَرْبٍ نِصْفُ الْعُشْرِ فِيْ قَلِيْلِهِ وَكَثِيْرِهِ۔

''جس زمین کو بارش سیراب کرے اس میں دسواں حصہ ہے اور جس زمین کو پانی نکال کر ڈول وغیرہ کے ساتھ سیراب کیا جائے اس کی قلیل اور کثیر پیداوار میں بیسواں حصہ ہے۔''

تحقیق: ''قلیل'' اور کثیر الفاظ کے ساتھ یہ حدیث موضوع ہے، اس حدیث کو ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس نے ابان بن ابی عیاش سے اس نے ایک شخص سے اس نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ حدیث موضوع ہے ابو مطیع بلخی راوی کا نام حکم بن عبد اللہ ہے جو کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد تھے ابو حاتم رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جب کہ جوزقانی نے اس کو مرجہ فرقہ کے سرداروں سے شمار کیا ہے جو حدیث وضع کرتے تھے مزید برآں سب ائمہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو متہم کیا ہے کہ اس نے اس حدیث کے بعد والی حدیث کو وضع کیا ہے جب کہ ابان بن ابی عیاش راوی بھی متہم ہے اس سے مروی احادیث گزر چکی ہیں۔

مزید برآں امام زیلعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو نصب الرایہ (۳۸۵/۲) میں ذکر کیا ہے اور آگاہ کیا ہے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے التحقیق میں کہا ہے کہ احناف نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جب کہ ابو مطیع بلخی نے ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے ابن جوزی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اسناد کسی چیز کے برابر نہیں ہے جب کہ ابو مطیع راوی کے بارے میں ابن معین نے بتایا ہے کہ وہ کوئی چیز نہیں ہے اور احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ مناسب نہیں ہے کہ اس سے روایت بیان کی جائے اور ابوداود رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ محدثین نے اس کی حدیث کو چھوڑ رکھا ہے جب کہ ابان راوی نہایت ضعیف ہے شعبہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے میں کہتا ہوں: بلکہ شعبہ رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے جیسا کہ میزان الاعتدال میں ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اور جو دلیل اس کے کذب پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو اپنی صحیح میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ اس میں ''قلیل کثیر'' کا لفظ نہیں ہے اس لحاظ سے یہ زیادتی باطل ہے اس کے باطل ہونے میں یہ دلیل بھی اضافہ کرتی ہے کہ بخاری مسلم میں وارد ارشاد نبوی ہے کہ پانچ وسق سے کم میں عشر نہیں ہے چنانچہ اس صحیح حدیث کو امام محمد رحمہ اللہ نے قابل عمل قرار دیا ہے اس نے اپنے استاذ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت کی ہے جیسا کہ کتاب الآ ثار (ص ۵۲) میں اس کی وضاحت ہے۔

پس یہ بھی احادیث ضعیفہ کے آثار سے ہے کہ اس کے باعث ایسی چیز کو واجب قرار دیا ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں پر واجب قرار نہیں دیا ہے اس کے برخلاف ہم ہمیشہ ان کے بعض سے سنتے ہیں کہ وہ اس کے وجوب کو کھلے الفاظ میں ذکر کرتا ہے، مصلحت کا تقاضا کہتے ہوئے اپنے گمان کے مطابق......

ایمان میں کمی، زیادتی کفر ہے

(۴۶۴) اَلْإِيْمَانُ مُثْبِتٌ فِي الْقَلْبِ كَالْجِبَالِ الرَّوَاسِيْ وَزِيَادَتُهُ وَنَقْصُهُ كُفْرٌ۔

''ایمان دل میں اس طرح ثابت ہے جیسا کہ پہاڑ ثابت ہوتے ہیں اور ایمان میں کمی زیادتی کفر ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو عثمان بن عبداللہ بن عمرو اموی کے حالات زندگی میں ذکر کیا ہے کہ وہ حماد بن سلمہ سے وہ ابی المہزم سے وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اس نے بیان کیا جب ثقیف قبیلہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں ہم آپ سے ایمان کے بارے میں استفسار کر رہے ہیں کیا اس میں کمی زیادتی ہوتی ہے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا......

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث کو ابن مطیع نے حماد کے ذمہ لگاتے ہوئے وضع کیا ہے تو اس شیخ نے اس سے چوری کی جب کہ وہ خراساں میں گیا تو اس نے ان کو لیث اور مالک سے روایت کیا اور وہ ان کے نام پر احادیث وضع کیا کرتا تھا اس لئے اس کی احادیث کو تحریر کرنا جائز نہیں البتہ عبرت کے طور پر پیش کرنے کے لئے تحریر کیا جا سکتا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں اس کا اقرار کیا ہے اور یہ ابو مطیع راوی بلخی ہے امام ابوحنیفہ کا شاگرد ہے اس کا تذکرہ اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے۔

مزید برآں ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الموضوعات میں حاکم رحمہ اللہ کی روایت سے ابومطیع کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ہمیں یہ حدیث حماد بن سلمہ نے بتائی جب کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا اور کہا ہے کہ اس کی اسناد میں ابومطیع راوی کذاب ہے اور یہی حال ابومہزم کا ہے اور اس حدیث کو اس سے عثمان نے چوری کیا جب کہ وہ کذاب اور وضاع ہے امام حاکم رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں اندھیرے ہیں جب کہ حدیث باطل ہے اور وہ شخص جو اس کا ذمہ دار ہے وہ ابومطیع راوی ہے جس نے کذب بیانی سے اس حدیث کو وضع کیا اور اس سے عثمان بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان نے چوری کی اس کو حماد سے روایت کیا جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی (۳۸/۱) میں اس کی موافقت کی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ حدیث تو بہت زیادہ آیات کے مخالف ہے جن میں ایمان کے زیادہ ہونے کی صراحت ہے جیسے ارشاد ربانی ہے: ﴿لیزدادالذین آمنوا ایمانا﴾ ''تاکہ ایمان والوں کے ایمان میں اضافہ ہو'' (الفتح:۴) پس یہی دلیل کافی ہے کہ یہ حدیث باطل ہے اگرچہ ایک جماعت نے اس کی معنویت کے مطابق کہا ہے۔

اسماعیل علیہ السلام کی زبان

(۴۶۵) إِنَّ لُغَةَ إِسْمَاعِيلَ كَانَتْ قَدْ دَرَسَتْ فَأَتَانِي بِهَا جِبْرِيلُ فَحَفِظْتُهَا۔

''بلاشبہ اسماعیل علیہ السلام کی زبان مٹ چکی تھی تو جبریل علیہ السلام اس زبان کو میرے پاس لائے تو میں نے اس کو حفظ کیا۔''

تحقیق: ضعیف ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو معرفۃ علوم الحدیث (ص ۱۱۶) میں علی بن خشرم کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں علی بن حسین بن واقد نے بیان کیا کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بلاشبہ آپ ہم سب سے زیادہ فصیح ہیں جب کہ آپ ہم سے نہیں ہیں تو رسول اللہ نے اس کو آگاہ کیا۔

میں کہتا ہوں: اس کی علت یہ ہے کہ علی بن حسین اور عمر کے درمیان انقطاع ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو موصول روایت کیا ہے اور اسی طرح الغطریف نے اپنی ایک جز (ورقہ ۴ وجہ ۲ کے مجموعہ سے دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ) میں حامد کے طریق سے اور جزء الغطریف میں حماد بن ابی حمزہ السکری سے اس نے بتایا ہم سے علی بن حسین بن واقد نے روایت کیا اس نے کہا مجھ سے میرے والد نے بیان کیا اس

نے عبداللہ بن بریدہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو بیان کیا میں کہتا ہوں: یہ حامد راوی یا حماد مجھے اس کے حالات مل نہیں سکے ہیں جب کہ اس کے والد ابو حمزہ السکری مشہور ثقہ راوی ہیں اور اس کا نام محمد بن میمون ہے جب کہ انہوں نے اس سے روایت بیان کرنے والوں میں اس کے اس بیٹے کا تذکرہ نہیں کیا ہے، فاللہ اعلم۔

حاکم رحمہ اللہ نے اس کو پہلی روایت کے باعث معلول قرار دیا ہے اور یہی درست ہے کیونکہ علی بن خشرم معروف ثقہ راوی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس سے دلیل لی ہے اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں غطریف اور ابن عساکر کی جانب منسوب کیا ہے، اور شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کچھ بات نہیں کی گویا کہ اس کو اس کی اطلاع نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند علماء

(۴۶۶) عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ۔

''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی مانند ہیں۔''

تحقیق: علماء نے اتفاق کے ساتھ کہا ہے کہ اس حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے، اور یہ ایسی روایت ہے جس سے قادیانیوں کا گمراہ فرقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے بقا پر استدلال کرتا ہے اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو ان کے خلاف دلیل ہوتی جیسا کہ معمولی غور و فکر کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

مغرب اور عشا کے درمیان بیس رکعات

(۴۶۷) مَنْ صَلَّى بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

''جس شخص نے مغرب اور عشاء کے درمیان بیس رکعات نوافل ادا کیے اللہ تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۱/۴۱۴) میں ذکر کیا ہے اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے الترغیب والترہیب (ق ۱/۱۷۲، ۲۷۷۔۲۷۸) میں یعقوب بن ولید مدینی کے طریق سے اس نے ہشام بن عروہ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا روایت کیا ہے بوصیری نے زوائد (ق ۱/۸۵) میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں یعقوب بن ولید راوی

کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے جب کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ شخص بڑے بڑے کذاب لوگوں سے تھا اور حدیث وضع کیا کرتا تھا۔

میں کہتا ہوں: ابن معین رحمہ اللہ نے اور ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کو کذاب قرار دیا ہے مزید برآں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے آپ اس حقیقت سے روشناس رہیں کہ جس حدیث میں مغرب اور عشاء کے درمیان معین رکعات نوافل کی ترغیب موجود ہے وہ حدیث صحیح نہیں ہے، بعض روایات بعض سے زیادہ ضعیف ہیں بلکہ اس وقت اس نماز کو صحیح قرار دیا جا سکتا ہے جس پر آپ ﷺ کا عمل ہو گنتی کا تعین نہ ہو، البتہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان تسلیم کر کے عمل کرنا درست نہیں اس لئے اس پر عمل کرنا جائز نہیں اور اسی سے ہے۔

مغرب کے بعد چھ رکعات

(۴۶۸) مَنْ صَلّٰى سِتَّ رَكْعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ قَبْلَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ غُفِرَ لَهٗ بِهَا ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً۔

”جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد کلام کرنے سے پہلے چھ رکعات نوافل ادا کئے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کر دے گا۔“

تحقیق: یہ غایت درجہ ضعیف روایت ہے، ابن نصر نے اس حدیث کو قیام اللیل (ص ۳۳) میں محمد بن غزوان دمشقی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عمر بن محمد نے بتایا اس نے سالم بن عبداللہ سے اس نے اپنے باپ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کو العلل (۷۸/۱) میں اس طریق سے ذکر کیا ہے، بعد ازاں اس نے واضح کیا کہ ابوزرعہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ حدیث بیان کرنے پر مار و اس لئے کہ یہ حدیث موضوع کے مشابہہ ہے اس میں محمد بن غزوان دمشقی منکر الحدیث ہے۔

بارہ سال کی عبادت

(۴۶۹) مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكْعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عَدَلْنَ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً۔

”جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد چھ رکعات نوافل ادا کئے ان کے درمیان کوئی غلط بات نہ کی تو یہ اس کے نامۂ اعمال میں بارہ سال کی عبادت

کے برابر ہیں۔"

تحقیق: یہ غایت درجہ ضعیف ہے امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/۲۹۹) میں اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (۱/۳۵۵۔۴۱۵) میں اور ابن نصر رحمہ اللہ نے (ص ۳۳) میں اور ابن شاہین رحمہ اللہ نے الترغیب (۲/۲۷۲) میں اور المخلص رحمہ اللہ نے الفوائد المنتقاۃ (۸/۳۴/۱) میں اور عسکری رحمہ اللہ نے مسند ابو ہریرہ (۱/۷۱) میں اور ابن سمعون الواعظ رحمہ اللہ نے الامالی (۱/۶۱/۲) میں عمر بن ابی خثعم کے طریق سے اس نے یحییٰ بن ابی کثیر سے اس نے ابوسلمہ سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے واضح کیا ہے یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو نہیں جانتے ہیں مگر عمر بن ابی خثعم سے اور میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا ہے انہوں نے کہا عمر بن عبداللہ بن ابی خثعم منکر الحدیث ہے اور اس کو غایت درجہ ضعیف قرار دیا ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ اس سے مروی دو احادیث منکر ہیں ان دونوں میں سے ایک یہ ہے۔

خون بہنے کے بعد وضو

(۴۷۰) اَلْوُضُوْءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ ۔

"ہر بہنے والے خون کے بعد وضو کیا جائے۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی مسند (ص ۱۵۷) میں بقیہ کے طریق سے اس نے یزید بن خالد سے اس نے یزید بن محمد سے اس نے عمر بن عبدالعزیز سے اس نے کہا سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو معلول قرار دیا ہے اس لئے کہ عمر بن عبدالعزیز نے سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا اور نہ ہی اس کو دیکھا ہے جب کہ اسناد میں دونوں یزید مجہول ہیں چنانچہ زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایہ (۱/۳۷) میں اس کا اقرار کیا ہے، میں کہتا ہوں: بقیہ راوی مدلس ہے مزید برآں اس نے عن کے صیغہ کے ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں تو یہ دوسری علت ہے اور عبدالحق رحمہ اللہ نے الاحکام الکبریٰ (۲/۱۳) میں ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں انقطاع ہے، مزید یہ ضعیف ہے مزید برآں اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ نے احمد بن الفرج کے احوال میں بقیہ راوی سے بیان کیا ہے، اس نے کہا ہم سے شعبہ نے اپنی اسناد کے ساتھ زید بن ثابت سے مرفوعاً بیان کیا ہے زیلعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہم اس حدیث کو اس احمد کی حدیث سے ہی پہچانتے ہیں جب کہ اس کا شمار ان رواۃ سے ہے کہ اس کی حدیث کو تحریر تو کیا جا سکتا ہے

لیکن استدلال کے قابل نہیں جب کہ لوگوں نے اس کے ضعف کے باوجود اس کی حدیث کو نقل کیا ہے اور ابن ابی حاتم کا قول کتاب العلل میں ہے کہ احمد بن الفرج راوی سے ہم نے تحریر کیا ہے جب کہ اس کا مقام ہمارے نزدیک درست ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ شخص احمد بن الفرج حمصی ہے جب کہ اس کا لقب حجاری ہے اور محمد بن عوف نے اس کو غایت درجہ ضعیف قرار دیا ہے، جب کہ یہ بھی حمصی ہے اس لئے اس کو اس کے بارے میں اس کے سوا سے زیادہ معلومات ہیں چنانچہ اس نے اس کو کذاب قرار دیا ہے، مزید برآں اس کے نزدیک بقیہ کی حدیث کا کچھ اصل نہیں ہے وہ تو حدیث میں اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے زیادہ جھوٹا ہے جب کہ وہ تو ایسی احادیث ہیں جو اس کو کاغذ پر تحریر شدہ ملیں ان کے شروع میں تحریر ہے کہ یزید بن عبدربہ نے ہمیں بتایا اس نے کہا ہمیں بقیہ نے بتایا، بعدازاں اس کو شراب پینے کے ساتھ ایسے کلام میں متہم کیا جس کو الخطیب رحمہ اللہ نے (۴/۳۴۱) میں ذکر کیا ہے اس کے آخر میں ذکر کیا ہے کہ میں اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے جب کہ اس کے علاوہ اس کو پہچاننے والوں نے کذاب کہا ہے تو مجمل طور پر اس کی حدیث ساقط الاعتبار ہوگی اور جائز نہیں کہ اس کو بطور استشہاد کے پیش کیا جائے تو اس سے دلیل کیسے لی جاسکتی ہے۔

بعدازاں میں نے کامل ابن عدی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا تو میں دیکھا کہ وہ (ق ۱/۴۴) میں حدیث کے بیان کرنے کے بعد کہتا ہے: کہ ''بقیہ کی شعبہ سے ایک کتاب ہے جس میں عجائب وغرائب ہیں جب کہ اس سے غرائب کے بیان کرنے میں بقیہ متفرد ہے اور اس میں احتمال ہے کہ یہ شعبہ سے باطل ہو'' سچی بات تو یہ ہے کہ خون کے جسم سے نکلنے میں وضو کو واجب قرار دینے کی حدیث صحیح نہیں ہے جب کہ اصل برأت ہے جیسا کہ امام شوکانی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے اس کو ثابت کیا ہے اسی لئے حجازیوں کا مذہب یہ ہے کہ خون نکلنے سے وضو ناقض نہیں ہوتا جب کہ مدینۃ الرسول کے فقہاء سبعہ اور ان کے اسلاف کا یہی مذہب ہے اس میں کچھ صحابہ کرام بھی شریک ہیں چنانچہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے المصنف (۱/۹۲) میں صحیح اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پھوڑے کو نچوڑا جو اس کے چہرے میں تھا تو اس سے خون نکلا اس نے خون کو اپنی انگلیوں کے درمیان تھیڑ دیا اور نماز ادا کی جب کہ وضو نہیں کیا، پھر اسی طرح کی روایت سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی اور سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث ہے اس نے نماز ادا کرتے ہوئے خون تھوکا بعدازاں نماز ادا کرتا رہا۔ (مزید اس حدیث کی وضاحت صحیح بخاری ۱/۲۲۲۔۲۲۴ مع فتح الباری میں دیکھیں)

بندۂ مومن پر مہربانی

(۴۷۱) اَبَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ لِلْبَلَاءِ سُلْطَانًا عَلٰی بَدَنِ عَبْدِہِ الْمُؤْمِنِ۔

''اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے کہ اپنے ایمان دار بندے کے جسم پر مصیبت کو غلبہ عطا کرے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں دیلمی کی روایت سے ذکر کیا ہے جو اس کی مسند میں ہے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اس کے شارح امام مناوی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اس کی اسناد میں قاسم بن ابراہیم ملطی راوی کذاب ہے، لسان المیزان میں ہے کہ اس راوی میں باطل قسم کے عجائبات ہیں، میں کہتا ہوں: امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کیسے الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے دعویٰ کیا ہوا ہے کہ اس نے اپنی اس کتاب کو ایسی روایات سے محفوظ کیا ہے جس میں کذاب اکیلا ہے یا احادیث من گھڑت بنانے والا اکیلا ہے، بالخصوص جب کہ یہ حدیث تو ظاہراً باطل ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: سبھی لوگوں سے زیادہ مصائب میں انبیاء کرام علیہم السلام ہیں بعد ازاں جو افضل ہیں جب کہ ایماندار شخص کو اس کے دین کے مطابق مبتلا کیا جاتا ہے ملاحظہ کریں احادیث الصحیحۃ (رقم ۱۴۲)۔

جب کہ عجیب وغریب یہ حقیقت ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے خود اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے جب کہ اس نے اس حدیث کو ذیل الموضوعات (ص ۱۸۹) میں خود دیلمی رحمہ اللہ کی روایت سے اس نے قاسم بن ابراہیم بن احمد الملطی سے اس نے ابو امیہ مبارک بن عبداللہ سے اس نے مالک سے اس نے ابن شہاب سے اس نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ خطیب رحمہ اللہ کا قول ہے الملطی راوی کذاب ہے احادیث وضع کیا کرتا تھا اس نے ابو امیہ سے روایت کیا اس نے مالک سے عجیب وغریب باطل چیزوں کو بیان کیا ہے جب کہ اس کے سوا کا قول ہے کہ ابو امیہ المبارک ایک مجہول راوی ہے میں کہتا ہوں وہ تو مجسمہ فرقہ سے شمار ہوتا ہے جو گمراہ ہے آپ ان کے بعد ذکر ہونے والی حدیث کی شرح کو بغور دیکھیں۔ (حدیث رقم ۴۷۶)

دین اسلام کا عیب

(۴۷۲) اَلدِّیْنُ شَیْنُ الدِّیْنِ۔

''قرض تو دین اسلام کا عیب ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، قضاعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مسند الشہاب (۱/۴) میں عبداللہ بن شبیب سے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں سعید بن منصور نے آگاہ کیا اس نے بیان کیا ہمیں اسماعیل بن عیاش نے صفوان بن عمرو سے اس نے عبدالرحمٰن بن مالک بن یخامر سے اس نے اپنے والد سے اس نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا، میں کہتا ہوں: یہ ابن شبیب راوی ابن خراش نے اس کو متہم قرار دیا ہے کہ وہ کذابین لوگوں سے موضوع احادیث چوری کرتا تھا اور مجھے ہرگز شک وشبہ نہیں کہ یہ حدیث بھی ان احادیث سے ہے کہ نبی ﷺ سے صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے آپ خود اور آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ثابت ہے کہ انہوں نے ایک بار سے زیادہ بار قرض لیا تو کیا قرض نے انہیں معیوب بنا دیا تھا؟

جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الصغیر میں ابونعیم کی روایت سے المعرفہ میں ذکر کیا ہے اس نے مالک بن یخامر اور قضاعی سے اس نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، امام مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے کہ پہلی روایت مرسل ہے اور اس کی اسناد میں عبداللہ بن شبیب الربعی ہے چنانچہ میزان الاعتدال میں ہے کہ یہ راوی اخباری قسم کا تھا علامہ تھا البتہ ضعیف ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو کہا ہے کہ وہ ذاہب الحدیث تھا عیب کی جانب اشارہ ہے جب کہ **فضلك** نے مبالغہ کیا ہے کہ اس کی گردن زدنی کرنا جائز ہے ابن حبان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ احادیث کو الٹ پلٹ کرتا رہتا تھا۔

اس کے بعد اس حدیث کو پیش کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں القضاعی اسماعیل بن عیاش ہے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف رواۃ میں شمار کیا ہے نیز آگاہ کیا ہے کہ اس راوی میں اختلاف ہے اور یہ راوی قوی نہ تھا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ وہم ہے کہ ابن شبیب کا تذکرہ مسند القضاعی میں نہیں ہے یہ حقیقت نہیں آپ بیدار رہیں، بعد ازاں میں نے امام احمد رحمہ اللہ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو الزہد (۱/۱۱/۱۴۳) میں صریح بن یونس کے طریق سے اس نے بیان کیا کہ ہمیں یہ حدیث ابن عیاش نے بیان کی البتہ اس نے معاذ پر موقوف کیا جب کہ اس کی اسناد صحیح ہے تو ثابت ہوا کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا باطل ہے اس لئے کہ عبداللہ بن شبیب راوی نے اس کو مرفوع ذکر کیا ہے اور وہ تہمت زدہ ہے۔

ہاں !اس کی متابعت قتادہ نے کی ہے اس نے اس حدیث کو صفوان بن عمرو سے روایت کیا ہے جب کہ اسناد میں معاذ کا ذکر نہیں کیا ہے گویا کہ مرسل ذکر کیا ہے جب کہ ابن مندہ نے اس حدیث کو المعرفہ (۲/۱۵۷/۲) میں ذکر کیا ہے اس کی مخالفت کے باعث متابعت اس کو فائدہ نہیں دے رہی ہے

بالخصوص جب کہ متابعت کرنے والا ابوقتادہ ہے اور اس کا نام عبداللہ بن واقد ہے یہ راوی متروک ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التقریب میں ذکر کیا ہے چنانچہ تہمت اس راوی اور ابن شبیب میں محصور ہے جب کہ اسماعیل بن عیاش اس سے بری ہے وہ ثقہ راوی ہے جب وہ شامی اہل علم سے روایت کرتا ہے اور اس روایت کا شمار ان سے ہے اور اس سے ابن یونس نے موقوف روایت کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور یہی درست ہے۔ باطل قرار پانے میں اس حدیث کی طرح ہی وہ حدیث ہے جو آئندہ ذکر ہو رہی ہے۔

قرض باعث ذلت

(۴۷۳) اَلدَّيْنُ رَايَةُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ فَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَّذِلَّ عَبْدًا وَضَعَهُ فِي عُنُقِهِ۔

”قرض تو زمین پر اللہ تعالیٰ کا جھنڈا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو اس کی گردن میں قرض آویزاں کر دیتا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابوبکر الشافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الفوائد المنتقاۃ (۲/۹۳/۱۳) میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے (۲/۲۴) میں بشیر بن عبید الدارسی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے آگاہ کیا اس نے ایوب سے اس نے نافع سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اس نے اس حدیث کو مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: یہ تو واضح غلطی ہے جب کہ یہ بشر راوی مسلم رحمہ اللہ کے رواۃ سے نہیں ہے بلکہ صحاح ستہ کے مؤلفین رحمہم اللہ میں سے کسی نے اس کی روایت کو درج نہیں کیا ہے۔

مزید برآں وہ متہم راوی ہے اور اسی لئے منذری نے الترغیب (۳/۳۲) میں اس کا تعاقب کیا اور ذہبی نے التلخیص میں آگاہ کیا ہے بلکہ اس اسناد میں بشر بن عبید راوی ضعیف ہے امام مناوی کا قول ہے تو پھر صحت کا کیا مطلب جب کہ ابن عدی نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے مزید اس کا ضعیف ہونا واضح ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں اس کی کچھ احادیث کا ذکر کیا ہے اور حکم لگایا ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں، واللہ المستعان۔

بعد ازاں اس کی ایک دوسری حدیث کا ذکر کیا ہے اس کو بھی موضوع قرار دیا ہے جب کہ مجھے ہرگز شک وشبہ نہیں ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اس کا تذکرہ اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا ہے جب کہ

اس جیسی حدیث وہ ہے جس کا تذکرہ آنے والی حدیث میں ہے۔

قرض کا نقصان

(۴۷۴) اَلدَّيْنُ يَنْقُصُ مِنَ الدِّيْنِ وَالْحَسَبِ ۔

''قرض دین اسلام اور خاندانی شرف میں کمی کرتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے ،امام دیلمی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الجامع الدیلمی میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا ہے اور اس کے شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں حکم بن عبداللہ ایلی کے بارے میں ذہبی رحمہ اللہ نے الضعفاء میں ذکر کیا ہے کہ حکیم راوی متروک ہے وضع کرنے میں تہمت زدہ ہے اور اس سے اس حدیث کو ابوالشیخ نے روایت کیا ہے جب کہ دیلمی رحمہ اللہ نے اس کے طریق سے اور اس سے صراحتاً ذکر کیا ہے اگر وہ اس کی جانب منسوب کرتا تو مناسب تھا۔

حکمران کی خیر خواہی اور بد خواہی

(۴۷۵) اَلسُّلْطَانُ ظِلُّ اللّٰهِ فِيْ أَرْضِهٖ مَنْ نُصْحِهٖ هُدٰى وَمَنْ غَشَّهٗ ضَلَّ ۔

''بادشاہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے جو اس کی خیر خواہی کرے گا وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو اس کو دھوکے میں ڈالے گا وہ گمراہ ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے ،ابونعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو فضیلۃ العادلین کتاب (ورق ۲۲۶ صفحہ ۱) میں دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ کے مجموعہ میں نمبر ۶۰ سے یحییٰ بن میمون کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں حماد بن سلمہ نے سہیل سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے نیز داؤد بن محبر کے طریق سے اس نے کہا ہمیں عقبہ بن عبداللہ نے خبر دی اس نے قتادہ سے اس نے انس سے اس کی مثل مرفوع ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ دونوں اسناد موضوع ہیں، پہلی اسناد میں یحییٰ بن میمون جو ابن عطا بصری ہے امام دار قطنی اور اس کے علاوہ نے کہا کہ یہ راوی ایسا ہے جس کو چھوڑ دیا گیا ہے جب کہ الفلاس اور اس کے سوا نے کہا ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ جھوٹ کہتا تھا جب کہ دوسری اسناد میں داؤد بن المحبر راوی بھی

تہمت زدہ ہے اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور عقیلی رحمہ اللہ نے اس کے طریق سے الضعفاء (ص ۳۵۸) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ عقبہ راوی نقل کرنے کے لحاظ سے مجہول ہے جب کہ اس کی حدیث منکر ہے محفوظ نہیں ہے وہ اسی کے ساتھ مشہور ہے جب کہ اس کی متابعت ایسا راوی کرتا ہے جو ضعیف ہونے میں اس جیسا ہے اور اس کا تذکرہ الجامع الصغیر میں بیہقی کی روایت سے ہے جو الشعب میں ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب امام مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب اپنے اس قول کے ساتھ کیا ہے اور اس کی اسناد میں محمد بن یونس قرشی جو الکدیمی حافظ ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کو حدیث کے موضوع کرنے کے ساتھ تہمت لگائی ہے جب کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ ثقہ رواۃ کا نام لے کر احادیث وضع کیا کرتا تھا امام ذہبی رحمہ اللہ نے الضعفاء میں اس کے بعد کہا ہے۔

میں کہتا ہوں: میرے نزدیک اس کی حالت واضح ہے، میں کہتا ہوں: اور اس کے طریق سے ابوسعد عبد الرحمن بن حمدان نے اس کے لیکچرز کے ایک جز (۲/۱۵۱) میں اس کے لیکچروں سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں یعقوب بن اسحاق الحضرمی نے بتایا اس نے کہا ہمیں عقبہ بن عبداللہ الرفاعی نے بتایا اس نے کہا ہمیں قتادہ نے انس سے بیان کیا۔

قرآن کی تلاوت اور نبوت میں سے حصہ

(۲۷۶) مَنْ قَرَأَ رُبُعَ الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوتِيَ رُبُعَ النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوتِيَ ثُلُثَ النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ ثُلُثَي الْقُرْآنِ فَقَدْ أُوتِيَ ثُلُثَي النُّبُوَّةِ وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَقَدْ أُوتِيَ النُّبُوَّةَ۔

"جس شخص نے چوتھائی قرآن کی تلاوت کی وہ نبوت کا چوتھا حصہ عطا کیا گیا اور جس شخص نے ایک تہائی قرآن کی تلاوت کی وہ نبوت کا تیسرا حصہ عطا کیا گیا اور جس شخص نے قرآن کی تلاوت کی وہ نبوت عطا کیا گیا۔"

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، ابوبکر آجری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو آداب حملة القرآن (ورقہ ۱۳۵ مجموع ۱۶ سے دمشق کے ظاہریہ مکتب سے) میں مسلمہ بن علی کے طریق سے اس نے زید بن واقد سے اس نے مکحول سے اس نے سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مرفوعا بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں: مسلمہ بن علی راوی تہمت زدہ ہے اور اس کا تذکرہ کئی بار گزر چکا ہے جب کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو

الموضوعات میں دوسرے طریق سے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کیا ہے اور اس نے کہا ہے حدیث صحیح نہیں ہے بشر بن نمیر راوی متروک ہے جب کہ یحییٰ بن سعید نے اس کو کذاب کہا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اللآ لی (۳۴۳/۱) میں اس کا حسب عادت تعاقب کیا ہے جو افادیت کا حامل نہیں ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اس حدیث کو ابن الانباری نے کتاب الوقف والا بتداء میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں بیان کیا ہے، بشر ابن ماجہ کے رواۃ سے ہے، میں کہتا ہوں: تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے جب کہ ابن ماجہ رحمہ اللہ کذاب لوگوں کی تخریج میں مشہور ہے قریب ہی اس کا تذکرہ ہو چکا ہے ایک حدیث ہے جس کو ابن ماجہ رحمہ اللہ نے ایک شخص کے طریق سے ذکر کیا ہے جس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ تو بہت بڑے جھوٹ بولنے والوں سے تھا۔

بعد ازاں امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کا ایک شاہد سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں قاسم بن ابراہیم الملطی ہے جس کے بارے میں سیوطی رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ وہ ثقہ راوی نہیں ہے، میں کہتا ہوں: تو اس حدیث کے ذکر سے کیا فائدہ ہے جب کہ اس راوی کے بارے میں دار قطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ وہ کذاب تھا اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس نے ایسا زبردست طومار باندھا ہے جس کے اٹھانے کی کسی میں طاقت نہیں ہے بعد ازاں اس کی ایک مرفوع حدیث کا ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اسراء کی رات اپنے پروردگار کو دیکھا ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ہر چیز کو دیکھا ہے یہاں تک کہ تاج کو بھی دیکھا ہے!

اللہ تعالیٰ اس کو تباہ و برباد کرے، اس نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں کس قدر دلیری کا ثبوت پیش کیا ہے بعد ازاں امام ذہبی رحمہ اللہ نے بتایا اس سے بھی زیادہ غصہ والی بات کہی ہے وہ یہ حدیث ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے اور کہا یہ حدیث باطل اور گمراہی ہے، اس سے پہلی حدیث کی مانند ہے۔

میں کہتا ہوں: اور اس سے اور اس جیسی باتوں سے آپ کے سامنے ذہبی رحمہ اللہ اور سیوطی رحمہ اللہ کے درمیان فرق نمایاں ہو جائے گا بعد ازاں سیوطی رحمہ اللہ نے ایک دوسرے شاہد کا تمام بن نجیح کے طریق سے اس نے حسن سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس پر خاموشی کا اظہار کیا ہے حالانکہ یہ تو اس کے عیوب سے ہے، پس بلاشبہ اس حدیث کے مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں تمام راوی ہے۔ ابن حبان رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس نے کثرت کے ساتھ من گھڑت باتوں کو ثقہ رواۃ سے لیا ہے گویا کہ وہ ارادتاً کر رہا ہے۔

حج وعمرہ کی کثرت

(۴۷۷) كَثْرَةُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ تَمْنَعُ الْعَيْلَةَ۔

''کثرت کے ساتھ حج عمرہ کرنا فقیری کو روکتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، محاملی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو چھٹے جز میں الآمالی سے (وجہ ا۔ ورقہ ۲۷۸ مجموع سے ۶۳ میں ظاہر یہ دمشق سے) روایت کیا ہے اس نے بیان کیا ہمیں عبداللہ بن شبیب نے بتایا اس نے کہا ابوبکر بن ابی شیبہ نے مجھے بتایا اس نے کہا مجھے فلیح بن سلیمان نے خالد بن ایاس سے اس نے مساور بن عبدالرحمٰن سے اس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے اس نے ام المومنین سلمہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعا ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: عبداللہ بن شبیب راوی تہمت والا ہے جیسا کہ قریب ہی اس کا ذکر گزر چکا ہے اور خالد بن ایاس بھی اسی طرح کا ہے ابن حبان رحمہ اللہ نے بتایا ہے کہ وہ ثقہ رواۃ سے موضوع روایات بیان کرتا ہے یہاں تک کہ دل کی جانب اس حقیقت سے پردہ کشائی ہوتی ہے کہ یہ خود ان کو وضع کرنے والا ہے اس کی حدیث کو محض بطور تعجب کے تحریر کیا جائے اور حاکم رحمہ اللہ نے کہا اس نے ابن المنکدر، اور ہشام بن عروہ اور مقبری سے موضوع احادیث روایت کی ہیں اور اسی طرح ابوسعید نقاش نے کہا ہے سبھی ائمہ رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جب کہ آپ نے اس حقیقت کو بھانپ لیا ہے تو پھر یہ حقیقت واضح ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ غلطی کے مرتکب ہوئے جب انہوں نے اس حدیث کو اس طریق سے الجامع الصغیر میں شامل کیا ہے جب کہ امام مناوی رحمہ اللہ نے اس کا تعاقب کیا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔

سمندر کے نیچے آگ اور

(۴۷۸) لَا يَرْكَبُ الْبَحْرَ إِلَّا حَاجٌّ أَوْ مُعْتَمِرٌ أَوْ غَازٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِنَّ تَحْتَ الْبَحْرِ نَارًا وَتَحْتَ النَّارِ بَحْرًا۔

''سمندر کے سفر پر صرف حج کرنے والا یا عمرہ کرنے والا یا جہاد کرنے والا روانہ ہو، بیشک سمندر کے نیچے آگ ہے اور آگ کے نیچے سمندر ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس کو (۳۸۹/۱) میں بیان کیا اور خطیب رحمہ اللہ نے التلخیص (۷۸/۱) میں اور اس سے بیہقی رحمہ اللہ نے (۳۳۴/۴) میں بشر ابوعبداللہ کے طریق سے اس

نے بشیر بن مسلم سے اس نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا اور خطیب رحمہ اللہ نے کہا کہ امام احمد کا قول ہے کہ حدیث غریب ہے، میں کہتا ہوں: یہ سند ضعیف ہے اس میں جہالت اور اضطراب ہے، جہالت کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بشر اور بشیر کے بارے میں التقریب میں کہا ہے کہ وہ دونوں مجہول ہیں اور اسی طرح المیز ان میں ہے ہاں اس کی متابعت ابی عثمان البحیر می رحمہ اللہ نے الفوائد (۱/۵/۲) میں مطرف بن طریف اور بشیر بن مسلم کے بارے میں کی ہے لیکن اس نے بشیر کی جہالت کو تسلیم نہیں کیا۔

لیکن جو حدیث میں اضطراب ہے اس کو امام منذری رحمہ اللہ نے مختصر السنن (۳۵۹/۳) میں بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث میں اضطراب ہے، بشیر سے اسی طرح روایت ہے اور بشیر سے روایت ہے کہ اس حدیث کی سند سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے اور ایک آدمی سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے وغیرہ اور امام بخاری نے اس کو اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے اور اس کی اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے اضطراب کو ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس کی یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور خطابی رحمہ اللہ نے کہا کہ ائمہ نے اس حدیث کی اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اسی طرح بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کے بارے میں کہا ہے اور ابن الملقن نے الخلاصہ (۱/۷۳) میں بیان کیا کہ ائمہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ وہ ضعیف ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا صحیح نہیں امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ غریب ہے ابوداود رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ دونوں مجہول ہیں اور خطابی رحمہ اللہ نے کہا اس کی اسناد ضعیف ہے اور امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کی اسناد میں اختلاف ہے اور عبدالحق رحمہ اللہ نے (۲/۲۰۷) میں کہا، امام ابواؤد رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ یہ حدیث شدید قسم کی ضعیف ہے، بشر ابو عبداللہ اور بشیر دونوں مجہول ہیں اور قوی نہیں ہیں اس نے ابی بکر کی حدیث کے پہلے حصے کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سمندری سفر کون کرے

(۴۷۹) لَا يَرْكَبُ الْبَحْرَ إِلَّا غَازٍ أَوْ حَاجٌّ أَوْ مُعْتَمِرٌ۔

''سمندر کے سفر پر صرف مجاہد، حج کرنے والا اور عمرہ ادا کرنے والا روانہ ہو۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، حارث بن ابی امامہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی زوائد کے (ص ۹۰) پر ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی خبر خلیل بن زکریا نے دی اس نے بتایا کہ ہمیں حبیب بن الشہید نے خبر دی اس

نے حسن بن ابی الحسن سے اس نے ابی الحسن سے مرفوعاً ذکر کیا، میں کہتا ہوں: کہ یہ حدیث اس سے پہلی حدیث کو تقویت عطا نہیں کرتی ہے جب کہ اس کی اسناد شدید قسم کی ضعف والی ہے اس کا باعث خلیل راوی ہے ابن السکن کا قول ہے کہ اس نے ابن عون اور حبیب بن شہید سے منکر احادیث کو ذکر کیا ہے اس کے سوا نے ان کو روایت نہیں کیا جب کہ عقیلی رحمہ اللہ نے کہا ہے وہ ثقہ رواۃ سے باطل احادیث کو بیان کرتا ہے اور حافظ رحمہ اللہ نے التقریب میں کہا ہے بلاشبہ یہ راوی ایسا ہے جس کو چھوڑا گیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں سمندر کے سفر سے علم کی جستجو میں نکلنے والے کو روک دیا گیا ہے اور اسی طرح تجارت اور دیگر فوائد کے حصول کے لئے روکا گیا ہے، جب کہ عقل گوارا نہیں کرتی ہے کہ شارع جو حکمت والا ہے وہ لوگوں کو ان مصالح کے حاصل کرنے سے روکے کسی ایسے سبب کے باعث جو ظنی ہے کہ وہ کہیں سمندر میں نہ ڈوب جائیں کیسے ہو سکتا ہے۔

جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر احسان جتلاتے ہوئے آگاہ کر رہے ہیں کہ اس نے ان کے لئے کشتیوں کو بنایا اور ان کے لئے سمندر کے سفر کو آسان کر دیا چنانچہ فرمایا:

﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ○ ﴾ (یٰس: ۴۱-۴۲)

''اور ان کے لئے علامت ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو ایسی کشتی میں سوار کرایا اور ہم نے ان کے لئے پیدا کیا اس جیسی سواریوں کو جن پر سوار ہوتے ہیں''

اس آیت میں الفلک سے مقصود کشتیاں ہیں صحیح قول یہی ہے، علامہ قرطبی ابن کثیر اور ابن القیم وغیرہ رحمہم اللہ نے اس کو ترجیح دی ہے چنانچہ اس آیت میں دلیل ہے کہ ذکر کردہ حدیث کہ سمندر کا سفر نہ کیا جائے ضعیف بلکہ منکر ہے۔

جب کہ اس کی تائید ارشاد نبوی سے بھی ہو رہی ہے سمندری سفر میں جس شخص کو قئے آتی ہے اس کے لئے ایک شہید کا ثواب ہے اور ڈوب جانے والے کے لئے بھی ایک شہید کا ثواب ہے ابو داؤد رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ام حرام سے حسن اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ اس حدیث میں مطلق طور پر رغبت دلائی گئی ہے کہ سمندر کا سفر کیا جائے جہاد وغیرہ کے ساتھ مقید نہیں ہے مزید برآں اس میں دلیل ہے کہ حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی جب کہ سمندر اس کے درمیان اور مکہ کے درمیان حائل ہو، یہ حنابلہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے جب کہ اس کے دوسرے قول

میں ہے حج ساقط ہو جائے گا ان میں سے بعض نے اس کے لئے اس منکر حدیث سے استدلال کیا ہے جیسا کہ ابن جوزی رحمہ اللہ کی التحقیق (۲/۳۔۷۔۷۴) میں ہے جب کہ یہ تو احادیث ضعیفہ کے نتائج ہیں۔

بدھ اور جمعرات کا روزہ

(۴۸۰) مَنْ صَامَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ كُتِبَ لَهُ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ۔

''جس شخص نے بدھ کا روزہ رکھا اس کے لئے دوزخ سے برأت کو تحریر کر دیا جاتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابو یعلیٰ نے اس حدیث کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے اس کو الترغیب (۸۶/۲) میں ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ہیثمی رحمہ اللہ نے (۱۹۸/۳) میں اس کا سبب بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اس کی اسناد میں ابو بکر بن ابی مریم راوی ضعیف ہے۔

قولنج کی بیماری سے تحفظ

(۴۸۱) أَكْلُ الثَّمَرِ أَمَانٌ مِّنَ الْقُولَنْجِ ـ

''فروٹ کے تناول سے قولنج بیماری سے تحفظ حاصل ہوتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے ابو نعیم اصبہانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الطب میں ابی نصر احمد بن محمد کے طریق سے اس نے کہا ہمیں موسیٰ بن ابراہیم نے بتایا اس نے ابراہیم بن ابی یحییٰ سے اس نے صالح سے جو تو امہ کا غلام ہے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا، میں کہتا ہوں: یہ حدیث من گھڑت ہے اور اس کا سبب ابراہیم بن ابی یحییٰ راوی ہے اور وہ اسلمی ہے ان کا غلام ابو اسحاق مدنی ہے جب کہ وہ تو کذاب ہے اس کے کذاب ہونے کی وضاحت ائمہ کی ایک جماعت نے کی ہے ان میں یحییٰ بن سعید ابن معین ابن المدینی اور ابن حبان وغیرہ رحمہم اللہ ہیں، مزید برآں اس سے شافعی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور اس کے لئے دلیل پکڑی ہے جب کہ اس پر اس کا اسحاق بن راہویہ نے انکار کیا ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس کو آداب الشافعی رحمہ اللہ (ص ۱۷۸) میں ذکر کیا ہے جب کہ ابن ابی حاتم نے اس کے ایک دوسرے مقام (۲۲۳) میں آگاہ کیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ جھوٹ بولتا تھا، اور بزار نے کہا ہے کہ وہ احادیث وضع کرتا تھا اور وہ پہلے مسائل گھڑتا پھر وہ ان کی اسانید خود بنا لیتا تھا عقیدہ کے لحاظ سے قدریہ فرقہ سے تھا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے اساتذہ سے تھا، مزید برآں ہمارے نزدیک

معرز تھا اور اس کے علاوہ جو دو راوی ہیں میں ان کو جانتا نہیں ہوں تو امہ کا غلام صالح ضعیف راوی ہے۔

سر درد سے آرام کے لیے

(۴۸۲) غَسْلُ الْقَدَمَيْنِ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ بَعْدَ الْخُرُوْجِ مِنَ الْحَمَّامِ أَمَانٌ مِّنَ الصُّدَاعِ۔

"غسل خانے سے باہر آ کر ٹھنڈے پانی کے ساتھ دونوں پاؤں کو دھونا سر درد سے آرام کا باعث ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابو نعیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الطب میں ابو نصر احمد بن محمد کے طریق سے اس سے پہلے ذکر شدہ حدیث کی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے آپ نے معلوم کر لیا ہے کہ وہ من گھڑت حدیث ہے، جب کہ یہ حدیث اور اس سے پہلی حدیث ایسی ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان کو شامل کرتے ہوئے اپنی کتاب الجامع الصغیر کو معیوب بنا دیا ہے جب کہ اس کے شارح امام مناوی نے اس پر ہرگز کلام نہیں کیا گویا کہ اس کو ان کی اسانید معلوم نہیں ہو سکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا محبوب دل

(۴۸۳) إِنَّ اللهَ يُحِبُّ كُلَّ قَلْبٍ حَزِيْنٍ۔

"بلاشبہ اللہ ہر غمگین دل کو محبوب رکھتا ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث زبردست ضعیف ہے، ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الهم والحزن (ورقہ ۲ وجہ ا مخطوطہ ظاہریہ سے ۷۶ مجموع) میں اور ابن عدی رحمہ اللہ نے (۲/۳۷) میں اور القضاعی رحمہ اللہ نے (۲/۸۹) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۲/۲۰۵/۱۳) میں ابو بکر بن ابی مریم کے طریق سے اس نے ضمرہ بن حبیب سے اس نے سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور اس طریق سے ابو محمد مخلد نے اس کو الفوائد (۲/۳۰۳) میں اور امام حاکم رحمہ اللہ نے (۴/۳۱۵) میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے (۶/۹۰) میں طبرانی رحمہ اللہ کے طریق سے اور حاکم رحمہ اللہ نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے جب کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے اس قول کے ساتھ رد کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: ابو بکر راوی ضعیف ہے اور اسناد میں انقطاع ہے یعنی ضمرہ اور سیدنا ابی الدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے جب کہ ان دونوں کی وفات کے درمیان تقریباً یک صد سال کا فاصلہ ہے جب کہ

ابو بکر بن ابی مریم غایت درجہ ضعیف ہے اور اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ہیثمی رحمہ اللہ کا قول المجمع (۱۰/۳۰۹/۳۱۰) میں ہے کہ اس حدیث کو بزار رحمہ اللہ اور طبرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے اور ان دونوں کی اسناد حسن ہیں۔ حسن نہیں ہیں جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا دارو مدار اس ابو بکر راوی پر ہے جیسا کہ آپ نے معلوم کر لیا ہے اور اسی طرح بزار کے نزدیک ظاہر ہے وگرنہ امام ہیثمی ان دونوں کے درمیان فرق کرتے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ ہیثمی نے اس ابو بکر کو بھی ضعیف قرار دیا ہے اس حدیث میں جس کا تذکرہ (۴۸۰) میں قریب ہی گزر چکا ہے۔

مزید برآں اس کو معافی بن عمران رحمہ اللہ نے الزہد (۲/۲۵۸) میں اسماعیل بن عیاش کے طریق سے اس نے اسماعیل بن واقع اور اس کے سواسے ذکر کیا ہے کہ تورات میں تحریر ہے، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور اس کا ذکر کیا۔ یہ بات اس کے مرفوع قرار دیئے جانے کے بارے میں متردد ہونے کے ساتھ ساتھ یہ حدیث معضل اور غایت درجہ ضعیف ہے۔

پیدل حج کی نیت کرنے والا

(۴۸۴) إِنَّ مِنَ الْمُثْلَةِ أَنْ يَنْذِرَ الرَّجُلُ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا فَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا فَلْيُهْدِ هَدْيًا وَيَرْكَبْ۔

”بلاشبہ مثلہ سے ہے کہ کوئی شخص نذر مانتا ہے کہ وہ پیدل حج کرے گا تو وہ قربانی کرے اور سوار ہو کر حج کے لئے جائے۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو (۴/۳۰۵) میں اور احمد رحمہ اللہ نے (۴/۴۲۹) میں صالح بن رستم کے طریق سے جو ابو عامر خزاز ہے اس نے بتایا مجھے کثیر بن شنظیر نے بتایا اس نے حسن سے اس نے سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو برقرار رکھا ہے بعد ازاں زیلعی رحمہ اللہ نے نصب الرایہ (۳/۳۰۵) میں پھر عسقلانی رحمہ اللہ نے الدرایہ (۲۴۲) میں ذکر کیا اور یہ ایسا سبب ہے جس نے مجھے اس کے ذکر کرنے پر مجبور کیا تا کہ جس شخص کو علم نہیں ہے وہ اس وجہ سے دھوکے میں مبتلا نہ ہو اس لئے کہ حدیث میں دو علتیں ہیں:

پہلی علت ابو عامر راوی ضعیف ہے چنانچہ حافظ رحمہ اللہ نے التقریب میں ذکر کیا ہے کہ یہ راوی سچا تو ہے جب کہ اس کی غلطیاں زیادہ ہیں۔

اور دوسری علت حسن راوی کا لفظ عن کے ساتھ روایت کرنا ہے یہ راوی بصری ہے مدلس تھا جب کہ احمد اور اس کے سوا نے متعدد طریق کے ساتھ حسن سے اس نے عمران سے مثلہ کی نہی کو ذکر کیا ہے جب کہ اس میں وہ چیز نہیں ہے جس کو ابو عامر نے روایت کیا ہے، تو یہ دلیل اس کے ضعف پر اور اسی طرح کثرت کے ساتھ احادیث اس شخص کے بارے میں موجود ہیں جو پیدل چل کر حج کرنے کی نذر مانتا ہے کہ وہ سواری پر جائے لیکن قربانی کا ہدیہ دے اور کچھ حرج نہیں کہ وہ پیدل حج کرنے کی نذر مانتا ہے تو وہ اپنے محلّہ سے پیدل چل کر جائے، آپ نیل الاوطار (۸/ ۲۰۴۔۲۰۷) دیکھیں۔

اللہ تعالیٰ سے خوف کی فضیلت

(۴۸۵) مَنْ خَافَ اللّٰهَ خَوَّفَ اللّٰهُ مِنْهُ كُلَّ شَيْءٍ وَمَنْ لَّمْ يَخِفِ اللّٰهَ خَوَّفَهُ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات سے خوف زدہ ہو تو اللہ اس سے ہر چیز کو خوف زدہ رکھے گا اور جو شخص اس کی ذات سے خوف زدہ نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر چیز سے خوف زدہ رکھے گا۔"

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، القضاعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۲/ ۳۶) میں عامر بن مبارک علا۔ کے طریق سے ذکر کیا اس نے کہا ہمیں سلیمان بن ابراہیم بن عمرو نے ابراہیم بن ابی علقمہ سے اس نے واثلہ بن الاسقع سے مرفوعا بیان کیا، میں کہتا ہوں: اس کی اسناد ضعیف ہے اس اسناد کے رواۃ سے میں سلیمان بن عمرو کے علاوہ کسی کو نہیں پہچانتا ہوں جبکہ اس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ یہ سلیمان بن ابی سلیمان راوی ہے اور اس کا نام فیروز ہے اور کہا جاتا ہے عمرو ابو اسحاق شیبانی ان کا غلام ہے کوفی اور ثقہ ہے۔

جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الترغیب (۴/ ۱۴۱) میں ابو الشیخ کے طریق سے الثواب میں ذکر کیا بعد ازاں اس نے آگاہ کیا ہے کہ اس حدیث کو مرفوع قرار دینا منکر ہے اور اسی طرح حافظ عراقی رحمہ اللہ نے تخریج الاحیاء (۴/ ۱۲۸) میں ذکر کیا ہے اور اضافہ کیا ہے جب کہ عقیلی رحمہ اللہ کے لئے الضعفاء میں اس کی مثل سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے جب کہ یہ دونوں منکر ہیں۔

فوت شدہ کے لیے صدقہ

(۴۸۶) مَامِنْ اَهْلِ بَيْتٍ يَمُوْتُ مِنْهُمْ مَيِّتٌ فَيَتَصَدَّقُوْنَ عَنْهُ بَعْدَ مَوْتِهِ اِلَّا

أَهْدَاهَا لَهُ جِبْرِيْلُ عَلَى طَبَقٍ نُوْرٍ ثُمَّ يَقِفُ عَلَى شَفِيْرِ الْقَبْرِ [فَيَقُوْلُ يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ] الْعَمِيْقِ هٰذِهِ هَدِيَّةٌ أَهْدَاهَا إِلَيْكَ أَهْلُكَ فَاقْبَلْهَا فَيَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَفْرَحُ بِهَا وَيَسْتَبْشِرُ وَيَحْزَنُ جِيْرَانُهُ الَّذِيْنَ لَا يُهْدٰى إِلَيْهِمْ شَيْءٌ۔

"کوئی گھر ایسا نہیں کہ ان میں سے کوئی شخص جب فوت ہوتا ہے تو اس کی وفات کے بعد اس کے ورثاء اس کی جانب سے صدقہ کرتے ہیں تو جبریل علیہ السلام اس کے لئے اس کا ہدیہ ایک نورانی تھال میں رکھتے ہیں بعد ازاں وہ نورانی تھال لے کر قبر کے کنارے ٹھہرا رہتا ہے تو وہ اس قبر والے کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے وہ شخص جو اس گہری قبر میں لیٹا ہوا ہے یہ ہدیہ ہے جس کو آپ کی جانب آپ کے گھر والوں نے بھیجا ہے آپ اس ہدیہ کو قبول کریں تو ہدیہ اس کی قبر میں اس پر داخل ہوتا ہے تو وہ شخص ہدیہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور مسرت محسوس کرتا ہے جب کہ اس کے وہ پڑوسی جن کی جانب ہدیہ نہیں بھیجا جاتا ہے وہ غمزدہ ہو جاتے ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الاوسط (۲/۹۵/۱ زوائد المعجمین) میں روایت کیا ہے اس نے بتایا کہ ہم سے محمد بن داؤد بن اسلم الصدفی نے روایت کیا ہے اس نے کہا ہمیں حسن بن داؤد بن محمد المنکدری نے بتایا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک نے بتایا اس نے بتایا کہ میں نے ابو محمد الشافعی سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ مرفوعا بیان کرتے ہیں نیز اس نے آگاہ کیا کہ اس حدیث کو سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے صرف اسی اسناد کے ساتھ روایت کیا گیا ہے اس کی اسناد میں محمد بن اسماعیل متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ راوی تو سچا ہے بخاری مسلم کے رواۃ سے ہے جب کہ حدیث میں ضرر رساں بات اس کے استاذ ابو محمد الشامی ہے ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے اس نے بعض تابعین سے منکر حدیث کو سنا جب کہ ازدی نے اس کو کذاب قرار دیا ہے اور اسی طرح لسان المیزان میں ہے گویا کہ منکر حدیث سے مقصود یہی ہے جبکہ ہیثمی نے مجمع الزوائد (۳/۱۳۹) میں بتایا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے ا[illegible]یث کو الاوسط

میں ذکر کیا ہے جبکہ اس کی اسناد میں ابو محمد شامی راوی ہے امام ازدی نے اس کے بارے میں آگاہ کیا ہے کہ وہ کذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ

(۴۸۷) مَا عَلٰی اَحَدِکُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّتَصَدَّقَ لِلّٰہِ صَدَقَۃً تَطَوُّعًا اَنْ یَّجْعَلَھَا عَنْ وَالِدَیْہِ اِذَا کَانَا مُسْلِمِیْنَ فَیَکُوْنُ لِوَالِدَیْہِ اَجْرُھَا وَلَہٗ مِثْلُ اُجُوْرِھِمَا بَعْدَ اَنْ لَّا یَنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمَا شَیْءٌ۔

”تم میں سے کسی ایک شخص پر نہیں ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نفلی صدقہ کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ صدقہ اپنے والدین کی جانب سے کرے جب کہ وہ دونوں مسلمان ہیں تو اس کے والدین کے لئے ان کا ثواب ہوگا جب کہ اس کو ان کے ثواب کے برابر ثواب عطا ہوگا اور ان دونوں کے ثواب سے کچھ کمی نہ ہوگی۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن سمعون واعظ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الامالی میں اور محمد بن سلیمان ربعی نے اپنی حدیث کے ایک جز (۲/۲۱۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے ابوالفتوح عبدالخلاق (ورقہ ۱/۲۳۶ المجموع الظاہر ۹۲) میں عبدالحمید بن حبیب کے طریق سے اس نے کہا ہمیں اوزاعی نے سیدنا عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کرتا ہے جیسے کہ یہ اسناد ضعیف ہے عبدالحمید بن حبیب راوی کذاب ہے وہ اوزاعی کا کاتب ہے امام بخاری رحمہ اللہ اور اس کے سوا نے بتایا ہے کہ وہ حدیث میں قوی نہیں ہے اور ابن مخلد نے اس حدیث کو المنتقی من احادیثہ (۲/۸۸/۱-۲) میں عباد بن کثیر سے اس نے عمرو بن شعیب سے جب کہ عباد راوی تہمت زدہ ہے اس کی متابعت کا کچھ فائدہ نہیں ہے جیسا کہ حافظ عراقی نے الاحیاء کی تخریج (۱۹۳/۲) میں ذکر کیا ہے امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط میں ضعیف اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے البتہ اس میں یہ جملہ نہیں ہے کہ جب وہ دونوں مسلمان ہوں۔ ہیثمی رحمہ اللہ نے (۱۳۹/۳) میں ذکر کیا ہے کہ طبرانی رحمہ اللہ کی اسناد میں خارجہ بن مصعب الضبی ہے اور وہ ضعیف ہے۔

حرف باعث برکت

(۴۸۸) ھَزُّوْا غَرَابِیْلَکُمْ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْکُمْ۔

''اپنی اپنی دف کو حرکت دو اللہ تعالیٰ تم پر برکت نازل فرمائے گا۔''

تحقیق: اس کا ہرگز کچھ اصل نہیں ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الفتاویٰ (۱۹۶/۲) میں ذکر کیا ہے کہ جو اہل علم نبی ﷺ سے ذکر کرتے ہیں کہ جب آپ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں دفیں لے کر آ گئیں اور وہ کہہ رہی تھیں ۔

طلع البدر علینا ○ من ثنیات الوداع

''ہم پر چودھویں رات کا وداع کی گھاٹی سے چاند نکل آیا ہے۔'' (آخری شعر تک)

نبی ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر یہ بات کہی یہ آپ سے معروف نہیں ہے جب کہ خوشی کے مواقع میں دف بجانا درست ہے، چنانچہ آپ کے زمانہ میں دف موجود تھی۔

تباہی و بربادی کی دعا

(۴۸۹) إِذَا اشْتَدَّ كَلَبُ الْجُوْعِ فَعَلَيْكَ بِرَغِيْفٍ وَجَرٍّ مِّنْ مَاءِ الْقَرَاحِ وَقُلْ عَلَى الدُّنْيَا وَأَهْلِهَا مِنِّي الدَّمَارُ۔

''شدید قسم کی بھوک نمودار ہو تو ایک روٹی تناول کریں اور خالص سادہ پانی بغیر ملاوٹ شدہ نوش کریں اور زبان سے کہیں دنیا اور میری جانب سے دنیا والے تباہ و برباد ہو جائیں۔''

تحقیق: یہ حدیث من گھڑت ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ نے الجامع میں اس حدیث کو ابن عدی رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے کہ اس نے شعب الایمان میں اس کا ذکر کیا ہے، راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں شارح مناوی رحمہ اللہ نے اس کے بعد ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں حسین بن عبد الغفار راوی متروک ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ متروک ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے متہم قرار دیا ہے اور ابو یحییٰ وقار کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے کذاب قرار دیا ہے۔

میں کہتا ہوں: اس ابو یحییٰ کا نام زکریا بن یحییٰ ہے ابن عدی رحمہ اللہ نے الکامل (۱/۱۴۸) میں اس کے حالات میں کہا ہے کہ وہ حدیث وضع کیا کرتا تھا اور ہمارے بعض رفقاء نے ہمیں صالح بن جزرہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس نے کہا کہ ہمیں ابو یحییٰ وقار نے بتایا جب کہ اس کا شمار بہت بڑے جھوٹ کہنے والوں سے ہے۔

بعد ازاں ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس کی موضوع احادیث ہیں جب کہ وقار نامی شخص ان

کے وضع کرنے میں متہم قرار دیا جاتا ہے اور صالح لوگوں نے اس کے نام کے ساتھ ان کو موسوم کیا ہے جو فضائل اعمال میں موضوع باطل احادیث کو ذکر کرتے ہیں اور ان سے ایک جماعت وضع کرنے میں متہم ہے اور اس نے حسن بن عبدالغفار کے احوال زندگی (۹۸) میں بیان کیا ہے کہ اس نے منکر احادیث کو بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: میں نے اس حدیث کے ایک اور طریق کو معلوم کیا ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس طریق میں کوئی راوی متہم نہیں ہے جب کہ وہ حدیث اس کے بعد ذکر ہو رہی ہے اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ دنیا اور دنیا داروں پر ہلاکت ہو بلکہ اس میں یہ ہے کہ دنیا اور دنیا والے ہلاک ہو جائیں تو یہ جملہ خبریہ ہے اور پہلا انشائیہ تھا جب کہ ان دونوں کے درمیان فرق واضح ہے۔

شدت کی بھوک اور

(۴۹۰) يَا أَبَا هُرَيْرَةَ إِذَا اشْتَدَّ الْجُوعُ فَعَلَيْكَ بِرَغِيفٍ وَكُوزٍ مِّنْ مَاءٍ وَعَلَى الدُّنْيَا وَأَهْلِهَا الدَّمَارُ۔

”اے ابو ہریرہ! جب تجھے شدت کی بھوک ستائے تو ایک روٹی اور پانی کا ایک برتن لے اور دنیا اور دنیا والوں پر تباہی ہو۔“

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، ابن بشران رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الآمالی (ورقہ ۱/۱۴ المجموع الظاہریۃ ۲۷) میں سے اور ابو بکر بن بخاری رحمہ اللہ نے کتاب القناعۃ (ورقہ ۱/۲۳۷) میں کثیر بن واقد کے طریق سے ذکر کیا ہے اور ابو بکر عیسیٰ بن واقد المصری نے محمد بن عمرو سے روایت کیا ہے اس نے ابو سلمہ سے اس نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے جب کہ کثیر بن واقد یا عیسیٰ بن واقد راوی کے بارے میں میں نے نہیں پایا ہے کہ کسی شخص نے اس کا تذکرہ کیا ہو اور قاضی ابن محمد دینوری نے اس کی متابعت کی ہے اور وہ منکر الحدیث ہے جیسا کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا ہے جب کہ یہ حدیث موضوع اسناد اور الفاظ میں کچھ مغایرت کے ساتھ ذکر کی گئی ہے اور وہ وہی حدیث ہے جو اس سے پہلے ہے۔

خرید وفروخت میں شرط

(۴۹۱) نَهَى عَنْ بَيْعٍ وَشَرْطٍ۔

”خرید وفروخت میں شرط لگانے سے منع کیا۔“

تحقیق: اس حدیث کا کچھ اصل نہیں، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الفتاویٰ (۳/۳۲۶) میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ابن سلمہ اور شریک سے حکایت مروی ہے جب کہ اس کو فقہ کے مصنفین کی ایک جماعت نے ذکر کیا ہے حدیث کے ذخائر میں اس کا کوئی وجود نہیں، احمد وغیرہ علماء نے اس کا انکار کیا ہے اور انہوں نے بیان کیا کہ یہ حدیث معروف نہیں ہے مزید برآں احادیث صحیحہ اس کی معارض ہیں اور بلا اختلاف مشہور علماء کا اجماع ہے جس قدر میں جانتا ہوں کہ فروخت کردہ چیز وغیرہ میں کسی وصف کی شرط وغیرہ لگانا جیسا کہ شرط لگانا کہ غلام فن کتابت سے آشنا ہو یا کاریگر ہو یا کپڑے میں اس کی لمبائی کے بارے میں شرط لگانا یا زمین کی پیمائش میں یا اس کی مثل میں شرط لگانا یہ شرط صحیح ہے۔

افضل عبادت

(۴۹۲) سَلُوا اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مِنْ فَضْلِهٖ فَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يُّسْأَلَ وَ أَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ۔

”اللہ عزوجل سے اس کے فضل کو طلب کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے جب کہ افضل عبادت خوشحالی کا انتظار کرنا ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۴/۲۷۹) میں اور ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے قناعت اور تعفف کے بارے میں (ج ا۔ ورقہ ۱۰۶ مجموع الظاہریۃ (۹۰) سے اور عبد الغنی مقدسی رحمہ اللہ نے الترغیب فی الدعاء (۲/۸۹) میں حماد بن واقد کے طریق سے اس نے کہا میں نے اسرائیل بن یونس سے سنا، اس نے ابواسحاق الھمدانی سے اس نے ابی الاحوص سے اس نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اسی طرح حماد بن واقد نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے جب کہ حماد راوی حافظہ والا نہیں ہے جب کہ ابونعیم نے اس حدیث کو اسرائیل سے اس نے حکیم بن جبیر سے اس نے ایک شخص سے اس نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے جب کہ ابونعیم سے مروی حدیث اس کے قریب ہے کہ اس کو زیادہ درست کہا جائے۔

میں کہتا ہوں: اور حکیم بن جبیر راوی ابن واقد راوی سے زیادہ ضعیف ہے جب کہ جوزجانی نے اس کو جھوٹ کہنے کے ساتھ متہم کیا ہے اور جب یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ یہ حدیث اس سے مروی حدیث ہے تو ایسی حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، جب کہ حدیث کا آخری حصہ جس کو بزار اور بیہقی رحمہ اللہ نے اور قضاعی نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ذکر کیا ہے، اور ہیثمی نے المجمع

(۱۸/۱۴۷) میں بعد اس کے کہ اس نے اس کو اول کی جانب منسوب کیا ہے جبکہ اس میں ایسا راوی ہے جس کو میں پہچانتا نہیں ہوں۔

ایک سواری اور تین سوار

(۴۹۳) نَهَى أَنْ يَرْكَبَ ثَلَاثَةٌ عَلَى دَابَّةٍ

"روکا گیا ہے کہ تین شخص ایک سواری پر سوار ہوں۔"

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، جابر سے روایت ہے امام ہیثمی رحمہ اللہ نے المجمع (۸/۱۰۹) میں ذکر کیا ہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد میں سلیمان بن داؤد شاذ کونی راوی متروک ہے، میں کہتا ہوں: اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جھوٹ کہتا تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے جب کہ یہ حدیث اس سے بہتر اسناد کے ساتھ بھی مروی ہے چنانچہ ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے کتاب الادب (۱/۱۵۴/۱) میں کہا ہے کہ ہمیں عبدالرحیم بن سلیمان نے بتایا اس نے اسماعیل سے اس نے حسن سے اس نے مہاجر بن قنفذ سے اس نے کہا ہم اس کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے اچانک تین افراد ایک گدھے پر سوار ہو کر گزرے تو ایک نے ان میں سے دوسرے شخص سے کہا اتر تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس نے بیان کیا تو اس انسان پر لعنت کرتا ہے، اس نے کہا کہ ہمیں روکا گیا ہے کہ ہم چار پائے پر تین افراد سوار ہوں۔ اسماعیل راوی ابن مسلم بصری المکی ہے اور وہ ضعیف ہے، بعد ازاں ابن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ زاذان سے بیان کیا اس نے اس طرح کہا کہ اس نے ایک خچر پر تین افراد کو دیکھا تو اس نے کہا تم میں سے ایک شخص نیچے اتر جائے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تیسرے شخص کو ملعون قرار دیا ہے۔

فتنہ کے باعث لوگ

(۴۹۴) رُبَّ عَابِدٍ جَاهِلٍ وَرُبَّ عَالِمٍ فَاجِرٍ فَاحْذَرُوا الْجُهَّالَ مِنَ الْعُبَّادِ وَالْفُجَّارَ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَإِنَّ أُولَٰئِكَ فِتْنَةُ الْفَتَنَاءِ۔

"بہت سے عابد لوگ جاہل ہوتے ہیں اور بہت سے عالم لوگ فاسق فاجر ہوتے ہیں پس جاہل لوگوں سے اور فاسق فاجر قسم کے لوگوں سے خود کو بچاؤ بلا شبہ یہ لوگ فتنہ پرور لوگوں کے لئے بھی باعث فتنہ ہیں۔"

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکامل (ورقہ ۳۳۔۳۴) میں مخطوطہ ظاہریہ دمشق کے مطابق رقم الحدیث (۳۶۴) میں اور اس کے طریق سے ابن عساکر رحمہ اللہ نے چودھویں مجلس میں ان لوگوں کی مذمت کے بارے میں جو علم کے مطابق عمل نہیں کرتے ہیں، (ورقہ ۵۶ وجہ ۱۔۲) مجموع ظاہریہ سے (رقم ۷۷) میں اور تاریخ میں (۳/ ۲/۱۵۴) میں بشر بن ابراہیم کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ثور بن یزید نے بتایا اس نے خالد بن معدان سے اس نے سیدنا ابو اسامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ بشر راوی اس حدیث میں متفرد ہے۔

میں کہتا ہوں: وہ جھوٹی احادیث گھڑنے والا ہے جب کہ ابن عدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ وہ ثقہ لوگوں اور ائمہ سے روایت کرنے میں منکر الحدیث ہے بعد ازاں اس کی احادیث کو ذکر کیا اور حکم لگایا کہ یہ سب باطل ہیں بشر نے اس کو وضع کیا ہے، میں کہتا ہوں یہ حدیث ان میں سے ایک ہے بعد ازاں اس نے ذکر کیا اور وہ میرے نزدیک ان لوگوں سے ہے جو ثقہ لوگوں کے نام پر احادیث وضع کرتے ہیں اور ابن حبان رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ وہ حدیث کو وضع کیا کرتا تھا بعد ازاں ابن عدی رحمہ اللہ نے (۱/۴۰۰) میں محفوظ بن بحر کے حالات میں اس نے عمر بن موسیٰ سے اس نے خالد بن معدان سے آخری جملہ کے بغیر اور کہا کہ یہ جملہ منکر ہے، خالد بن معدان سے جب کہ اس سے روایت کرنے والا عمر بن موسیٰ ہے اور اس کو ابن وجیہ کہا جاتا ہے اور وہ ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کا شمار تو ان لوگوں سے ہے جو احادیث وضع کیا کرتے تھے جیسا کہ اس کا تذکرہ کئی بار کیا جا چکا ہے جب کہ یہ محفوظ راوی ابو عروبہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ وہ جھوٹ کہتا تھا جب کہ ابن عدی نے اس کے بعد کہا ہے کہ یہ بات محفوظ کے بارے میں نہیں ہے گویا کہ وہ اشارہ کرتے ہیں کہ جس کو تہمت لگائی گئی وہ یہ ابن وجیہ اور بشر بن ابراہیم ہے۔

جب کہ اس حدیث کو امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اور اس کے عجیب معاملہ سے ہے کہ اس نے اس کو ابن عدی رحمہ اللہ کی روایت سے ذکر کیا ہے جس کو اس وضع کرنے والے شخص کے حالات میں ذکر کیا ہے بعد ازاں امام سیوطی رحمہ اللہ ان سب سے خاموش ہے۔

پیدل حج کی فضیلت

(۴۹۵) مَنْ حَجَّ مِنْ مَكَّةَ مَاشِيًا حَتّٰى يَرْجِعَ إِلٰى مَكَّةَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ سَبْعَمِائَةِ حَسَنَةٍ كُلُّ حَسَنَةٍ مِثْلُ حَسَنَاتِ الْحَرَمِ قِيْلَ وَمَا

حَسَنَاتُ الْحَرَمِ؟ قَالَ لِكُلِّ حَسَنَةٍ مِائَةُ أَلْفِ حَسَنَةٍ۔

''جس شخص نے مکہ سے پیدل چلتے ہوئے حج کیا یہاں تک کہ وہ مکہ کی جانب لوٹا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کے ہر قدم کے بدلے میں سات سو نیکیاں تحریر فرماتے ہیں ہر نیکی کا ثواب حرم کی نیکیوں کے برابر ہے استفسار کیا گیا حرم کی نیکیاں کیا ہیں، آپ نے کہا ہر نیکی کے بدلے میں ایک لاکھ نیکی ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث غایت درجہ ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الکبیر (۱/۱۶۹/۳) میں اور الاوسط (۱/۱۱۲/۲) میں اور دولابی رحمہ اللہ نے الکنیٰ (۲/۱۳) میں اور حاکم رحمہ اللہ نے (۱/۴۶۱) میں اور بیہقی رحمہ اللہ نے (۱۰/۷۸) میں عیسیٰ بن سوادہ کے طریق سے اس نے اسماعیل بن ابی خالد سے اس نے زاذان سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے جب کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس اسماعیل سے اس حدیث کو صرف عیسیٰ نے روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: وہ راوی تو غایت درجہ ضعیف ہے جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا رد اس قول کے ساتھ کیا ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے مجھے خطرہ ہے کہ یہ جھوٹ ہے اور ابو حاتم نے عیسیٰ راوی کے بارے میں کہا ہے کہ وہ منکر الحدیث ہے۔

میں کہتا ہوں: ابو حاتم کا پورا کلام الجرح والتعدیل (۳/۱/۲۷۷) میں اس طرح ہے کہ: یہ ضعیف ہے، اس نے اسماعیل بن ابی خالد سے اس نے زاذان سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر حدیث بیان کی۔

میں کہتا ہوں: گویا کہ یہی مقصود ہے جب کہ امام منذری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الترغیب (۲/۱۰۸) میں ذکر کیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے صحیح میں اور حاکم رحمہ اللہ نے عیسیٰ بن سوادہ کی روایت سے جب کہ حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الاسناد قرار دیا ہے اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے کہا ہے اگر حدیث صحیح ہو، جب کہ عیسیٰ بن سوادہ کے بارے میں دل میں کھٹکا ہے حافظ منذری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں امام بخاری رحمہ اللہ کے اس قول میں اشارہ ہے کہ وہ متہم ہے اور اس سے روایت کرنا درست نہیں جیسا کہ اس کے بارے میں کئی بار تنبیہ گزر چکی ہے چنانچہ آپ آئندہ صفحہ ملاحظہ کریں۔

جب کہ ابن معین رحمہ اللہ نے اس کو واضح کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ وہ تو زبردست جھوٹ کہنے والا

ہے میں نے اس کو دیکھا ہے بعدازاں مجھے اس کا متابع ملا ہے چنانچہ ابوعلی ہروی نے الفوائد کی پہلی جلد (۲/۹) میں کہا ہے کہ ہم سے سلیمان بن فضل بن جبریل نے بیان کیا اس نے کہا ہمیں محمد بن سلیمان نے بتایا اس نے کہا ہمیں سفیان بن عیینہ نے اسماعیل بن ابی خالد سے اس کو روایت کیا ہے البتہ اس نے آخری ٹکڑے کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر نیکی کے بدلے میں ایک لاکھ نیکی ہے جب کہ اس کی اسناد ضعیف ہے سلیمان بن فضل بن جبریل کے احوال مجھے نہیں ملے ہیں البتہ شاید وہ ہیں جو الکامل ابن عدی (۱/۱۶۱) میں ہیں کہ سلیمان بن فضل ابن مبارک سے روایت کرتا ہے ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے اس کو ایک منکر حدیث کے سوا دیکھا ہے نیز اس نے کہا ہے کہ وہ راوی درست حدیث نہیں والا ہے۔ واللہ اعلم

پیدل اور سواری پر حج

(۴۹۶) إِنَّ لِلْحَاجِّ الرَّاكِبِ بِكُلِّ خُطْوَةٍ تَخْطُوهَا رَاحِلَتُهُ سَبْعِينَ حَسَنَةً وَالْمَاشِي بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا سَبْعمِائَةِ حَسَنَةٍ۔

''یقیناً سواری پر سوار حج ادا کرنے والے شخص کے لئے اس کی سواری کے ہر قدم کے بدلے جو مسافت طے کرتی ہے ستر نیکیاں ہیں جب کہ پیدل چلنے والے کے لئے ہر قدم کے چلنے پر سات صد نیکیاں ہیں۔''

تحقیق: یہ حدیث ضعیف ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو المعجم الکبیر (۳/۶۵/۲) میں اور الضیاء رحمہ اللہ نے المختارہ (۲/۲۰۴) میں یحییٰ بن سلیم کے طریق سے اس نے محمد بن مسلم الطائفی سے اس نے اسماعیل بن امیہ سے اس نے سعید بن جبیر سے اس نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے، میں کہتا ہوں: اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے یحییٰ بن سلیم راوی اور محمد بن مسلم الطائفی کو امام احمد رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے جب کہ ان دونوں میں سے ایک نے اسناد میں اضطراب کیا ہے کبھی تو اس طرح روایت کرتا ہے اور کبھی اسماعیل بن امیہ کے بدل میں ابراہیم بن میسرہ کا ذکر کیا ہے اس حدیث کو ازرقی نے اخبار مکہ (ص ۲۵۴) میں اور اسی طرح الضیاء نے طبرانی رحمہ اللہ کے طریق سے اور ابونعیم رحمہ اللہ نے اخبار اصبہان (۲/۳۵۴) میں اور کبھی اسماعیل بن ابراہیم کا ذکر کیا کہ اس نے کہا بزار رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا جیسا کہ مجمع الزوائد (۳/۲۰۹) میں ہے ادھر کبھی اسماعیل کو گرا دیا

اور محمد بن مسلم الطائفی سے بیان کیا اس نے سعید بن جبیر سے ابن ابی حاتم نے اس کو العلل (۱/۲۸۹) میں ذکر کیا اور بیان کیا کہ میرے باپ نے محمد بن مسلم کا ذکر کیا کہ اس نے سعید بن جبیر سے مرسل روایت کیا ہے۔

یہ حدیث ابن سیش سے مروی ہے جو مجھول راوی ہے جب کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، نیز ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (ق ۱/۲۲۶) میں عبداللہ بن محمد القدامی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا ہمیں محمد بن مسلم الطائفی نے بیان کیا اس نے ابراہیم بن میسرہ سے اس نے اس کو سعید بن جبیر سے ذکر کیا ہے جب کہ اس کے الفاظ ہیں کہ جس شخص نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور جس نے پیدل حج کیا تو اس کو ہر قدم کے بدلے میں ستر نیکیاں حرم کی نیکیوں سے حاصل ہوں گی راوی نے بیان کیا میں نے دریافت کیا حرم کی نیکیاں کیا ہیں بتایا کہ ہر نیکی کے بدلے میں ایک لاکھ نیکی کا ثواب حاصل ہوگا اور عبداللہ بن محمد قدامی کی اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں اور یہ راوی ضعیف ہے۔

میں کہتا ہوں: خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے اس کا راوی ضعیف ہے اور اسناد اور متن میں اضطراب ہے اور یہ حدیث کیسے ہو سکتی ہے جب کہ نبی ﷺ سے صحیح حدیث وارد ہے کہ آپ نے سواری پر سوار ہو کر حج کیا اگر پیدل چل کر حج کرنا افضل ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے لئے اس کو پسند فرماتے اور اسی لئے جمہور علماء اس جانب گئے ہیں کہ سواری پر حج کرنا افضل ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کو مسلم رحمہ اللہ کی شرح میں ذکر کیا ہے مزید برآں میرا تالیف کردہ رسالہ حجۃ النبی ﷺ میں ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے اس کو آپ سے نقل کیا ہے (ص ۱۶) پہلی اشاعت اور تعلیق کا مطالعہ کریں جس کو مکتب اسلامی نے شائع کیا ہے۔

(بحمد اللہ راقم الحروف نے اس رسالہ کا اردو ترجمہ ۱۳۹۷ھ میں کیا اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے اس کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کے حج کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں (والحمد للہ علی ذلک)۔

جب کہ اس حدیث میں ابن ابی حاتم رحمہ اللہ اور ابی نعیم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے آخر میں زیادتی ہے اس کا ذکر اس سے پہلی ذکر کردہ حدیث میں ہو چکا ہے جب کہ اس حدیث کو ایک دوسری اسناد کے ساتھ مختصر بھی ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔

ستر اور تیس حج کا ثواب

(۴۹۷) لِلْمَاشِي أَجْرُ سَبْعِينَ حَجَّةً وَالْمَرَاكِبُ أَجْرُ ثَلَاثِينَ حَجَّةً ۔

''پیادہ حج کرنے والے کو ستر حج کا ثواب حاصل ہوتا ہے جب کہ سواری پر سوار ہو کو تیس حج کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث موضوع ہے، امام طبرانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو الاوسط (۱۱۲/۱۱۱/۱) میں محمد بن محصن العکاشی کے طریق سے اس نے کہا ہمیں ابراہیم بن ابی عبلہ نے عبدالواحد بن قیس سے بیان کیا اس نے کہا میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں مزینہ قبیلہ سے ایک جماعت اور ھزیل قبیلہ سے ایک جماعت اور جہینہ سے ایک جماعت آئی انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم مکہ مکرمہ کی جانب پیدل چلتے ہوئے نکلے تھے جب کہ کچھ لوگ سواریوں پر سوار تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا...... امام طبرانی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث کو ابراہیم سے صرف محمد نے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: کہ اس محمد سے مقصود محمد بن اسحاق بن ابراہیم ہے اس کو اس کے جد اعلیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے جب کہ وہ کذاب ہے اس کا ذکر کئی بار ہو چکا ہے جب کہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کا قول (۲۰۹/۳) میں ہے کہ یہ راوی متروک ہے جبکہ یہ حدیث دیگر الفاظ کے ساتھ بھی ہے یعنی اس سے پہلی حدیث۔

سفر میں روزہ رکھنے والا

(۴۹۸) صَائِمُ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ كَالْمُفْطِرِ فِي الْحَضَرِ ۔

''بحالت سفر رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنے والا اس شخص جیسا ہے جو رمضان میں روزہ نہیں رکھتا ہے۔''

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو (۵۱۱/۱) میں اور الھیثم بن کلیب نے المسند (۲/۳۲) میں اور الضیاء نے المختارة (۳۰۵/۱) میں اسامہ بن زید کے طریق سے اس نے ابن شہاب سے اس نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے اس نے اپنے باپ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے، میں کہتا ہوں: کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے اس میں دو سبب ہیں:

پہلا سبب: انقطاع ہے اس لئے کہ ابو سلمہ کا اپنے باپ سے سماع نہیں ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔
دوسرا سبب: اسامہ بن زید کے حافظہ میں ضعف ہے جب کہ اس کی مخالفت ثقہ راوی ابن ابی ذئب نے کی ہے اس نے زہری ابن شہاب سے موقوفا ذکر کیا ہے اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے (۳۱۶/۱) میں اور الفریابی رحمہ اللہ نے الصیام (۴/۷۰/۱) میں متعدد طرق کے ساتھ اس سے روایت کیا ہے اور اسی لئے بیہقی رحمہ اللہ نے السنن (۴/۲۴۴) میں اس کو موقوف قرار دیا ہے اور اسناد میں انقطاع ہے مزید حدیث مرفوع بھی ہے جبکہ اس کی اسناد ضعیف ہے۔
ہاں ابوقتادہ عبداللہ بن واقد حرانی نے ابن ابی ذئب سے اس کو مرفوع ذکر کیا ہے جب کہ یہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ راوی متروک ہے مزید اس کی اسناد میں ایک اور راوی بھی ضعیف ہے خطیب بغدادی رحمہ اللہ (۱۱/۳۸۳) نے اس کا ذکر کیا ہے جب کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ابن ابی ذئب کے طریق سے اس نے زہری سے اس نے حمید بن سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے اس نے بھی اپنے باپ سے موقوفا ذکر کیا ہے جب کہ اس کی اسناد صحیح ہے چنانچہ یہ بات اس شخص کی غلطی کی تائید کرتی ہے جس نے اس کو عبدالرحمٰن سے مرفوعا ذکر کیا ہے مزید برآں الضیاء رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس کے عبدالرحمٰن پر موقوف ہونے کو صحیح قرار دیا ہے۔

صبر اور یقین

(۴۹۹) اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ وَالْیَقِیْنُ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ۔
”صبر آدھا ایمان ہے اور یقین مکمل ایمان ہے۔“

تحقیق: یہ حدیث منکر ہے، ابن الاعرابی نے اس حدیث کو اپنی معجم (۲/۵۶) میں اور تمام رازی نے (۱/۱۳۸/۹) میں اور ابوالحسن الازدی نے المجلس الاول میں پانچ مجالس سے (۱۶۔۱۷) میں اور ابو نعیم رحمہ اللہ نے الحلیۃ (۵/۳۴) میں اور الخطیب رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ (۱۳/۲۲۶) میں اور القضاعی رحمہ اللہ نے اپنی مسند (۶ ب/۲) میں یعقوب بن حمید بن کاسب کے طریق سے اس نے محمد بن خالد مخزومی سے اس نے سفیان ثوری سے اس نے زبید ایامی سے اس نے ابووائل سے اس نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے جب کہ ابو نعیم رحمہ اللہ اور الخطیب رحمہ اللہ نے آگاہ کیا ہے کہ اس میں مخزومی راوی سفیان سے اس اسناد کے لحاظ سے متفرد ہے۔
میں کہتا ہوں: اس مخزومی راوی کے بارے میں ذہبی رحمہ اللہ نے المیزان میں ذکر کیا ہے کہ ابن

جوزی رحمہ اللہ نے اس کو مجروح قرار دیا ہے، میں کہتا ہوں: اس کے لئے ثوری سے مرفوع روایت ہے کہ "یقین تو مکمل ایمان ہے" جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس متن کو کتاب الایمان میں بطور تعلیق کے ذکر کیا ہے جب کہ اس نے اس میں یہ نہیں کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں ذکر کیا ہے ابوعلی نیشاپوری کا قول ہے کہ یہ حدیث منکر ہے زبید کی حدیث سے نہ ثوری کی حدیث سے اس کا کچھ اصل نہیں ہے جب کہ فتح الباری (۴۱/۱) میں ہے یہ حاشیہ ایک اثر کا حصہ ہے جس کو طبرانی رحمہ اللہ نے صحیح اسناد کے ساتھ موصول قرار دیا ہے جب کہ اس کا بقیہ حصہ یہ ہے کہ صبر نصف ایمان ہے۔

مزید برآں اس کو ابونعیم اور بیہقی رحمہ اللہ نے الزہد میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بیان کیا ہے، جب کہ اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے، میں کہتا ہوں کہ اس میں یعقوب بن حمید راوی اس کے حافظہ کے سبب ضعف ہے اور اسی وجہ سے مناوی نے حدیث کو معلول قرار دیا ہے اور یہ واضح کوتاہی ہے بعد ازاں اس نے بیہقی سے ذکر کیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ ابن مسعود کا قول محفوظ ہے اور یہ مرفوع روایت نہیں ہے۔

تارک الدنیا ہونا

(۵۰۰) لَيْسَ بِخَيْرِكُمْ مَنْ تَرَكَ دُنْيَاهُ لِآخِرَتِهِ وَلَا آخِرَتَهُ لِدُنْيَاهُ حَتّٰى يُصِيبَ مِنْهُمَا جَمِيعًا فَإِنَّ الدُّنْيَا بَلَاغٌ إِلَى الْآخِرَةِ

"تم میں وہ شخص بہتر نہیں ہے جو آخرت کے حصول کے لئے تارک الدنیا ہو جائے اور دنیوی زندگی کے لئے آخرت کو چھوڑ دے اس کو تو ان دونوں سے حاصل کرنا چاہئے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ دنیوی زندگی تو اخروی زندگی تک پہنچانے والی ہے۔"

تحقیق: یہ حدیث باطل ہے الخطیب رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تلخیص المتشابہ فی الرسم (ج ۱۳/ ورق ۱/۱۳۶) میں محمد بن ہاشم البعلبکی کے طریق سے ذکر کیا ہے اس نے کہا مجھے میرے باپ ہاشم بن سعید نے یزید بن زیاد البصری سے روایت کیا ہے، اس کی سکونت "صور" مقام میں تھی اس نے حمید طویل سے اس نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعا ذکر کیا ہے جب کہ اس طریق سے ابن

عساکر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی تاریخ (۱/۱۴۳/۱۸) میں ذکر کیا ہے جب کہ اس کے آخر میں اضافہ ہے کہ تم لوگوں پر بوجھ نہ بنو اور صرف ابن عساکر رحمہ اللہ کے طریق سے امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کو الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اور اپنی کتاب الحاوی للفتاویٰ (۲/۲۰۱) میں واضح کیا ہے کہ دیلمی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اس طریق سے ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں اس کی اسناد غایت درجہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی آفت یہ یزید راوی ہے اور وہ دمشقی ہے اور اس کو ابن ابی زیاد بھی کہا جاتا ہے اور یہ تہمت زدہ ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو منکر الحدیث قرار دیا ہے اور اسی طرح ابو حاتم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے جب کہ کبھی اس نے اس کو ضعیف الحدیث قرار دیا ہے گویا کہ اس کی روایت کردہ حدیث موضوع ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن ابی حاتم نے یزید کی ایک دوسری حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اس کا تذکرہ دو احادیث کے بعد ہے جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے مشہور ہے کہ اس نے وضاحت کی ہے ہر وہ شخص جس کی حدیث کو میں منکر الحدیث قرار دوں تو اس سے روایت کرنا جائز نہیں امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو میزان الاعتدال (۱/۵) میں نقل کیا ہے پس اس اسناد کے سبب حدیث غایت درجہ ضعیف ہے۔

یقیناً شیخ عبدالحی الکتانی نے التراتیب الاداریۃ میں جب (۱/۱۰) پر ذکر کیا تو انہیں وہم ہوا کہ سیوطی رحمہ اللہ نے حاوی میں ابن عساکر کی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے حالانکہ یہ کھلی غلطی ہے، سیوطی رحمہ اللہ نے اس جگہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا حاوی میں اس کی صحت بیان نہیں کی، اگر اس نے کسی دوسری جگہ میں اسے صحیح کہا ہے حالانکہ یہ ممکن نہیں تو وہ اس کا وہم ہے ان کی ایسی کتنی ہی مثالیں موجود ہیں۔

پھر میں نے حدیث دیکھی کہ اسے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے علل (۲/۱۴۴-۱۴۵) میں وحاظی کے طریق سے اس نے یزید بن زیاد الدمشقی سے یہ بیان کیا اور کہا: میرے والد نے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے۔

پھر میں نے مزید ایک متابع پایا ابو نعیم اخبار اصبہان (۲/۱۹۷) میں بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں محمد بن احمد بن یزید نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں ابو بکر محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں ابوالیمان الحکم بن نافع نے بیان کیا انہوں نے کہا ہمیں سعید بن کثیر نے حمید سے یہ بیان کیا۔

یہ متابعت قوی ہے کیونکہ یہ سعید بن کثیر ابن عفیر المصری ثقہ راوی ہے بخاری مسلم کے راویوں میں سے ہے، لیکن اس تک سند میں ایک شخص ہے جو حدیث چوری کیا کرتا تھا وہ ہے محمد بن احمد بن یزید السلمی، ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث چوری کیا کرتا تھا، اسی طرح کا اس کا استاذ محمد بن عیسیٰ الطرسوسی

ہے، اس کے متعلق ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں، یہ ان میں سے ایک ہے جو حدیث چوری کیا کرتے تھے اوور اس کی عام روایات کی متابعت کوئی نہیں کرتا۔

میں کہتا ہوں: محمد بن عیسیٰ ہو یا محمد بن احمد ہو یہ اس سند کی آفت ہیں۔ اس متابعت سے کوئی فائدہ نہیں۔

یہ حدیث حیط بن شریط کے نسخۃ الموضوعہ (۲۲) میں موجود ہے، یہ روایت موقوفا بھی مروی ہے، اسے ابن شاہین رحمہ اللہ نے الفوائد (ورقہ ۱/۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے (۱/۱۵۵/۴) میں شمر بن عطیہ کے طریق سے اس نے کہا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا...... اسے موقوفاً ذکر کیا۔ یہ سند شمر اور حذیفہ کے درمیان منقطع ہے کیونکہ شمر تو ابووائل جیسے تابعین سے روایت کرتا ہے، لیکن معافی بن عمران زہد (ق ۲۰۰/۱) میں اور قاسم قسطلی غریب الحدیث (۱/۵۹/۲) میں اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے محمد بن قیس سے اس نے عمرو بن مرہ سے اس نے کہا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا...... اسی طرح بیان کیا۔

علاوہ ازیں یہ حقیقت واضح ہے کہ حدیث منقطع بھی ہے عمرو اور حذیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے جب کہ یہ موقوف روایت ضعیف ہونے کے باوجود مرفوع حدیث سے بہتر ہے جب کہ مرفوع حدیث کی اسناد میں زبردست ضعف ہے مزید برآں امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے نہایت قدیم دور میں کسی شاعر کا قول ہے ملاحظہ کریں۔

إذا قالت حذام فصدقوها
فإن القول ما قالت حذام

"جب حذام نامی عورت کوئی بات کہے تو تم اس کو سچا باور کرو ظاہر ہے بات تو وہی ہے جو حذام نے کہی ہے"

جب کہ اس کا ایک اور طریق ہے اس کو ان جیسے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، وہ دوسری جلد میں پہلی حدیث ہے۔

والحمد للہ پانچواں جز اختتام پذیر ہوا اور اس کے اختتام پر سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة کی پہلی جلد تکمیل پذیر ہوئی اور اس کے بعد دوسری جلد آئے گی، ان شاء اللہ

والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات۔

ارشاد نبوی ﷺ

صلوا کما رأیتمونی أصلي

تم اسی طرح نماز ادا کرو جیسے تم مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے ہو (البخاری)

نمازِ نبوی ﷺ

احادیث صحیحہ کی روشنی میں

نادر علمی اضافوں اور تخریج و تحقیق کے ساتھ

تالیف

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ و تہذیب

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ

ناشر
مکتبہ محمدیہ
چیچہ وطنی ضلع ساہیوال
Mob.: 0300-4826023

تقسیم کار
دار الفرقان
افضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
Ph:042-7231602

نصرۃ الباری

فی بیان

صحۃ البخاری

تالیف:

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ

مقدمہ

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

تسہیل وتزئین

حافظ عبدالخبیر اویسی حفظہ اللہ

اس میں جامع صحیح بخاری کا تمام کتب صحاح وسنن پر سنداً ومتناً افضل و اکمل ہونا ثابت کیا گیا ہے کہ "اصح الکتاب بعد کتاب اللہ البخاری" کا ضرب المثل مقولہ مبنی برحقیقت ہے کیونکہ صحیح بخاری بہ اعتبار غایت صحت تمام کتب حدیث پر مقدم ہے' اور درایت وفقاہت کے تمام اوصاف جمیلہ کا مظہر اتم ہے۔

ناشر

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

MOb:0300- 4826023,042-37114650

چند اہم مطبوعات